# داستان ایمان فروشوں کی

پہلا حصہ

صلاح الدین ایوبی کے دور کی حقیقی کہانیاں
عورت اور ایمان کی معرکہ آرائیاں

التمش

| | |
|---|---|
| تعارف | ۷ |
| جب ذکوئی سلطان ایوبی کے خیمے میں گئی | ۱۱ |
| ساتویں لڑکی | ۵۹ |
| ساتویں لڑکی جب صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنے آئی | ۱۰۵ |
| دوسری بیوی | ۱۶۱ |
| اُم عرارہ کا اغوا | ۱۹۷ |
| لڑکی جو فلسطین سے آئی تھی | ۲۵۱ |
| جب زہر کو زہر نے کاٹا | ۲۹۹ |
| ایونا جب عائشہ بنی | ۳۵۵ |

# تعارف

ایسے قارئین کی تعداد کم نہیں جنہیں یہ مسئلہ پریشان کئے ہوتے ہے کہ ہمارے ہاں فلمظ کہانیوں کے سوا رہ ہی کیا گیا ہے۔ اگر کچھ ہے تو وہ افسانے ہیں۔ اِن میں بھی عشق بازی، فرار اور افسردگی ہوتی ہے جو نوجوان ذہن کے لئے صحت مند نہیں۔ بتائیے ہم کیا پڑھیں اور بچوں کو کیا پڑھائیں۔ قارئ اگر مہن ہو، جوان ہو یا بوڑھا، وہ ایسی کہانیاں پسند کرتا ہے جن میں کچھ تفریحی مواد ہو، سنسنی اور سسپنس ہو، ان میں ذرا سی ہنگامہ آرائی بھی ہو اور جو جذبات میں ہلچل بپا کر دیں۔ یہ دراصل انسانی فطرت کا مطالبہ ہے جسے آسانی سے مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ قارئین کی اِسی کمزوری کو اسلام دشمن عناصر نے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے اور پاکستان کے زرپرست ناشر اور ادیب اسی سے پلیہ کما رہے ہیں۔ یہیں سے فحش، عریاں، ماردھاڑ اور جرائم سے بھرپور، حد یہ کہ دشمن کے غیر اسلامی نظریات کی حامل کہانیوں نے جنم لیا اور حیران کن حد تک فروغ اور مقبولیت حاصل کی۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہی کہ ہندو اور یہودی نے ہماری نوجوان نسل کو کردار کشی کے لئے اِن اخلاق سوز کہانیوں کو ذریعہ بنایا ہے۔

ہم "داستان ایمان فروشوں کی" کے مصنف محترم التمش کے ممنون ہیں جنہوں نے "حکایت" میں صلاح الدین ایوبی کے دور کی کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ہم اُن کی پہلی آٹھ کہانیاں پیش کر رہے ہیں۔ ان میں آپ کو وہ تمام لوازمات ملیں گے جو آپ کے اور نوجوان نسل کے مطالبے کی تسکین کریں گے، ساتھ ہی ساتھ اُس قومی جذبے کو بھی زندہ و بیدار کریں گے جسے ہمارا دشمن پرلذت کہانیوں کے ذریعے ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

اِن آٹھ کہانیوں کے متعلق مختصراً کچھ عرض کر دینا ضروری ہے۔ اسلام کے عظیم

مجاہد اور خلیفۃ اسلام کے پاسبان صلاح الدین ایوبی کے دور میں صلیبی اسلام کش سازشیں ہوتی تھیں اتنی اور کسی دور میں نہیں ہوئیں۔ صلیبیوں اور یہودیوں نے مسلمان امراء اور فوجی کمانڈروں کو ہاتھ میں لے کر صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کے خلاف استعمال کرنے کے لیے جہاں بے دریغ دولت استعمال کی وہاں اپنی جوان اور خوب صورت لڑکیوں کو خصوصی تربیت دے کر مکمل بے حیائی سے استعمال کیا۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ صلاح الدین ایوبی کو میدانِ جنگ میں شکست دینا آسان نہیں۔ سلطان ایوبی کا طریقۂ جنگ ایسا تھا کہ صلیبی جنگی طاقت کی افراط اور برتری کے باوجود شکست کھا جاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سلطنتِ اسلامیہ میں۔ خصوصاً مصر میں جس کی امارت اور فوجی قیادت صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ میں تھی، جاسوسی، تخریب کاری اور اُس وقت کی نوجوان نسل کی کردار کشی کی مہم تیز کر دی۔ دولت اور عورت کو خوب استعمال کیا اور صلاح الدین ایوبی کی جائی کمان اور انتظامیہ میں غدار پیدا کر لیے یہ سامان فروشوں کا گروہ تھا۔

صلاح الدین ایوبی کو ایک جنگ تو میدان میں لڑنی پڑی۔ یہ بڑے بڑے معرکوں کا سلسلہ تھا جو صلیبی جنگوں کے نام سے ہم تک پہنچا، مگر اُس جنگ کی کوئی تفصیل ہم تک نہیں پہنچی جو سلطان ایوبی نے صلیبی جاسوسوں میں حسین لڑکیوں تھیں اور حسن بن صباح کے پیشہ ور قاتل بھی شامل تھے، کے خلاف لڑی۔ ان قاتلوں کو فدائی بھی کہا جاتا تھا اور حشیشین بھی۔ انہوں نے صلاح الدین ایوبی پر چار قاتلانہ حملے کیے۔ اللہ کا یہ مجاہد دُرائی طریقے سے اور اپنے زورِ بازو سے ہر بار بچ گیا۔ اس زمین و زمن صلیبی جنگ نے ان کہانیوں کو جنم دیا جن میں سے آٹھ پیش کی جا رہی ہیں۔

تاریخ کی یہ حقیقی داستانیں تفصیلات کی طوالت کی وجہ سے باقاعدہ تاریخ میں نہ آ سکیں اور اس لئے بھی کہ مؤرخوں کی نظر زمین کے نیچے اور پردوں کے پیچھے نہیں جایا کرتی۔ ایسی کہانیاں متعلقہ دور کے وقائع نگاروں کی تحریروں میں محفوظ ہوتی ہیں یا یعنی شاہد بیان کرتے ہیں اور یہ سینہ بسینہ نسل بعد نسل سُنی سُنائی جاتی اور زندہ رہتی ہیں۔

محترم التمش تلاشِ روزگار کے لئے مشرقِ وسطیٰ گئے تھے۔ روزگار ملا تو اُن کے اندر تاریخ کا جنون پیدا ہو گیا۔ گزشتہ بارہ برسوں میں انہوں نے متعدد اسلامی ممالک کی لائبریریوں کے سٹوروں میں سے وہ کاغذات ڈھونڈ نکالے جنہیں بیکار سمجھ کر وہاں پھینک دیا گیا تھا۔ ان میں سے انہیں صلاح الدین ایوبی کے دور کے سرکاری اور غیر سرکاری وقائع نگاروں کی لکھی ہوئی غیر مسلسل و منتشر یادیں مل گئیں۔ یہی تھی سلطان ایوبی کے دور کی اصل تاریخ ـــــ یہی ہوتی ہیں وہ داستانیں جو ماضی کی لغزشوں اور غداریوں کو بے نقاب کرتی اور اگلی نسلوں کے لیے باعثِ عبرت اور مشعلِ راہ بنتی ہیں۔

ان وقائع نگاروں کے علاوہ محترم التمش نے جن مؤرخوں کی تحریروں سے تفصیلی واقعات حاصل کیے ہیں ان میں ہیرلڈ لیمب، لین پول، ولیم آف ٹائر، قاضی بہاؤالدین شداد، محمد فرید ابوحدید، ایبنٹنی ویسٹ، واقدی، ہٹی، جنرل محمد اکبر خان رنگروٹ، موئیر، سراج الدین، امداد السدی، الاطہر، سرسٹن، بالڈون اور چند ایک گمنام تاریخ دان بھی شامل ہیں۔

۱۹۷۴ کے آخر میں محترم التمش پاکستان آئے اور مجھے ملے۔ میں اُن کا یہ احسان تا قیامت نہیں بھلوں گا کہ انہوں نے یہ انمول خزانۂ حکایت کے قارئین کی نذر کیا۔ میں نے فروری ۱۹۷۵ کے شمارے سے اس سلسلے کی اشاعت شروع کر دی جو ابھی تک جاری ہے۔ یہ کہانیاں مسلسل تاریخ نہیں۔ یہ مختلف اوقات کی تفصیلی اور ڈرامائی واردا توں میں جن میں آپ کو صلاح الدین ایوبی کے اور صلیبیوں کے جاسوسوں، سرافرسانوں، تخریب کاروں، گوریلوں اور کمانڈو عسکریوں کے سنسنی خیز، ولولہ انگیز اور ڈرامائی تصادم، زمین و زمن تعاقب اور فرار ملیں گے۔ یہ دراصل عورت اور ایمان کی معرکہ آرائیاں ہیں جو آپ کو چونکا دیں گی اور آپ کے اندر اگر ایمان کا چراغ ٹمٹما رہا ہے تو وہ بھڑک اُٹھے گا۔

اُس دور کا دشمن آج بھی آپ کا دشمن ہے اور وہ ابھی تک وہی پرانی حربے استعمال کر رہا ہے۔ یہ کہانیاں خود بھی پڑھیں، بچوں کو بھی پڑھائیں۔ اگر آپ بچے دل سے خوش، عشریاں اور مخرب الاخلاق کہانیوں سے اپنے بچوں کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو یہ آٹھ کہانیاں گھر لے جائیے۔ یہ کہانیاں پڑھ کر آپ محسوس کریں گے کہ آج پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے اور صلاح الدین ایوبی کو پکار رہی ہے۔

# جب ذکوتی

# سُلطان ایوّبی کے خیمے میں گئی

"تم پرندوں سے دل بہلایا کرو۔ سپاہ گری اُس آدمی کے لیے ایک خطرناک کھیل ہے جو عورت اور شراب کا دلدادہ ہو۔"

یہ الفاظ اپریل ۱۱۷۵ء میں صلاح الدین ایوبی نے اپنے چچازاد بھائی خلیفہ الصالح کے ایک امیر سیف الدین کو کہے تھے۔ اُن دونوں نے صلیبیوں کو در پردہ مدد اور نذر و جواہرات کا لوبھ دیا اور صلاح الدین ایوبی کو شکست دینے کی سازش کی تھی۔ صلیبی یہی چاہتے تھے۔ انہوں نے حملہ کیا۔ الصالح اور سیف الدین نے ان کی مدد کی صلاح الدین ایوبی نے ان سب کو شکست دی۔ امیر سیف الدین اپنا مال و متاع چھوڑ کر بھاگا۔ اس کی ذاتی خیمہ گاہ سے رنگ برنگے پرندے، حسین اور جوان رقاصائیں اور گانے والیاں، ساز اور سازندے اور شراب کے مٹکے برآمد ہوئے۔ صلاح الدین ایوبی نے پرندوں کو، ناچنے گانے والیوں اور اُن کے سازندوں کو رہا کر دیا اور امیر سیف الدین کو اس مضمون کا خط لکھا:

تم دونوں نے کفار کی پشت پناہی کر کے اُن کے ہاتھوں میرا نام و نشان مٹانے کی ناپاک کوشش کی مگر یہ نہ سوچا کہ تمہاری یہ سازش عالم اسلام کا بھی نام و نشان مٹا سکتی ہے۔ تم اگر مجھ سے حسد کرتے تھے تو مجھے قتل کرا دیا ہوتا۔ تم مجھ پر دو قاتلانہ حملے کرا چکے ہو۔ دونوں ناکام رہے۔ اب ایک اور کوشش کر دیکھو۔ ہو سکتا ہے کامیاب ہو جاؤ۔ اگر تم مجھے یہ یقین دلا دو کہ میرا سر میرے تن سے جُدا ہو جائے تو اسلام اور زیادہ سربلند ہوگا تو ربِ کعبہ کی قسم، میں تمہاری تلوار سے اپنا سر کٹواؤں گا اور تمہارے قدموں میں رکھ دینے کی وصیت کروں گا۔ میں تمہیں

صرف یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کوئی غیر مسلم مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ تاریخ تمہارے سامنے ہے۔ اپنا ماضی دیکھو۔ شاہ فرنیک اور ریمانڈ جیسے اسلام دشمن صلیبی تمہارے دوست صرف اس لیے بنے کہ تم نے انہیں مسلمانوں کے خلاف میدان میں اُترنے کی شہ اور مدد دی تھی۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو اُن کا اگلا شکار تم ہوتے اور اس کے بعد اُن کا یہ خواب بھی پورا ہو جاتا کہ اسلام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔

تم جنگجو قوم کے فرد ہو۔ فنِ سپاہ گری تمہارا قومی پیشہ ہے۔ ہر مسلمان اللہ کا سپاہی ہے مگر ایمان اور کردار بنیادی شرط ہے۔ تم پر فتوں سے ہی ملی ہلایا کرو۔ سپاہ گری اُس آدمی کے لیے ایک خطرناک کھیل ہے جو عورت اور شراب کا دلدادہ ہو۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ساتھ تعاون کرو اور میرے ساتھ جہاد میں شریک ہو جاؤ۔ اگر یہ نہ کر سکو تو میری مخالفت سے باز آجاؤ۔ میں تمہیں کوئی سزا نہیں دوں گا۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے۔ آمین!

صلاح الدین ایوبی

ایک یورپی مؤرخ لین پول لکھتا ہے ــــ "صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ جو مالِ غنیمت لگا اس کا کوئی حساب نہیں تھا۔ جنگی قیدی بھی بے اندازہ تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے تمام تر مالِ غنیمت تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصّہ جنگی قیدیوں میں تقسیم کر کے انہیں رہا کر دیا۔ دوسرا حصّہ اپنی سپاہ اور غریبوں میں تقسیم کیا اور تیسرا حصّہ مدرسہ نظام الملک کو دے دیا۔ اُس نے اسی مدرسے سے تعلیم حاصل کی تھی۔ نہ خود کچھ رکھا نہ اپنے کسی جرنیل کو کچھ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگی قیدی جن میں بہت سے مسلمان تھے اور باقی غیر مسلم، رہا ہو کر صلاح الدین ایوبی کے کیمپ میں جمع ہو گئے اور اس کی اطاعت قبول کر کے اپنی خدمات اُس کی فوج کے لیے پیش کر دیں۔ ایوبی کی کشادہ ظرفی اور عظمت دُور دُور تک مشہور ہو گئی۔"

اس سے پہلے حسن بن صباح کے پُراسرار فرقے 'فدائی' جنہیں یورپی مؤرخوں نے قاتلوں کا گروہ لکھا ہے، صلاح الدین ایوبی پر دو بار قاتلانہ حملے کر چکے تھے لیکن خدائے ذوالجلال کو اپنے اس عظیم مردِ مجاہد سے بہت کام لینا تھا۔ دونوں بار ایک معجزہ ہوا کہ اسلام کا یہ محافظ بال بال بچ گیا۔ اس پر تیسرا قاتلانہ حملہ اس وقت ہوا



جب وہ اپنے مسلمان بھائیوں اور صلیبیوں کی سازش کی چٹان کو شمشیر سے ریزہ ریزہ کر چکا تھا۔ امیر سیف الدین میدان سے بھاگ گیا تھا مگر وہ صلاح الدین ایوبی کے خلاف حسد اور کینے سے باز نہ آیا۔ اس نے حسن بن صباح کے قاتل فرقے کی مدد حاصل کر لی۔ یہ فرقہ ایک مدت سے اسلام کی آستین میں سانپ کی طرح پل رہا تھا۔ اس کا تفصیلی تعارف بہت ہی طویل ہے۔ مختصر یہ کہ جس طرح زمین سورج سے الگ ہو کر گناہوں کا گہوارہ بن گئی ہے اسی طرح حسن بن صباح نام کے ایک آدمی نے اسلام سے الگ ہو کر نبیوں اور پیغمبروں والی عظمت حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلاتا رہا اور ایسا گروہ بنا لیا جو طلسماتی طریقوں سے لوگوں کو اپنا پیروکار بناتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس گروہ نے نہایت حسین لڑکیاں، نشہ آور جڑی بوٹیاں، ہپناٹزم اور جادو نما جیسے طریقے اختیار کیے۔ بہشت بنائی جس میں جا کر ہر شخص موم ہو جاتا تھا۔ اپنے مخالفین کو ختم کرنے کے لیے قاتلوں کا ایک گروہ تیار کیا۔ قتل کے طریقے خفیہ اور پُراسرار ہوتے تھے۔ اس فرقے کے افراد اس قدر چالاک، ذہین اور نڈر تھے کہ مچھیر اور زبان بدل کر بڑے بڑے جرنیلوں کے باڈی گارڈ تک بن جاتے تھے اور جب کوئی پُراسرار طریقے سے قتل ہو جاتا تھا تو قاتلوں کا سراغ ہی نہیں ملتا تھا۔ کچھ عرصے بعد یہ فرقہ "قاتلوں کا گروہ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ لوگ سیاسی قتل کے ماہر تھے۔ زہر بھی استعمال کرتے تھے جو حسین لڑکیوں کے ہاتھوں شراب میں دیا جاتا تھا۔ بہت مدت تک یہ فرقہ اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتا رہا۔ اس کے پیروکار 'فدائی' کہلاتے تھے۔

صلاح الدین ایوبی کو نہ حسین لڑکیوں سے دھوکا دیا جا سکتا تھا نہ شراب سے۔ وہ ان دونوں سے نفرت کرتا تھا۔ اُسے قتل کرنے کا بھی ایک طریقہ تھا کہ اس پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ اُس کے محافظوں کی موجودگی میں اس پر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دو حملے ناکام ہو چکے تھے۔ اب جبکہ صلاح الدین ایوبی کو یہ توقع تھی کہ اس کا چچازاد بھائی الصالح اور امیر سیف الدین شکست کھا کر توبہ کر چکے ہوں گے، انہوں نے انتقام کی ایک اور زیرزمین کوشش کی۔ صلاح الدین ایوبی نے اس فتح کا جشن منانے کی بجائے حملے جاری رکھے اور تین قصبوں کو قبضے میں لے لیا۔ ان میں غازہ کا مشہور قصبہ بھی تھا۔ اسی قصبے کے گرد و نواح میں ایک روز صلاح الدین ایوبی، امیر جاماالاسدی کے خیمے میں دوپہر کے وقت غنودگی کے عالم میں سستا رہا تھا۔ اُس نے اپنی وہ پگڑی

نہیں آتا تھی جو میدانِ جنگ میں اُس کے سر کو صحرا کے سورج اور دشمن کی تلوار سے محفوظ رکھتی تھی۔ خیمے کے باہر اُس کے محافظوں کا دستہ موجود اور چوکس تھا۔

باڈی گارڈز کے اس دستے کا کمانڈر ذرا سی دیر کے لیے وہاں سے چلا گیا۔

ایک محافظ نے صلاح الدین ایوبی کے خیمے کے گرے ہوئے پردوں میں سے جھانکا۔ اسلام کی عظمت کے پاسبان کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ پیٹھ کے بل لیٹا ہُوا تھا اس محافظ نے باڈی گارڈز کی طرف دیکھا۔ ان میں سے تین چار باڈی گارڈز نے اس کی طرف دیکھا۔ محافظ نے اپنی آنکھیں بند کرکے کھولیں۔ تین چار محافظ اٹھے اور دوسروں کو باتوں میں لگایا۔ محافظ خیمے میں چلا گیا۔ کمربند سے خنجر نکالا۔ دبے پاؤں چلا اور پھر چیتے کی طرح سوئے ہوئے صلاح الدین ایوبی پر جست لگائی۔ خنجر والا ہاتھ اوپر اُٹھا۔ عین اُس وقت صلاح الدین ایوبی نے کروٹ بدل لی۔ یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ محافظ خنجر کہاں مارنا چاہتا تھا۔ دل میں یا سینے میں۔ مگر ہُوا یوں کہ خنجر صلاح الدین ایوبی کی پگڑی کے بالائی حصّے میں اُتر گیا اور سر سے بال برابر دُور رہا، پگڑی سر سے اُتر گئی۔

صلاح الدین ایوبی بجلی کی تیزی سے اٹھا۔ اُسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ سب کیا ہے۔ اُس پر اس سے پہلے ایسے دو حملے ہو چکے تھے۔ اُس نے اس پر بھی حیرت کا اظہار نہ کیا کہ حملہ آور اس کے اپنے باڈی گارڈز کے لباس میں تھا جسے اس نے خود اپنی باڈی گارڈز کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس نے ایک سانس جتنا عرصہ بھی ضائع نہ کیا۔ حملہ آور اس کی پگڑی سے خنجر کھینچ رہا تھا۔ ایوبی سر سے ننگا تھا۔ اُس نے حملہ آور کی ٹھوڑی پر پوری طاقت سے گھونسہ مارا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ حملہ آور کا جبڑا ٹوٹ گیا تھا۔ وہ پیچھے کو گرا اور اُس کے منہ سے ہیبت ناک آواز نکلی۔ اس کا خنجر صلاح الدین ایوبی کی پگڑی میں رہ گیا تھا۔ ایوبی نے اپنا خنجر نکال لیا۔ اتنے میں دو محافظ دوڑتے اندر آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ صلاح الدین ایوبی نے انہیں کہا کہ اسے زندہ پکڑ لو۔ مگر یہ دونوں محافظ صلاح الدین ایوبی پر ٹوٹ پڑے۔ صلاح الدین ایوبی نے ایک خنجر سے دو تلواروں کا مقابلہ کیا۔ یہ مقابلہ ایک دو منٹ کا تھا کیونکہ تمام باڈی گارڈز اندر آگئے تھے۔ صلاح الدین ایوبی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے باڈی گارڈز دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کو للکار رہے تھے۔ اسے چونکہ معلوم نہیں تھا کہ ان میں اس کا دشمن کون اور دوست کون ہے، وہ اس معرکے میں شریک نہ ہو سکا۔



کچھ دیر بعد جب باڈی گارڈز میں سے چند ایک مارے گئے، کچھ بھاگ گئے اور بعض زخمی ہو کر بے حال ہو گئے تو انکشاف ہُوا کہ اس دستے میں جو صلاح الدین ایوبی کی حفاظت پر مامور تھا، سات محافظ 'فدائی' تھے جو صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کام کے لیے صرف ایک 'فدائی' خیمے میں بھیجا تھا۔ اندر صورتِ حال بدل گئی۔ چنانچہ باقی بھی اندر چلے گئے۔ اصل محافظ بھی اندر گئے۔ وہ صورتِ حال سمجھ گئے اور صلاح الدین ایوبی بچ گیا۔ اُس نے اپنے پہلے حملہ آور کی شہ رگ پر تلوار کی نوک رکھ کر پوچھا کہ وہ کون ہے اور اُسے کس نے بھیجا ہے؟ بچ جانے کے بدلے صلاح الدین ایوبی نے اسے جان بخشی کا وعدہ دیا۔ اس نے بتا دیا کہ وہ 'فدائی' ہے اور اسے کیمشتکن (جسے بعض مؤرخوں نے گمشتگین لکھا ہے) نے اس کام کے لیے بھیجا تھا۔ کیمشتکن الصالح کے ایک قلعے کا گورنر تھا۔

☆

اصل کہانی سنانے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات سے پہلے کے دَور کو دیکھا جائے۔ صلاح الدین ایوبی کے نام، اس کی عظمت اور تاریخ اسلام میں اُس کے مقام اور کارناموں سے کون واقف نہیں؛ ملّتِ اسلامیہ تو اُسے جُھول ہی نہیں سکتی، کسی دنیا بھی اُسے ہمیشہ یاد رکھے گی۔ لہٰذا یہ ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ صلاح الدین ایوبی کا شجرۂ نسب تفصیل سے بیان کیا جائے۔ ہم جو کہانی سنانے لگے ہیں وہ اس نوعیت کی ہے جس کی وسعت کے لیے تاریخ کا دامن تنگ ہوتا ہے۔ یہ تفصیلات وقائع نگاروں اور قلم کاروں کی ریکارڈ کی ہوئی ہوتی ہیں۔ کچھ سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں تک پہنچتی ہیں۔ تاریخ کے دامن میں صلاح الدین ایوبی کے صرف کارنامے محفوظ کیے گئے ہیں۔ ان سازشوں کا ذکر بہت کم آیا ہے جو اپنوں نے اُس کے خلاف کی اور اُس کی بڑھتی ہوئی شہرت اور عظمت کو داغ دار کرنے کے لیے اُسے ایسی لڑکیوں کے جال میں پھانسنے کی بار بار کوشش کی گئی جن کے حُسن میں طلسماتی اثر تھا۔

تاریخِ اسلام کا یہ حقیقی ڈرامہ ۲۳ مارچ ۱۱۶۹ کے روز سے شروع ہوتا ہے جب صلاح الدین ایوبی کو مصر کا وائسرائے اور فوج کا کمانڈر انچیف بنایا گیا۔ اُسے اتنا بڑا رتبہ ایک تو اس لیے دیا گیا کہ وہ حکمران خاندان کا نونہال تھا اور دوسرے اس لیے کہ اوائل عمر میں ہی وہ فنِ حرب و ضرب کا ماہر ہو گیا تھا۔ سپاہ گری ورثے

میں پائی تھی۔ اس کے ذہن میں حکمرانی کے معنی بادشاہی نہیں اسلام کی پاسبانی اور قوم کی عظمت اور فلاح و بہبود تھی۔ اس کا جب شعور بیدار ہُوا تو پہلی خلش یہ محسوس کی کہ مسلمان حکمرانوں میں نہ صرف یہ کہ اتحاد نہیں بلکہ وہ ایک دوسرے کی مدد سے بھی گریز کرتے تھے۔ وہ عیاش ہو گئے تھے۔ شراب اور عورت نے جہاں اُن کی زندگی رنگین بنا رکھی تھی وہاں عالم اسلام اور خدا کے اس عظیم مذہب کا مستقبل تاریک ہو گیا تھا۔ ان امیروں، اُن کے وزیروں اور مشیروں کے حرم غیر مسلم لڑکیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ زیادہ تر لڑکیاں یہودی اور عیسائی تھیں جنہیں خاص تربیت دے کر ان حرموں میں داخل کیا گیا تھا۔ غیر معمولی حُسن اور اداکاری میں کمال رکھنے والی یہ لڑکیاں مسلمان حکمرانوں اور سربراہوں کے کردار اور قومی جذبے کو دیمک کی طرح کھا رہی تھیں۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ صلیبی جن میں فرینک (فرنگی) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، مسلمانوں کی سلطنتوں کے ٹکڑے ہڑپ کرتے چلے جا رہے تھے اور بعض مسلم حکمران شاہ فرینک کو سالانہ ٹیکس یا جزیہ ادا کر رہے تھے جس کی حیثیت غنڈہ ٹیکس کی سی تھی۔ صلیبی اپنی جنگی قوت کے رُعب سے اور چھوٹے موٹے حملوں سے حکمرانوں کو ڈراتے رہتے، کچھ علاقے پر قبضہ کر لیتے، تاوان اور ٹیکس وصول کرتے تھے۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ آہستہ آہستہ دنیائے اسلام کو ہڑپ کر لیا جائے۔ مسلمان حکمران اپنی رعایا کا خون چوس کر ٹیکس دیتے رہتے تھے۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ انہیں عیش و عشرت میں پریشان نہ کیا جائے۔

فرقہ پرستی کے بیج بھی بو دیئے گئے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک فرقہ حسن بن صباح کا تھا جو صلاح الدین ایوبی کی جوانی سے ایک صدی پہلے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ یہ مفاد پرستوں کا فرقہ تھا، بے حد خطرناک اور پُراسرار۔ یہ لوگ اپنے آپ کو 'فدائی' کہلاتے تھے جو بعد میں حشیشین کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ وہ حشیش نام کی ایک نشہ آور شے سے دوسروں کو اپنے جال میں پھانستے تھے۔

صلاح الدین ایوبی نے مدرسۂ نظام الملک میں تعلیم حاصل کی۔ یاد رہے کہ نظام الملک دنیائے اسلام کی ایک سلطنت کے وزیر تھے۔ یہ مدرسہ انہوں نے قائم کیا تھا جس میں اسلامی تعلیم دی جاتی اور بچوں کو اسلامی تفریحات اور تاریخ سے بہرہ ور کیا جاتا تھا۔ ایک مورخ ابنِ الاطہر کے مطابق نظام الملک، حسن بن صباح کے 'فدائیوں'



کا پہلا شکار ہوئے تھے کیونکہ وہ رومیوں کی توسیع پسندی کی راہ میں چٹان بنے ہوئے تھے۔ رومیوں نے ۱۰۹۱ء میں انہیں 'فدائیوں' کے ہاتھوں قتل کرا دیا۔ ان کا مدرسہ قائم رہا۔ صلاح الدین ایوبی نے وہیں تعلیم حاصل کی۔ اسی عمر میں اس نے سپاہ گری کی تربیت اپنے بزرگوں سے لی۔ نورالدین زنگی نے اسے جنگی چالیں سکھائیں، ملک کے انتظامات کے سبق دیئے اور ڈپلومیسی میں مہارت دی۔ اس تعلیم و تربیت نے اس کے اندر وہ جذبہ پیدا کر دیا جس نے آگے چل کر اسے صلیبیوں کے لیے سبھی بنا دیا۔ اوائل جوانی میں ہی اس نے وہ ذہانت اور اہلیت حاصل کر لی تھی جو ایک سالارِ اعظم کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

> صلاح الدین ایوبی نے فنِ حرب و ضرب میں جاسوسی (انٹیلی جنس)، کمانڈو اور گوریلا اپریشن کو خصوصی اہمیت دی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ صلیبی جاسوسی کے میدان میں آگے نکل گئے ہیں اور وہ مسلمانوں کے نظریات پر نہایت کارگر حملے کر رہے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی نظریات کے محاذ پر لڑنا چاہتا تھا جس میں تلوار استعمال نہیں ہوتی۔ اس کہانی میں آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ اُس کی تلوار کا وار تو گہرا ہوتا ہی تھا۔ اس کی ضرب کا وار اس سے کہیں زیادہ مار کرتا تھا۔ اس کے لئے تحمل اور بُردباری کی ضرورت ہوتی ہے جو اس نے اوائل عمر میں ہی اپنے آپ میں پیدا کر لی تھی۔
>
> اُسے جب مصر کا وائسرائے اور کمانڈر انچیف بنا کر مصر بھیجا گیا تو اُن سینئر افسروں نے ہنگامہ برپا کر دیا جو اس عہدے کی آس لگائے بیٹھے تھے۔ اُن کی نگاہ میں صلاح الدین ایوبی ابھی طفلِ مکتب تھا مگر اس طفلِ مکتب نے جب اُن کا سامنا کیا، اُس کی باتیں سنیں تو ان کا احتجاج سرد پڑ گیا۔ مورخ لین پول کے مطابق صلاح الدین ایوبی ڈسپلن کا بڑا ہی سخت ثابت ہُوا۔ اس نے تفریح، عیاشی اور آرام کو اپنے لیے اور اپنی ازواج کے لیے حرام قرار دے دیا۔ اس نے اپنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کو صرف اس مقصد پر مرکوز کر دیا کہ سلطنت اسلامیہ کو مستحکم کرنا ہے اور صلیبیوں کو اس سرزمین سے نکالنا ہے۔ فلسطین پر وہ ہر قیمت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یہی مقاصد اپنی فوج کو دیئے۔ مصر کا وائسرائے بن کر اس نے کہا — "خدا نے مجھے مصر کی سرزمین دی ہے۔ اس کی ذاتِ باری مجھے فلسطین بھی ضرور عطا کرے گی"۔ مگر مصر پہنچ کر اُس پر انکشاف ہُوا کہ اس کا مقابلہ صرف صلیبیوں سے نہیں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں نے

اس کی راہ میں بڑے بڑے حسین جال بچھا رکھے ہیں جو صلیبیوں کے عزائم اور جنگی قوت سے زیادہ خطرناک ہیں۔

☆

مصر میں صلاح الدین ایوبی کا استقبال جن زعما نے کیا ان میں ناجی نام کا ایک سالار خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ ایوبی نے سب کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور زبان پر پیار و محبت کی چاشنی تھی۔ بعض پرانے افسروں نے اسے ایسی نگاہوں سے دیکھا جن میں طنز تھی اور تمسخر بھی تھا۔ وہ صلاح الدین ایوبی کے صرف نام سے واقف تھے یا اس کے متعلق یہ جانتے تھے کہ وہ حکمران خاندان کا فرد اور اپنے چچا کا جانشین ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ نورالدین زنگی کے ساتھ اس کا کیا رشتہ ہے۔ ان کی نگاہوں میں صلاح الدین ایوبی کی اہمیت بس اس کے خاندان کی بدولت تھی یا اس وجہ سے انہوں نے اسے اہمیت دی کہ وہ مصر کا فوجی وائسرائے بن کے آیا تھا۔ اس کے سوا انہوں نے صلاح الدین ایوبی کو کوئی وقعت نہ دی۔ ایک بوڑھے افسر نے اپنے ساتھ کھڑے افسر کے کان میں کہا۔

"بچہ ہے۔ اسے ہم پال لیں گے"

موقع اور اس وقت کے رواج کے مطابق یہ نہیں بتا سکتے کہ صلاح الدین ایوبی نے ان لوگوں کی نظریں جانچ لی تھیں یا نہیں۔ وہ استقبال کرنے والے اس ہجوم میں بچہ لگ رہا تھا۔ البتہ جب وہ ناجی کے سامنے مصافحہ کے لئے رکا تو ایوبی کے چہرے پر تبدیلی سی آگئی تھی۔ وہ ناجی سے ہاتھ ملانا چاہتا تھا لیکن ناجی جو اس کے باپ کی عمر کا تھا۔ سب سے پہلے درباری خوشامدیوں کی طرح جھکا۔ پھر ایوبی سے بغل گیر ہوگیا۔ اس نے ایوبی کی پیشانی چوم کر کہا ــــ "میرے خون کا آخری قطرہ بھی تمہاری جان کی حفاظت کے لیے بہے گا۔ تم میرے پاس زنگی اور شیرکوہ کی امانت ہو"

"میری جان عظمتِ اسلام سے زیادہ قیمتی نہیں"۔ صلاح الدین ایوبی نے ناجی کا ہاتھ چوم کر کہا ــــ "محترم! اپنے خون کا ایک ایک قطرہ سنبھال کر رکھیئے۔ صلیبی سیاہ گھٹاؤں کی مانند چھا رہے ہیں"

ناجی جواب میں صرف مسکرایا جیسے صلاح الدین ایوبی نے کوئی لطیفہ سنایا ہو۔

صلاح الدین ایوبی اس تجربہ کار سالار کی مسکراہٹ کو غالباً نہیں سمجھ سکا۔ ناجی فاطمی خلافت کا پروردہ سالار تھا۔ وہ مصر میں باڈی گارڈز کا کمانڈر تھا جس کی نفری



پچاس ہزار تھی اور ساری کی ساری نفری سوڈانی تھی۔ یہ فوج اُس دور کے جدید ہتھیاروں سے مسلح تھی اور یہ فوج ناجی کا ہتھیار بن گئی تھی جس کے زور پر وہ بے تاج بادشاہ بنا بیٹھا تھا۔ وہ سازشوں اور مفاد پرستی کا دور تھا۔ اسلامی دُنیا کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی۔ صلیبیوں کی بھی نہایت دلکش تخریب کاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ زر پرستی اور تعیش کا دور دورہ تھا۔ جس کے پاس ذرا سی بھی طاقت تھی، اسے وہ اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے اور دولت سمیٹنے کے لیے استعمال کرتا تھا۔ سوڈانی باڈی گارڈز فوج کا کمانڈر ناجی مصر میں حکمرانوں اور دیگر سربراہوں کے لیے دہشت بنا ہُوا تھا۔ خدا نے اسے سازش سازی دماغ دیا تھا۔ اُسے اُس دور کا بادشاہ ساز کہا جاتا تھا۔ بنانے اور بگاڑنے میں خصوصی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے صلاح الدین ایوبی کو دیکھا تو اس کے چہرے پر بالکل اسی طرح مسکراہٹ آگئی جس طرح کمزور سی بھیڑ کو دیکھ کر بھیڑیئے کے دانت نکل آتے ہیں۔ ایوبی اس زہرخند کو نہ سمجھ سکا۔ اُس کے لیے سب سے زیادہ اہم آدمی ناجی ہی تھا کیونکہ وہ پچاس ہزار باڈی گارڈز کا کمانڈر تھا اور صلاح الدین کو اس فوج کی ضرورت تھی۔

صلاح الدین ایوبی سے کہا گیا کہ حضور بڑی لمبی مسافت سے تشریف لائے ہیں پہلے آرام کریں تو اس نے کہا ــــ "میرے سر پر جو دستار رکھ دی گئی ہے میں اس کے اہل نہ تھا۔ اس دستار نے میرا آرام اور میری نیند ختم کر دی ہے۔ کیا آپ حضرات مجھے اُس چھت کے نیچے نہیں لے چلیں گے جہاں میرے فرائض میرا انتظار کر رہے ہیں؟"

"کیا حضور کو کھانے سے پہلے طعام پسند نہیں فرمائیں گے؟" ــــ اُس کے نائب نے پوچھا۔

صلاح الدین ایوبی نے کچھ سوچا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ لمبے تڑنگے، قوی ہیکل باڈی گارڈز اس عمارت کے سامنے دو رویہ کھڑے تھے جس میں کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ ایوبی نے ان گارڈز کے قد بُت اور ہتھیار دیکھے تو اس کے چہرے پر رونق آگئی مگر یہ رونق دروازے میں قدم رکھتے ہی غائب ہوگئی۔ وہاں چار نوجوان لڑکیاں جن کے جسموں میں زندگی چھلک اور شانوں پر بکھرے ہوئے ریشمی بالوں میں قدرت کا حُسن سمویا ہُوا تھا، ہاتھوں میں پھولوں کی ٹوپیوں سے بھری ہوئی خوشنما ٹوکریاں اٹھائے کھڑی تھیں۔ انہوں نے صلاح الدین ایوبی کے راستے میں ٹوپیاں بکھیرنی شروع کر دیں

اور اس کے ساتھ دف کی تال پر طاؤس و رباب اور شہنائیوں کا مسحور کن نغمہ اُبھرا۔ ایوبی نے راستے میں پھولوں کی پتیاں دیکھ کر قدم پیچھے کر لیا۔ ناجی اور اس کا نائب اُس کے دائیں بائیں تھے۔ وہ دونوں جھک گئے اور اُسے آگے چلنے کی دعوت دی۔ یہ وہ انداز تھا جسے مغل بادشاہوں نے ہندوستان میں رائج کیا تھا۔

"صلاح الدین ایوبی پھولوں کی پتیاں مسلنے نہیں آیا۔" ایوبی نے ایسی مسکراہٹ سے کہا جو اُن لوگوں نے پہلے کم ہی کبھی کسی کے ہونٹوں پر دیکھی تھی۔

"ہم حضور کے راستے میں آسمان سے تارے بھی نوچ کر بچھا سکتے ہیں۔" ناجی نے کہا۔

"اگر میری راہ میں کچھ بچھانا چاہتے ہو تو وہ ایک ہی چیز ہے جو میرے دل کو بھاتی ہے۔" صلاح الدین ایوبی نے کہا۔

"آپ حکم دیں۔" نائب نے کہا۔ "وہ کون سی چیز ہے جو حضور کے دل کو بھاتی ہے؟"

"صلیبیوں کی لاشیں۔" صلاح الدین ایوبی نے مسکرا کر کہا مگر فوراً ہی اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس نے دھیمی آواز میں جس میں قہر اور عتاب چھپا ہوا تھا، کہا۔ "مسلمان کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں۔ جانتے نہیں ہو صلیبی سلطنتِ اسلامیہ کو چوہوں کی طرح کھا رہے ہیں؛ اور جانتے ہو کہ وہ کیوں کامیاب ہو رہے ہیں؛ صرف اس لیے کہ ہم نے پھولوں کی پتیوں پر چلنا شروع کر دیا ہے۔ ہم نے اپنی بچیوں کو ننگا کر کے اُن کی عصمتیں روند ڈالی ہیں۔ میری فوجیں فلسطین پر لگی ہوئی ہیں۔ تم میری راہ میں پھول بچھا کر مصر سے بھی اسلام کا پرچم اُتروا دینا چاہتے ہو؟"... اُس نے سب کو ایک نظر دیکھا اور دبدبے سے کہا۔ "اُٹھا لو یہ پھول میرے راستے سے۔ میں نے ان پر قوم رکھا تو میری روح کانٹوں سے چھلنی ہو جائے گی۔ بٹا دو لڑکیوں کو میرے راستے سے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری تلوار ان کے اتنے دلکش سنہرے بالوں میں اُلجھ کر بیکار ہو جائے۔"

"حضور کی جاہ و حشمت....."

"مجھے حضور نہ کہو۔" صلاح الدین ایوبی نے برلبے راہے کو یوں ٹوک دیا جیسے تلوار سے کسی کافر کی گردن کاٹ دی ہو۔ اس نے کہا۔ "حضور وہ تھے جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو اور جن کا میں غلام بے دام ہوں۔ میری جان فدا ہو اُس حضور صلعم پر جن کے مقدس پیغام کو میں نے سینے پر کندہ کر رکھا ہے۔ میں یہی پیغام لے کے مصر میں آیا ہوں۔



صلیبی مجھ سے یہ پیغام چھین کر بحیرۂ روم میں ڈبو دینا چاہتے ہیں۔ شراب میں غرق کر دینا چاہتے ہیں۔ میں بادشاہ بن کے نہیں آیا۔"

لڑکیاں کسی کے اشارے پر پھولوں کی پتیاں سمیٹ کر وہاں سے ہٹ گئیں تھیں صلاح الدین ایوبی تیزی سے دروازے کے اندر چلا گیا۔ ایک وسیع کمرہ تھا۔ اس میں ایک لمبی میز رکھی تھی جس پر رنگا رنگ پھول بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان بہت سے بھنے ہوئے بکروں کے بڑے بڑے ٹکڑے، سالم مرغ اور جانے کیسے کیسے کھانے سجے ہوئے تھے۔ صلاح الدین ایوبی رک گیا اور اپنے نائب سے پوچھا۔ "کیا مصر کا ہر باشندہ اسی قسم کا کھانا کھاتا ہے؟"

"نہیں حضور!" نائب نے جواب دیا۔ "غریب لوگ تو ایسے کھانے کے خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔"

"تم سب کس قوم کے فرد ہو؟" صلاح الدین ایوبی نے پوچھا۔ "کیا ان لوگوں کی قوم الگ ہے جو ایسے کھانوں کے خواب بھی نہیں دیکھ سکتے؟" کسی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اس نے کہا۔ "اس جگہ جس قدر ملازم ہیں اور یہاں جتنے سپاہی ڈیوٹی پر ہیں اُن سب کو اندر بلاؤ۔ یہ کھانا انہیں کھلا دو۔" اس نے لپک کر ایک روٹی اٹھائی۔ اس پر دو تین بوٹیاں رکھیں اور کھڑے کھڑے کھانے لگا۔ نہایت تیزی سے پوری روٹی کھا کر پانی پیا اور باڈی گارڈز کے کمانڈر ناجی کو ساتھ لے کر اس کمرے میں چلا گیا جو دفتر کا دفتر تھا۔

دو گھنٹے بعد ناجی باہر نکلا۔ دوڑ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ایڑ لگائی اور نقاروں سے اوجھل ہو گیا۔

رات ناجی کے خاص کمرے میں اس کے دو کمانڈر جو اُس کے معتمد اور ہمراز تھے اس کے پاس بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ ناجی نے کہا۔ "جوانی کا جوش ہے۔ تھوڑے دنوں میں ٹھنڈا کر دوں گا۔ کم بخت جو بھی بات کرتا ہے کہتا ہے ربِ کعبہ کی قسم صلیبیوں کو سلطنتِ اسلامیہ سے باہر نکال کر دم لوں گا۔"

"صلاح الدین ایوبی۔" ایک کمانڈر نے لقمہ دیا۔ "اتنا بھی نہیں جانتا کہ سلطنتِ اسلامیہ کا دم نکل چکا ہے۔ اب سوڈانی حکومت کریں گے۔"

"کیا آپ نے اُسے بتایا نہیں کہ یہ پچاس ہزار کا لشکر سوڈانی ہے؟" دوسرے کمانڈر نے ناجی سے پوچھا۔ "اور یہ لشکر جسے وہ اپنی فوج سمجھتا ہے، صلیبیوں کے

خلاف نہیں لڑے گا؟"

"تمہارا دماغ ٹھکانے ہے اوردش!" ناجی نے کہا۔ "میں اُسے یہ یقین دلا آیا ہوں کہ یہ پچاس ہزار سوڈانی شیراس کے اشارے پر صلیبیوں کے پرخچے اڑا دیں گے۔ لیکن...." ناجی چپ ہو کر سوچ میں پڑ گیا۔

"لیکن کیا؟"

"اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ مصر کے باشندوں کی ایک فوج تیار کرو۔" ناجی نے کہا۔ "اس نے کہا ہے کہ ایک ہی ملک کی فوج مناسب نہیں ہوتی۔ وہ مصر کے لوگوں کو بھرتی کر کے ہماری فوج میں شامل کرنا چاہتا ہے۔"

"تو آپ نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔" ناجی نے جواب دیا۔ "مگر میں ایسے حکم کی تعمیل نہیں کروں گا۔"

"مزاج کا کیسا ہے؟" اوردش نے پوچھا۔

"خدا کا پتا معلوم ہوتا ہے۔" ناجی نے جواب دیا۔

"آپ کی دانش اور تجربے کے سامنے تو وہ کچھ بھی نہیں لگتا۔" دوسرے کمانڈر نے کہا۔ "نیا نیا امیر مصر بن کے آیا ہے۔ کچھ روز یہ نشہ طاری رہے گا۔"

"میں یہ نشہ اُترنے نہیں دوں گا۔" ناجی نے کہا۔ "اسے اسی نشے میں برسات کر کے ماروں گا۔"

بہت دیر تک یہ تینوں صلاح الدین ایوبی کے خلاف باتیں کرتے رہے اور اس مسئلے پر غور کرتے رہے کہ اگر صلاح الدین ایوبی نے ناجی کی بے تاج بادشاہی کے لیے خطرہ پیدا کر دیا تو وہ کیا کارروائی کریں گے۔ اُدھر صلاح الدین ایوبی اپنے نائبین کو سامنے بٹھائے یہ ذہن نشین کرا رہا تھا کہ وہ حکومت کرنے نہیں آیا اور نہ کسی کو حکومت کرنے دے گا۔ اُس نے انہیں کہا کہ اسے جنگی طاقت کی ضرورت ہے اور اُس نے یہ بھی کہا کہ اُسے یہاں کا فوجی ڈھانچہ بالکل پسند نہیں۔ پچاس ہزار باڈی گارڈز سوڈانی ہیں۔ انہیں ہر ضلعے کے باشندوں کو یہ حق دینا ہے کہ وہ ہماری فوج میں آئیں۔ اپنے جوہر دکھائیں اور مالِ غنیمت میں سے اپنا حصہ وصول کریں۔ یہاں کے عوام کا معیارِ زندگی اسی



طرح بلند ہو سکتا ہے۔ صلاح الدین ایوبی نے انہیں بتایا۔ "میں نے ناجی سے کہہ دیا ہے کہ وہ عام بھرتی شروع کر دے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا؟" ایک نائم نے اُس سے پوچھا۔

"کیا وہ حکم کی تعمیل سے گریز کرے گا؟"

"وہ گریز کر سکتا ہے۔" نائم نے جواب دیا۔ "فوجی امور اُسی کے سپرد ہیں۔ وہ کسی سے حکم لیا نہیں کرتا۔ اپنی سنایا کرتا ہے۔"

صلاح الدین ایوبی خاموش رہا جیسے اس پر کچھ اثر ہی نہ ہُوا ہو۔ اُس نے سب کو رخصت کر دیا اور صرف علی بن سفیان کو اپنے ساتھ رکھا۔ علی بن سفیان جاسوسی اور جوابی جاسوسی کا ماہر تھا۔ اسے صلاح الدین ایوبی بغداد سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ وہ اُدھیڑ عمر آدمی تھا۔ اداکاری، چرب زبانی اور بھیس بدلنے میں مہارت رکھتا تھا۔ جنگوں میں اس نے جاسوسی کی بھی تھی اور جاسوسوں کو پکڑا بھی تھا۔ اس کا اپنا گروہ تھا جو اُسلان سے تارے بھی توڑ لاتا تھا ـــــ صلاح الدین ایوبی کو جاسوسی کی اہمیت سے واقفیت تھی۔ فنی مہارت کے علاوہ علی میں وہی جذبہ تھا جو صلاح الدین ایوبی میں تھا۔

"تم نے سنا علی!" صلاح الدین نے کہا۔ "یہ لوگ کہہ گئے ہیں کہ ناجی کسی سے حکم لیا نہیں کرتا۔ اپنی سنایا کرتا ہے۔"

"ہاں۔" علی نے جواب دیا۔ "میں نے سُن لیا ہے۔ اگر میں چہرے پہچاننے میں غلطی نہیں کرتا تو میری رائے میں باڈی گارڈز کا یہ کمانڈر جس کا نام ناجی ہے، ناپاک ذہنیت کا انسان ہے۔ اس کے متعلق میں پہلے سے بھی کچھ جانتا ہوں۔ یہ فوج جو ہمارے خزانے سے تنخواہ لیتی ہے، دراصل ناجی کی ذاتی فوج ہے۔ اس نے حکومتی حلقوں میں ایسی ایسی سازشیں کی ہیں جنہوں نے انتظامی ڈھانچے کو بے حد کمزور کر دیا ہے۔ آپ کا یہ فیصلہ بالکل بجا ہے کہ فوج میں یہاں کے ہر ضلعے کے سپاہی ہونے چاہئیں۔ میں آپ کو تفصیلی معلومات فراہم کروں گا۔ مجھے شک ہے کہ سوڈانی فوج ناجی کی وفادار ہے، ہماری نہیں۔ آپ کو اس فوج کی ترتیب اور تنظیم بدلنی پڑے گی یا ناجی کو سبکدوش کرنا پڑے گا۔"

"میں اپنی صفوں میں ہی اپنے دشمن پیدا نہیں کرنا چاہتا۔" صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "ناجی گھر کا بھیدی ہے۔ اسے سبکدوش کر کے اپنا دشمن بنا لینا دانشمندی نہیں۔

ہماری تلوار غیروں کے لیے ہے، اپنوں کا خون بہانے کے لیے نہیں۔ میں ناجی کی ذہنیت کو پیار اور محبت سے بدل سکتا ہوں۔ تم اس فوج کی ذہنیت معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے صحیح اطلاع دو کہ فوج کہاں تک ہماری وفادار ہے۔"

گرناجی اتنا گیا آدمی نہیں تھا۔ اس کی ذہنیت پیار اور محبت کے بکھیڑوں سے آزاد تھی۔ اُسے اگر پیار تھا تو اپنے اقتدار اور شیطانیت کے ساتھ تھا۔ اس لاڈسے وہ پتھر تھا مگر جسے اپنے جال میں پھانسنا چاہتا اس کے سامنے موم ہو جاتا تھا۔ اس نے صلاح الدین ایوبی کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا۔ اس کے سامنے وہ بیٹھتا نہیں تھا۔ ہاں میں ہاں ملاتا چلا جاتا تھا۔ اس نے مصر کے مختلف خطوں سے ایوبی کے حکم کے مطابق فوج کے لیے بھرتی شروع کر دی تھی، حالانکہ یہ کام اُس کی مرضی کے خلاف تھا۔ دن گزرتے جا رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی اُسے کچھ کچھ پسند کرنے لگا تھا۔ ناجی نے اُسے یقین دلایا تھا کہ سوڈانی باڈی گارڈز فوج حکم کی منتظر ہے اور یہ قوم کی توقعات پر پوری اُترے گی۔ ناجی صلاح الدین ایوبی کو دو تین مرتبہ کہہ چکا تھا کہ وہ باڈی گارڈز کی طرف سے اُسے دعوت دینا چاہتا ہے اور فوج اس کے اعزاز میں جشن منانے کے لیے بے تاب ہے لیکن صلاح الدین ایوبی مصروفیت کی وجہ سے یہ دعوت قبول نہیں کر سکا تھا۔

☆

رات کا وقت تھا۔ ناجی اپنے کمرے میں اپنے دو معتمد جونیئر کمانڈروں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ دو ناچنے والیاں سازوں کی ہلکی ہلکی موسیقی پر مستی میں آئی ہوئی ناگنوں کی طرح مسحور کن اداؤں سے رقص کر رہی تھیں۔ اُن کے پاؤں میں گھنگرو نہیں تھے۔ اُن کے جسموں پر کپڑے صرف اسی قدر تھے کہ اُن کے ستر ڈھکے ہوئے تھے۔ اس رقص میں خمار کا تاثر تھا۔

دربان اندر آیا اور ناجی کے کان میں کچھ کہا۔ ناجی جب شراب اور رقص میں محو ہوتا تھا تو کوئی مخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ صرف دربان کو معلوم تھا کہ وہ کون سا ضروری کام ہے جس کی خاطر ناجی عیش و طرب کی محفل سے اٹھا کرتا ہے ورنہ وہ اندر آنے کی جرأت نہ کرتا۔ اس کی بات سنتے ہی ناجی باہر نکل گیا اور دربان اُسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ وہاں سوڈانی لباس میں ملبوس ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک جوان لڑکی تھی۔ ناجی کو دیکھ کر وہ اٹھی۔ ناجی اُس کے



چہرے اور قد کاٹھ کی رنگینی دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ وہ عورتوں کا شکاری تھا۔ اُسے عورتیں صرف اپنی عیاشی کے لئے درکار نہیں ہوتی تھیں۔ ان سے وہ اور بھی کئی کام لیا کرتا تھا جن میں ایک یہ تھا کہ وہ نہایت خوبصورت اور عیار لڑکیوں کے ذریعے بڑے بڑے افسروں کو اپنی مٹھی میں رکھتا تھا اور ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ انہیں امیروں وزیروں کو بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کرتا تھا اور ان سے وہ جاسوسی بھی کراتا تھا۔ جس طرح قصاب جانور کو دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ اُس کا گوشت کتنا ہے، اسی طرح ناجی لڑکی کو دیکھ کر اندازہ کر لیا کرتا تھا کہ یہ کس کام کے لیے موزوں ہے۔ لڑکیوں کے بیوپاری اور پردہ فروش اکثر ناجی کے پاس مال لاتے رہتے تھے۔

یہ آدمی بھی ایسے ہی بیوپاریوں میں سے لگتا تھا۔ لڑکی کے متعلق اُس نے بتایا کہ تجربہ کار ہے۔ ناچ بھی سکتی ہے اور پتھر کو زبان کے میٹھے زہر سے پانی میں تبدیل کر سکتی ہے۔ ناجی نے اس کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ وہ اس فن کا ماہر تھا۔ اس کے مطابق اس نے لڑکی کا امتحان لیا اور اس نے یہ رائے قائم کی کہ جس کام کے لیے وہ ایک اور لڑکی کو تیار کر رہا تھا اس کے لیے یہ لڑکی تھوڑی سی ٹریننگ کے بعد موزوں ہو سکتی ہے۔ سودا طے ہو گیا۔ بیوپاری قیمت وصول کر کے چلا گیا۔ ناجی لڑکی کو اُس کمرے میں لے گیا جہاں اس کے دو ساتھی رقص اور شراب سے دل بہلا رہے تھے۔ اُس نے لڑکی کو ناچنے کے لیے کہا۔ لڑکی نے جب چغہ اُتار کر جسم کو دوہری بل دیئے تو ناجی اور اس کے ساتھی تڑپ اٹھے۔ پہلی دونوں ناچنے والیوں کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ اس نئی لڑکی کے سامنے ان کی قدر و قیمت کم ہو گئی تھی۔

ناجی نے اسی وقت محفل برخاست کر دی اور اس لڑکی کو اپنے پاس بٹھا کر سب کو باہر نکال دیا۔ لڑکی سے نام پوچھا تو اس نے ذکوئی بتایا۔ ناجی نے اسے کہا۔ "ذکوئی! تمہیں یہاں لانے والے نے بتایا تھا کہ تم پتھر کو پانی میں تبدیل کر سکتی ہو۔ میں تمہارا یہ کمال دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"وہ پتھر کون ہے؟" ذکوئی نے پوچھا۔

"نیا امیرِ مصر۔" ناجی نے جواب دیا۔ "وہ سالارِ اعظم بھی ہے۔"

"صلاح الدین ایوبی؟" ذکوئی نے پوچھا۔

"ہاں۔ صلاح الدین ایوبی۔" ناجی نے کہا۔ "اگر تم اسے پانی میں تبدیل کر دو تو

ہماری تلوار غیروں کے لیے ہے، اپنوں کا خون بہانے کے لیے نہیں۔ میں ناجی کی ذہنیت کو پیار اور محبت سے بدل سکتا ہوں۔ تم اس فوج کی ذہنیت معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے صحیح اطلاع دو کہ فوج کہاں تک ہماری وفادار ہے۔"

گرناجی اتنا گیا آدمی نہیں تھا۔ اس کی ذہنیت پیار اور محبت کے بکھیڑوں سے آزاد تھی۔ اُسے اگر پیار تھا تو اپنے اقتدار اور شیطانیت کے ساتھ تھا۔ اس لاڈسے وہ پتھر تھا مگر جسے اپنے جال میں پھانسنا چاہتا اس کے سامنے موم ہو جاتا تھا۔ اس نے صلاح الدین ایوبی کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا۔ اس کے سامنے وہ بیٹھتا نہیں تھا۔ ہاں میں ہاں ملاتا چلا جاتا تھا۔ اس نے مصر کے مختلف خطوں سے ایوبی کے حکم کے مطابق فوج کے لیے بھرتی شروع کر دی تھی، حالانکہ یہ کام اُس کی مرضی کے خلاف تھا۔ دن گزرتے جا رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی اُسے کچھ کچھ پسند کرنے لگا تھا۔ ناجی نے اُسے یقین دلایا تھا کہ سوڈانی باڈی گارڈز فوج حکم کی منتظر ہے اور یہ قوم کی توقعات پر پوری اُترے گی۔ ناجی صلاح الدین ایوبی کو دو تین مرتبہ کہہ چکا تھا کہ وہ باڈی گارڈز کی طرف سے اُسے دعوت دینا چاہتا ہے اور فوج اس کے اعزاز میں جشن منانے کے لیے بے تاب ہے لیکن صلاح الدین ایوبی مصروفیت کی وجہ سے یہ دعوت قبول نہیں کر سکا تھا۔

☆

رات کا وقت تھا۔ ناجی اپنے کمرے میں اپنے دو معتمد جونیئر کمانڈروں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ دو ناچنے والیاں سازوں کی ہلکی ہلکی موسیقی پر مستی میں آئی ہوئی ناگنوں کی طرح مسحور کن اداؤں سے رقص کر رہی تھیں۔ اُن کے پاؤں میں گھنگرو نہیں تھے۔ اُن کے جسموں پر کپڑے صرف اسی قدر تھے کہ اُن کے ستر ڈھکے ہوئے تھے۔ اس رقص میں خمار کا تاثر تھا۔

دربان اندر آیا اور ناجی کے کان میں کچھ کہا۔ ناجی جب شراب اور رقص میں محو ہوتا تھا تو کوئی مخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ صرف دربان کو معلوم تھا کہ وہ کون سا ضروری کام ہے جس کی خاطر ناجی عیش و طرب کی محفل سے اٹھا کرتا ہے ورنہ وہ اندر آنے کی جرأت نہ کرتا۔ اس کی بات سنتے ہی ناجی باہر نکل گیا اور دربان اُسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ وہاں سوڈانی لباس میں ملبوس ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک جوان لڑکی تھی۔ ناجی کو دیکھ کر وہ اٹھی۔ ناجی اُس کے



چہرے اور قد کاٹھ کی رنگینی دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ وہ عورتوں کا شکاری تھا۔ اُسے عورتیں صرف اپنی عیاشی کے لئے درکار نہیں ہوتی تھیں۔ ان سے وہ اور بھی کئی کام لیا کرتا تھا جن میں ایک یہ تھا کہ وہ نہایت خوبصورت اور عیار لڑکیوں کے ذریعے بڑے بڑے افسروں کو اپنی مٹھی میں رکھتا تھا اور ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ انہیں امیروں وزیروں کو بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کرتا تھا اور ان سے وہ جاسوسی بھی کراتا تھا۔ جس طرح قصاب جانور کو دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ اُس کا گوشت کتنا ہے، اسی طرح ناجی لڑکی کو دیکھ کر اندازہ کر لیا کرتا تھا کہ یہ کس کام کے لیے موزوں ہے۔ لڑکیوں کے بیوپاری اور پردہ فروش اکثر ناجی کے پاس مال لاتے رہتے تھے۔

یہ آدمی بھی ایسے ہی بیوپاریوں میں سے لگتا تھا۔ لڑکی کے متعلق اُس نے بتایا کہ تجربہ کار ہے۔ ناچ بھی سکتی ہے اور پتھر کو زبان کے میٹھے زہر سے پانی میں تبدیل کر سکتی ہے۔ ناجی نے اس کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ وہ اس فن کا ماہر تھا۔ اس کے مطابق اس نے لڑکی کا امتحان لیا اور اس نے یہ رائے قائم کی کہ جس کام کے لیے وہ ایک اور لڑکی کو تیار کر رہا تھا اس کے لیے یہ لڑکی تھوڑی سی ٹریننگ کے بعد موزوں ہو سکتی ہے۔ سودا طے ہو گیا۔ بیوپاری قیمت وصول کر کے چلا گیا۔ ناجی لڑکی کو اُس کمرے میں لے گیا جہاں اس کے دو ساتھی رقص اور شراب سے دل بہلا رہے تھے۔ اُس نے لڑکی کو ناچنے کے لیے کہا۔ لڑکی نے جب چغہ اُتار کر جسم کو دوہری بل دیئے تو ناجی اور اس کے ساتھی تڑپ اٹھے۔ پہلی دونوں ناچنے والیوں کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ اس نئی لڑکی کے سامنے ان کی قدر و قیمت کم ہو گئی تھی۔

ناجی نے اسی وقت محفل برخاست کر دی اور اس لڑکی کو اپنے پاس بٹھا کر سب کو باہر نکال دیا۔ لڑکی سے نام پوچھا تو اس نے ذکوئی بتایا۔ ناجی نے اسے کہا۔ "ذکوئی! تمہیں یہاں لانے والے نے بتایا تھا کہ تم پتھر کو پانی میں تبدیل کر سکتی ہو۔ میں تمہارا یہ کمال دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"وہ پتھر کون ہے؟" ذکوئی نے پوچھا۔

"نیا امیرِ مصر۔" ناجی نے جواب دیا۔ "وہ سالارِ اعظم بھی ہے۔"

"صلاح الدین ایوبی؟" ذکوئی نے پوچھا۔

"ہاں۔ صلاح الدین ایوبی۔" ناجی نے کہا۔ "اگر تم اسے پانی میں تبدیل کر دو تو

چُن دی ہے جس کی آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں اور یہ دلیلِ متحرک ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ میں نے اُسے اپنے جاسوسی کے قلعے میں قید کر لیا ہے۔"

صلاح الدّین ایوبی کو علی بن سفیان پر اس قدر اعتماد تھا کہ اس سے اس کی درپردہ کارروائی کی تفصیل نہ پوچھی۔ علی نے اس سے پوچھا: "معلوم ہُوا ہے کہ وہ آپ کو جشن پر مدعو کر رہا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو اس کی دعوت اس وقت قبول کیجئے گا جب میں آپ کو بتاؤں گا۔"

ایوبی اٹھا اور ہاتھ پیٹھ پیچھے رکھ کر ٹہلنے لگا۔ اُس کی آہ نکل گئی۔ وہ رک گیا اور بولا۔ "بن سفیان! زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بے مقصد زندگی سے کیا یہ بہتر نہیں کہ انسان پیدا ہوتے ہی مر جائے؟ کبھی کبھی یہ سوچ دماغ میں آجاتی ہے کہ وہ لوگ شاید خوش نصیب ہیں جن کی قومی حس مُردہ ہوتی ہے اور جن کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ بڑے مزے سے جیتے اور اپنی آئی پر مر جاتے ہیں۔"

"وہ بدنصیب ہیں امیرِ محترم!" علی نے کہا۔

"ہاں بن سفیان!" صلاح الدّین ایوبی نے کہا۔ "میں جب انہیں خوش نصیب کہتا ہوں تو یہی بات معلوم نہیں کون میرے کان میں کہہ دیتا ہے جو تم نے کہی ہے۔ مگر سوچتا ہوں کہ ہم نے تاریخ کا دھارا اس موڑ پر نہ بدلا تو ملّتِ اسلامیہ بکھر کر وادیوں، جنگلوں اور صحراؤں میں کھو جائے گی۔ ملّت کی خلافت تین حصوں میں بٹ گئی ہے۔ امیر من مانی کر رہے ہیں اور صلیبیوں کے آلۂ کار بنتے جا رہے ہیں۔ مجھے یہ ڈر بھی محسوس ہونے لگا ہے کہ مسلمان اگر زندہ رہے تو وہ ہمیشہ صلیبیوں کے غلام اور آلۂ کار رہیں گے۔ وہ اسی پر خوش رہیں گے کہ زندہ ہیں مگر قوم کی حیثیت سے وہ مردہ ہوں گے۔ ذرا نقشہ دیکھو علی! آدھی صدی میں دیکھو ہماری سلطنت کا نقشہ کتنا سکڑ گیا ہے۔" وہ خاموش ہو گیا۔ سر جھکا کر ٹہلنے لگا۔ پھر رک گیا اور سر کو جھٹک کر علی بن سفیان کو دیکھا۔ کہنے لگا۔ "جب تنہائی اپنے اندر سے اٹھے تو اسے روکنا محال ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری خلافت اور امارتوں کا یہی حال رہا تو صلیبیوں کو ہم پر حملے کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وہ آگ جس میں ہم اپنا ایمان، اپنا کردار اور اپنی قومیت جلا رہے ہیں اس میں صلیبی آہستہ آہستہ تیل ڈالتے رہیں گے۔ ان کی سازشیں ہمیں آپس میں لڑاتی رہیں گی .... میں شاید اپنا عزم پورا نہ کر سکوں۔ میں شاید صلیبیوں سے شکست بھی کھا جاؤں لیکن میں قوم کے نام ایک وصیت چھوڑنا



چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ کسی غیر مسلم پر کبھی بھروسہ نہ کرنا۔ اُن کے خلاف لڑنا ہے تو لڑ کر مر جانا، کسی غیر مسلم کے ساتھ کبھی سمجھوتہ اور کوئی معاہدہ نہ کرنا۔"

"آپ کا لہجہ بتا رہا ہے جیسے آپ اپنے عزم سے مایوس ہو گئے ہیں"۔۔۔۔ علی بن سفیان نے کہا۔

"مایوس نہیں۔" صلاح الدّین ایوبی نے کہا۔ "جذباتی .... علی! میرا ایک حکم متعلقہ شعبہ تک پہنچا دو۔ بھرتی تیز کر دو اور کوشش کرو کہ فوج کے لیے زیادہ سے زیادہ ایسے آدمی رکھو جو جنگ کا تجربہ حاصل کر چکے ہوں۔ ہمارے پاس اتنی لمبی تربیت کا وقت نہیں۔ بھرتی ہونے والوں کا مسلمان ہونا لازمی قرار دے دو اور تم اپنے لیے ذہین نوجوان کر لو کہ ایسے جاسوسوں کا ایک دستہ تیار کرو جو دشمن کے علاقے میں جا کر جاسوسی بھی کریں اور تخریب بھی ماریں۔ یہ جانبازوں کا دستہ ہوگا۔ انہیں خصوصی تربیت دو۔ ان میں یہ صفات پیدا کرو کہ اونٹ کی طرح زیادہ سے زیادہ عرصہ پیاس برداشت کر سکیں۔ اُن کی نظریں عقاب کی طرح تیز ہوں۔ اُن میں صحرائی لومڑی کی مکاری ہو اور وہ رسّوں پر چیتے کی طرح جھپٹنے کی مہارت، دلیری اور طاقت کے مالک ہوں۔ اُن میں شراب، حشیش وغیرہ کی عادت نہ ہو اور عورت کے لیے وہ برف کی طرح یخ ہوں .... بھرتی تیز کرا دو بن سفیان!.... اور یاد رکھو، میں ہجوم کا قائل نہیں۔ مجھے لڑنے والوں کی ضرورت ہے خواہ تعداد تھوڑی ہو۔ اُن میں قومی جذبہ ہو اور وہ میرے عزم کو سمجھتے ہوں۔ کسی کے دل میں یہ شبہ نہ ہو کہ اُسے کیوں لڑایا جا رہا ہے۔"

☆

اگلے دس دنوں میں ہزارہا تربیت یافتہ سپاہی امارتِ مصر کی فوج میں آ گئے اور اُن دس دنوں میں ناجی نے ٹرکوں کو ٹریننگ دے دی کہ وہ صلاح الدّین ایوبی کو کون کون سے طریقے سے اپنے حُسن کے جال میں پھانس کر اس کی شخصیت اور اس کے کردار کو کمزور کر سکتی ہے۔ ناجی کے ہمراز دوستوں نے ذکوی کو دیکھا تو انہوں نے بلا توقف تردید کہا کہ اس لڑکی کو مصر کے فرعون دیکھ لیتے تو خدائی کے دعوے سے دستبردار ہو جاتے۔ ناجی کا جاسوسی کا اپنا نظام تھا، بہت تیز اور دیرپا۔ وہ معلوم کر چکا تھا کہ علی بن سفیان صلاح الدّین ایوبی کا خصوصی مشیر ہے اور عرب کا مانا ہُوا سراغرساں۔ اس نے علی کے پیچھے اپنے جاسوس چھوڑ دیئے تھے اور اس نے علی کو قتل کرا

دینے کا منصوبہ بھی بنا لیا تھا۔

ذکوئی کو ناجی نے صلاح الدین ایوبی کو اپنے دام میں پھانسنے کے لیے تیار کیا تھا لیکن وہ محسوس نہ کر سکا کہ مراکش کی رہنے والی یہ لڑکی اس کے اپنے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے۔ وہ صرف شکل و صورت کی ہی دلکش نہیں تھی، اس کی باتوں میں ایسا جادو تھا کہ ناجی اسے پاس بٹھا کر اس کے ساتھ باتیں ہی کرتا رہتا تھا۔ اُس نے اُن دو ناچنے گانے والی لڑکیوں سے نگاہیں پھیر لی تھیں جو اس کی منظورِ نظر تھیں۔ تین چار راتوں سے اُس نے ان لڑکیوں کو اپنے کمرے میں نہیں بلایا تھا۔ ناجی سونے کے انڈے دینے والی مرغی تھی جو اُن کے قبضے سے نکل کر ذکوئی کی آغوش میں انڈے دینے لگی تھی۔ انہوں نے ذکوئی کو راستے سے ہٹانے کی ترکیبیں سوچنی شروع کر دیں۔ وہ آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ اُسے قتل کرا دیا جائے مگر اسے قتل کرانا اتنا آسان نظر نہیں آتا تھا، کیونکہ ناجی نے اُسے جو کمرہ دے رکھا تھا اُس پر دو محافظوں کا پہرہ رہتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ دونوں لڑکیاں اس مکان سے بلا اجازت باہر نہیں جا سکتی تھیں جو ناجی نے انہیں دے رکھا تھا۔ انہوں نے حرم کی خادمہ عورتوں میں سے ایک کو استعمال میں لینا شروع کر دیا۔ وہ اس کے ہاتھوں ذکوئی کو زہر دینا چاہتی تھیں۔

علی بن سفیان نے صلاح الدین ایوبی کا محافظ دستہ بدل دیا۔ یہ سب اسیرِ مصر (دالشرائے) کے پرانے باڈی گارڈز تھے۔ اُن کی جگہ اُس نے ان سپاہیوں میں سے باڈی گارڈز کا دستہ تیار کر دیا جو نئی بھرتی میں آئے تھے۔ یہ جانبازوں کا منتخب دستہ تھا جو سپاہ گری میں بھی تاک تھا اور جذبے کے لحاظ سے اس کا ہر سپاہی مردِ حُر تھا۔

ناجی کو یہ تبدیلی بالکل پسند نہیں تھی لیکن اس نے صلاح الدین ایوبی کے سامنے اس تبدیلی کی بے حد تعریف کی اور اس کے ساتھ ہی درخواست کی کہ صلاح الدین ایوبی اس کی دعوت قبول کرے۔ ایوبی نے اسے جواب دیا کہ وہ ایک آدھ دن میں اُسے بتائے گا کہ وہ کب دعوت قبول کر سکے گا۔ اس کے جانے کے بعد صلاح الدین ایوبی نے علی بن سفیان سے مشورہ لیا کہ وہ دعوت پر کب جائے۔ علی نے اُسے مشورہ دیا کہ اب وہ کسی بھی روز دعوت قبول کر لے۔

دوسرے ہی دن صلاح الدین ایوبی نے ناجی کو بتایا کہ وہ کسی بھی رات دعوت پر آ سکتا ہے۔ ناجی نے تین روز بعد کی دعوت دی اور بتایا کہ یہ دعوت کم اور جشن زیادہ ہوگا اور یہ جشن شہر سے دور صحرا میں مشعلوں کی روشنی میں منایا جائے گا۔ ناچ گانے کا انتظام



ہوگا۔ باڈی گارڈز کے گھوڑا سوار اپنے کرتب دکھائیں گے۔ شمشیر زنی اور بغیر ہتھیاروں کی لڑائی کے مقابلے ہوں گے اور صلاح الدین ایوبی کو رات وہیں قیام کرایا جائے گا۔ رہائش کے لیے خیمے نصب ہوں گے ... صلاح الدین ایوبی پروگرام کی تفصیل سنتا رہا۔ اس نے ناچ گانے پر بھی اعتراض نہ کیا۔ ناجی نے ڈرتے ڈرتے سمجھتے کہا: "فوج کے بیشتر سپاہی جو مسلمان نہیں یا جو ابھی نیم مسلمان ہیں کبھی کبھی شراب پیتے ہیں۔ وہ شراب کے عادی نہیں۔ وہ اجازت چاہتے ہیں کہ جشن میں انہیں شراب پینے کی اجازت دی جائے۔"

"آپ اُن کے کمانڈر ہیں۔" صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "آپ چاہیں تو انہیں اجازت دے دیں۔ نہ دینا چاہیں تو میں آپ پر اپنا حکم نہیں چلاؤں گا۔"

"امیرِ مصر کا اقبال بلند ہو۔" ناجی نے غلاموں کی طرح کہا۔ "میں کون ہوتا ہوں اُس کام کی اجازت دینے والا جس کو آپ سخت ناپسند کرتے ہیں۔"

"انہیں اجازت دے دیں کہ جشن کی رات ہنگامہ آرائی اور بدکاری کے سوا سب کچھ کر سکتے ہیں۔" صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "اگر شراب پی کر کسی نے بازو گالی کیا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔"

یہ خبر جب صلاح الدین ایوبی کے سپاہ تک پہنچی کہ ناجی صلاح الدین ایوبی کے اعزاز میں جو جشن منعقد کر رہا ہے اس میں ناچ گانا ہوگا اور شراب بھی پی جائے گی تو صلاح الدین ایوبی نے اس جشن کی دعوت ان خرافات کے باوجود قبول کر لی ہے۔ تو سب حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ کسی نے کہا کہ ناجی جھوٹ بولتا ہے وہ دوسروں پر اپنا رعب ڈالنا چاہتا ہے اور کسی نے یہ رائے دی کہ ناجی کا جادو صلاح الدین ایوبی پر بھی چل گیا ہے۔ یہ رائے اُن سربراہوں کو پسند آئی جو ناجی کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے چار پیتے ہی اُن کے لیے عیش و عشرت، شراب نوشی اور بدکاری جرم قرار دے دی تھی۔ اس نے ایسا سخت ڈسپلن رائج کر دیا تھا کہ کسی کو پہلے کی طرح فرائض سے کوتاہی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ وہ اس پر خوش تھے کہ آج نئے امیرِ مصر نے کسی دعوت میں شراب اور رقص کی اجازت دے دی ہے تو کل پرسوں وہ خود بھی ان رنگینیوں کا رسیا ہو جائے گا۔

صرف علی بن سفیان تھا جسے معلوم تھا کہ صلاح الدین ایوبی نے خرافات کی اجازت کیوں دی ہے۔

جشن کی شام آگئی۔ ایک تو چاندنی رات تھی۔ صحرا کی چاندنی اتنی شفاف ہوتی ہے کہ ریت کے ذرّے بھی نظر آجاتے ہیں۔ دوسرے ہزارہا مشعلوں نے وہاں صحرا کی رات کو دن بنا دیا تھا۔ باڈی گارڈز کا ہجوم تھا جو ایک وسیع میدان کے گرد دیواروں کی طرح کھڑا تھا۔ ایک طرف صلاح الدین ایوبی کے بیٹھنے کے لیے جو مسند رکھی گئی تھی وہ کسی بہت بڑے بادشاہ کا تخت معلوم ہوتی تھی۔ اس کے دائیں بائیں بڑے رتبوں کے مہمانوں کی نشستیں تھیں۔ اس وسیع و عریض تماشہ گاہ سے تھوڑی دُور مہمانوں کے لیے نہایت خوبصورت خیمے نصب تھے۔ ان سے ہٹ کر ایک بڑا خیمہ صلاح الدین ایوبی کے لیے نصب کیا گیا تھا جہاں اُسے رات بسر کرنی تھی۔ علی بن سفیان نے سورج غروب ہونے سے پہلے وہاں جاکر اس خیمے کے ارد گرد محافظ کھڑے کر دیئے تھے۔

جب علی بن سفیان وہاں محافظ کھڑے کر رہا تھا، ناجی، ذکوئی کو آخری ہدایات دے رہا تھا۔ اُس شام ذکوئی کا حسن کچھ زیادہ ہی نکھر آیا تھا۔ اُس کے جسم سے ایسے عطر کی بھینی بھینی بُو اٹھ رہی تھی جس میں سحر کا تاثر تھا۔ اُس نے بال عریاں کندھوں پر پھیلا دیئے تھے۔ سپید کندھوں پر سیاہی مائل بھورے بال زاہدوں کی نظروں کو گرفتار کرتے تھے۔ اس کا لباس اس قدر باریک تھا کہ اس کے جسم کے تمام نشیب و فراز صاف نظر آتے تھے۔ اس کے ہونٹوں پر قدرتی تبسم اَدھ کھلی کلی کی مانند تھا۔

ناجی نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا۔ ”صلاح الدین ایوبی پر تمہارے جسمانی حُسن کا شاید اثر نہ ہو۔ اپنی زبان استعمال کرنا۔ وہ سبق بھولنا نہیں جو میں اتنے دنوں سے تمہیں پڑھا رہا ہوں اور یہ بھی نہ بھولنا کہ اُس کے پاس جاکر اُس کی لونڈی نہ بن جانا۔ انجیر کا وہ پھول بن جانا جو درخت کی چوٹی پر نظر آتا ہے مگر درخت پر چڑھ کر دیکھو تو غائب ہو جاتا ہے۔ اُسے اپنے قدموں میں بٹھا لینا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم اس پتھر کو پانی میں تبدیل کر لو گی۔ اسی سرزمین میں تولیمہ نے سینسر جیسے مردِ آہن کو اپنے حسن و جوانی سے پگھلا کر مصر کی ریت میں بہا دیا تھا۔ تولیمہ تم سے زیادہ خوبصورت نہیں تھی۔ میں نے تمہیں جو سبق دیئے ہیں وہ تولیمہ کی چالیں تھیں۔ عورت کی یہ چالیں کبھی ناکام نہیں ہو سکتیں۔“

ذکوئی مسکرا رہی تھی اور بڑے غور سے سُن رہی تھی۔ مصر کی ریت نے ایک اور



تولیمہ کو حسین ناگن کی طرح جنم دیا تھا۔ مصر کی تاریخ اپنے آپ کو دُہرانے والی تھی۔

سورج غروب ہو گیا تو مشعلیں جل اٹھیں۔ صلاح الدین ایوبی گھوڑے پر سوار آگیا۔ اُس کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے اُس کے اُن محافظوں کے گھوڑے تھے جو علی بن سفیان نے منتخب کیے تھے۔ اسی دستے میں سے اُس نے دس محافظ شام سے پہلے ہی یہاں لاکر صلاح الدین ایوبی کے خیمے کے گرد کھڑے کر دیئے تھے۔

سازوں نے دف کی آواز پر استقبالیہ رُکھن بجائی اور صحرا ”امیرِ مصر صلاح الدین ایوبی زندہ باد“ کے نعروں سے گونجنے لگا۔ ناجی نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور کہا۔ ”آپ کے جاں نثار، عظمتِ اسلام کے پاسبان آپ کو بسر و چشم خوش آمدید کہتے ہیں۔ اُن کی بے تابیاں اور بے قراریاں دیکھئے۔ آپ کے اشارے پر کٹ مریں گے“۔۔۔ اور خوشامد کے لیے اُسے جتنے الفاظ یاد آئے اُس نے کہہ ڈالے۔

جونہی صلاح الدین ایوبی اپنی شاہانہ نشست پر بیٹھا، سرپٹ دوڑتے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ گھوڑے جب مشعلوں کی روشنی میں آئے تو سب نے دیکھا کہ چار گھوڑے دائیں سے اور چار بائیں سے دوڑے آرہے تھے۔ ہر ایک پر ایک ایک سوار تھا۔ اُن کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آرہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ٹکرا جائیں گے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کریں گے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب آئے تو دونوں فریقوں کے سوار رکابوں میں پاؤں جما کر کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے لگامیں ایک ایک ہاتھ میں کر لیں اور دوسرے بازو پھیلا دیئے۔ دونوں اطراف کے گھوڑے بالکل آمنے سامنے آگئے اور سواروں کی دونوں پارٹیاں ایک دوسری سے اُلجھ گئیں۔ سواروں نے ایک دوسرے کو پکڑنے اور گھوڑے سے گرانے کی کوشش کی۔ جب گھوڑے آگے نکل گئے تو دو سوار جو گھوڑوں سے گر پڑے تھے ریت پر تلواریں لہرا رہے تھے۔ ایک طرف کے ایک سوار نے دوسری طرف کے ایک سوار کو ایک بازو میں جکڑ کر اسے گھوڑے سے اُٹھا لیا تھا اور اسے اپنے گھوڑے پر ڈال کر لے جا رہا تھا۔ ہجوم نے اس قدر شور بپا کیا کہ اپنی آواز اپنے آپ کو بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔

یہ سوار اندھیرے میں غائب ہوئے تو دونوں طرف سے چار چار اور گھوڑے آئے اور اسی طرح مقابلہ ہوا۔ اس طرح آٹھ مقابلے ہوئے اور اس کے بعد شتر سوار آئے۔ پھر گھوڑا سواروں اور شتر سواروں نے سواری کے متعدد کرتب دکھائے۔ اس

کے بعد تیغ زنی اور بغیر ہتھیاروں کی لڑائی کے مظاہرے ہوئے جن میں کئی ایک سپاہی زخمی ہوگئے۔ صلاح الدین ایوبی شجاعت اور بے خوفی کے ان مظاہروں اور مقابلوں میں جذب ہوکے رہ گیا تھا۔ اُسے ایسی ہی بہادر فوج کی ضرورت تھی۔ اس نے علی بن سفیان کے کان میں کہا ــــ "اگر اس فوج میں اسلامی جذبہ بھی ہو تو میں صرف اسی فوج سے صلیبیوں کو گھٹنوں بٹھا سکتا ہوں۔"

علی بن سفیان نے وہی مشورہ دیا جو وہ پہلے بھی دے چکا تھا۔ اس نے کہا ــــ "اگر ناجی سے کمان لے لی جائے تو جذبہ بھی پیدا ہوجائے گا" ــــ مگر صلاح الدین ایوبی ناجی جیسے ذہین اور تجربہ کار سالار کو سبکدوش کرنے کی بجائے سدھار کر داد حق پر لانا چاہتا تھا۔ وہ اس جشن میں اپنی آنکھوں یہی دیکھنے آیا تھا کہ یہ فوج کردار کے لحاظ سے کیسی ہے۔ اسے ناجی کی اس درخواست سے ہی مایوسی ہوگئی تھی کہ اس کے سپاہی اور کمانڈر شراب پینا چاہتے ہیں اور ناچ گانا بھی ہوگا۔ صلاح الدین ایوبی نے اس کی درخواست اس وجہ سے منظور کی تھی کہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ لشکر کس حد تک عیش و عشرت میں ڈوبا ہُوا ہے۔

بہادری، شہسواری اور تیغ زنی وغیرہ کے مظاہروں اور مقابلوں میں تو یہ فوج عسکری اور جنگی معیار پر پوری اُترتی تھی مگر کھانے کا وقت آیا تو یہ فوج بدتمیزوں، ہلڑبازوں اور ہنگامہ پرور لوگوں کا بے قابو ہجوم بن گئی۔ کھانے کا انتظام وسیع و عریض میدان میں کیا گیا تھا۔ ایک طرف فوج کے کم و بیش دو ہزار آدمیوں کے لیے کھانا چُنا گیا تھا اور اُن سے ذرا دُور صلاح الدین ایوبی اور دیگر بڑے مہمانوں کے کھانے کا انتظام تھا۔ سینکڑوں سالم دنبے اور بکرے، اونٹوں کی سالم رانیں اور ہزاروں مرغ روسٹ کیے گئے تھے۔ دیگر لوازمات کا کوئی شمار نہ تھا اور سپاہیوں کے سامنے شراب کے چھوٹے چھوٹے جوٹے مشکیزے اور مراحیاں رکھ دی گئی تھیں۔ سپاہی کھانے اور شراب پر ٹوٹ پڑے۔ غٹا غٹ شراب چڑھانے لگے اور شور آرائی ہونے لگی۔ صلاح الدین ایوبی یہ منظر دیکھ رہا تھا اور خاموش تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی ایسا تاثر نہیں تھا جو یہ ظاہر کرتا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ اُس نے ناجی سے صرف اتنا پوچھا ــــ "پچاس ہزار فوج میں سے آپ نے یہ سپاہی دعوت کے لیے کس طرح منتخب کیے تھے؟ کیا یہ آپ کے بدترین سپاہی ہیں؟"

"نہیں امیرِ مصر!" ــــ ناجی نے غلامانہ لہجے میں جواب دیا ــــ "یہ دو ہزار عسکری



میرے بہترین آدمی ہیں۔ آپ نے ان کے مظاہرے دیکھے ہیں۔ ان کی بہادری دیکھی ہے۔ میدانِ جنگ میں یہ جس جانبازی کا مظاہرہ کریں گے وہ آپ کو حیران کر دے گا۔ آپ ان کی بدتمیزی کو نہ دیکھیں۔ یہ آپ کے اشارے پر جانیں قربان کردیں گے۔ میں انہیں کبھی کبھی کھلی چھٹی دے دیا کرتا ہوں تاکہ مرنے سے پہلے دنیائے رنگ و بُو سے پورا پورا لطف اٹھالیں۔"

صلاح الدین ایوبی نے اس استدلال کے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔ ناجی جب دوسرے مہمانوں کی طرف متوجہ ہُوا تو صلاح الدین ایوبی نے علی بن سفیان سے کہا ــــ "میں جو دیکھنا چاہتا تھا، وہ دیکھ لیا ہے۔ یہ سوڈانی عسکری شراب اور ہنگامہ آرائی کے عادی ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ان میں جذبہ نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں کردار بھی نہیں۔ اس فوج کو اگر تم میدانِ جنگ میں لے گئے تو یہ لڑنے کی بجائے اپنی جان بچانے کی فکر کرے گی اور مالِ غنیمت لوٹے گی اور مفتوح کی عورتوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرے گی۔"

"اس کا علاج یہ ہے" ــــ علی بن سفیان نے کہا ــــ "کہ آپ نے مختلف خطوں سے جو فوج تیار کی ہے، انہیں ناجی کے اس پچاس ہزار سوڈانی لشکر میں مدغم کردیا جائے۔ بُرے سپاہی اچھے سپاہیوں کے ساتھ مل جُل کر اپنی عادتیں بدل دیا کرتے ہیں۔"

صلاح الدین ایوبی مسکرایا اور علی سے کہا ــــ "تم یقیناً میرے دل کا راز جانتے ہو۔ میرا منصوبہ یہی ہے جو میں ابھی تمہیں نہیں بتانا چاہتا تھا۔ کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔"

علی بن سفیان میں یہی وصف تھا کہ دوسروں کے دلوں کے راز جان لیتا تھا اور غیر معمولی طور پر ذہین تھا۔ وہ کچھ اور کہنے ہی لگا تھا کہ ان کے سامنے کئی اور مشعلیں روشن ہوگئیں۔ زمین پر بیش قیمت قالین بچھے ہوئے تھے۔ شہنائی اور سارنگ کا ایسا میٹھا اور پُرسوز نغمہ اُبھرا کہ مہمانوں پر سناٹا طاری ہوگیا۔ ایک طرف سے ناچنے والیوں کی قطار نمودار ہوئی۔ بیس لڑکیاں ایسے باریک اور نفیس لباس میں ملبوس چلی آرہی تھیں جس میں ان کے جسموں کا انگ انگ نظر آرہا تھا۔ ہر ایک کا لباس نہایت باریک چنے سا تھا جو شانوں سے ٹخنوں تک لمبا تھا۔ اُن کے بال کھُلے ہوئے تھے اور اسی ریشم کا حصہ نظر آتے تھے جس کا انہوں نے لباس پہن رکھا تھا۔ صحرا کی ہلکی ہلکی ہوا سے اور لڑکیوں کی چال سے یہ ڈھیلا ڈھالا لباس ہلتا تھا

تو یوں لگتا تھا جیسے پھولدار پودوں کی ڈالیاں فضا میں تیرتی آ رہی ہوں۔ ہر ایک کے لباس کا رنگ جُدا تھا۔ ہر ایک کی شکل و صورت ایک دوسری سے مختلف تھی لیکن حُسن اور جسم کی لچک میں سب ایک جیسی تھیں۔ اُن کے مرمریں بازو عریاں تھے۔ وہ چلتی آ رہی تھیں لیکن قدم اٹھتے نظر نہیں آتے تھے۔ وہ ہوا کی لہروں کی مانند آ رہی تھیں۔

وہ نیم دائرے میں ہو کر رک گئیں۔ صلاح الدین ایوبی کی طرف منہ کر کے تعظیم کے لیے جھکیں۔ سب کے بال سرک کر شانوں پر آ گئے۔ سازندوں نے ان ریشمی بالوں اور جسموں کے جادو میں طلسم پیدا کر دیا۔ دو سیاہ فام، دیو ہیکل حبشی جن کی کمر کے گرد چیتوں کی کھالیں تھیں، ایک بڑا سا ٹوکرا اٹھائے تیز تیز قدم چلتے نظر آئے اور ٹوکرا لڑکیوں کے نیم دائرے کے سامنے رکھ دیا۔ ساز پیسروں کی بین کی دُھن بجانے لگے۔ حبشی مست سانڈوں کی طرح پھنکارتے غائب ہو گئے۔ ٹوکرے میں سے ایک بہت بڑی کلی اوپر کو اٹھی اور پھول کی طرح کھل گئی۔ اس پھول میں سے ایک لڑکی کا چہرہ نمودار ہُوا اور پھر وہ اوپر کو اٹھنے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے سرخ بادلوں میں سے چاند نکل رہا ہو۔ یہ لڑکی اس دنیا کی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اس کی مسکراہٹ بھی ارضی نہیں تھی۔ اس کے بالوں کی چمک بھی مصر کی کسی لڑکی کی چمک نہیں لگتی تھی اور جب لڑکی نے پھول کی چوڑی پتیوں میں سے باہر قدم رکھا تو اس کے جسم کی لچک نے تماشائیوں کو مسحور کر لیا۔

علی بن سفیان نے صلاح الدین ایوبی کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ صلاح الدین ایوبی نے مسکرا کر اس کے کان میں کہا ــــ "مجھے توقع نہیں تھی کہ یہ اتنی خوبصورت ہو گی۔"

ناجی نے صلاح الدین ایوبی کے پاس آ کر کہا ــــ "امیرِ مصر کا اقبال بلند ہو۔ اس لڑکی کا نام ذکوئی ہے۔ اسے میں نے آپ کی خاطر سکندریہ سے بلایا ہے یہ پیشہ ور رقاصہ نہیں اور یہ عصمت فروش بھی نہیں۔ رقص سے اسے پیار ہے۔ شوقیہ ناچتی ہے۔ کسی محفل میں نہیں جاتی۔ میں اس کے باپ کو جانتا ہوں۔ ساحل پر مچھلیوں کا کاروبار کرتا ہے۔ یہ لڑکی آپ کی عقیدت مند ہے۔ آپ کو پیغمبر مانتی ہے۔ میں اتفاق سے اس کے گھر اس کے باپ سے ملنے گیا تو اس لڑکی نے استدعا کی کہ سنا ہے صلاح الدین ایوبی امیرِ مصر بن کے آئے ہیں۔ خدا کے



نام پر مجھے ان سے ملوا دو۔ میرے پاس اپنی جان اور رقص کے سوا کچھ بھی نہیں جو میں اس عظیم ہستی کے قدموں میں پیش کروں۔۔۔۔ قابلِ صد احترام امیر! میں نے آپ سے رقص و سرود کی اجازت اسی لیے مانگی تھی کہ اس لڑکی کو میں آپ کے حضور پیش کرنا چاہتا تھا۔"

"آپ نے اسے بتایا تھا کہ میں اپنے سامنے کسی لڑکی کو رقص اور عریانی کی حالت میں نہیں دیکھ سکتا؟" ــــ صلاح الدین ایوبی نے کہا ــــ "یہ لڑکیاں جنہیں آپ ملبوس لائے ہیں بالکل ننگی ہیں ــــ"

"عالی مقام!" ناجی نے کھسیانہ ہو کے جواب دیا۔ "میں نے بتایا تھا کہ امیرِ مصر رقص کو ناپسند فرماتے ہیں لیکن یہ کہتی تھی کہ وہ میرا رقص پسند کریں گے کیونکہ میرے رقص میں دعوتِ گناہ نہیں۔ یہ ایک باعصمت لڑکی کا رقص ہو گا۔ میں ایوبی کے حضور اپنا جسم نہیں، اپنا فن پیش کروں گی۔ اگر میں مرد ہوتی تو ایوبی کی جان کی حفاظت کے لیے اس کے محافظ دستے میں شامل ہو جاتی۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" صلاح الدین ایوبی نے پوچھا ــــ "اس لڑکی کو اپنے پاس بُلا کر اسے خراجِ تحسین پیش کروں کہ تم اپنے جسم کو ہزاروں مردوں کے سامنے عریاں کر کے بہت اچھا ناچتی ہو؟ اسے اس پر شاباش کہوں کہ اس نے مردوں کے جنسی جذبات بھڑکانے میں خوب مہارت حاصل کی ہے؟"

"نہیں امیرِ مصر!" ناجی نے کہا۔ "میں اسے اس دعوے پر یہاں لایا ہوں کہ آپ اسے شرفِ باریابی بخشیں گے۔ یہ بڑی دُور سے اسی امید پر آئی ہے۔ ذرا دیکھئے اسے۔ اس کے رقص میں پیشہ ورانہ تاثر نہیں، خود سپردگی ہے۔ دیکھئے، وہ آپ کو کیسی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ بے شک عبادت صرف اللہ کی کی جاتی ہے لیکن یہ رقص کی اداؤں سے، عقیدت سے، مخمور نگاہوں سے آپ کی عبادت کر رہی ہے۔ آپ اسے اپنے خیمے میں آنے کی اجازت دے دیں۔ تھوڑی سی دیر کے لیے۔ اسے مستقبل کی وہ ماں سمجھیں جس کی کوکھ سے اسلام کی پاسبانی کے بچے جانباز جنم لیں گے۔ یہ اپنے بچوں کو بڑے فخر سے بتایا کرے گی کہ میں نے صلاح الدین ایوبی سے تنہائی میں باتیں کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔"

ناجی نے نہایت پُر اثر الفاظ اور جذباتی لب و لہجے میں صلاح الدین ایوبی سے منوا لیا کہ یہ لڑکی جسے اُس نے ایک بردہ فروش سے خریدا تھا، شریف باپ کی

باعصمت بیٹی ہے۔ اس نے صلاح الدین ایوبی سے کہلوایا کہ "اچھا، لے میرے خیمے میں بھیج دینا۔"

ذکوئی نہایت آہستہ آہستہ جسم کو بل دیتی اور بار بار صلاح الدین ایوبی کی طرف دیکھ کر مسکراتی تھی۔ باقی لڑکیاں اس کے گرد تتلیوں کی طرح جیسے اُڑ رہی ہوں۔ یہ اُچھل کود والا رقص نہیں تھا۔ مشعلوں کی روشنی میں کبھی تو یوں لگتا تھا جیسے ہلکے نیلے شفاف پانی میں جل پریاں تیر رہی ہوں۔ چاندنی کا اپنا ایک تاثر تھا۔ صلاح الدین ایوبی کے متعلق کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ گم سُم بیٹھا کیا سوچ رہا تھا۔ ناجی کے پاس جو شراب پی کر ہنگامہ بپا کر رہے تھے وہ بھی جیسے مر گئے تھے۔ زمین اور آسمان پر وجد طاری تھا۔ ناجی اپنی کامیابی پر بے حد مسرور تھا اور رات گزرتی جا رہی تھی۔

☆

نصف شب کے بعد صلاح الدین ایوبی اُس خوشنما خیمے میں داخل ہُوا جو ناجی نے اس کے لیے نصب کرایا تھا۔ اندر اس نے قالین بچھا دیئے تھے۔ پلنگ پر چیتے کی کھال کی مانند پلنگ پوش تھا۔ فانوس جو رکھوایا تھا، اس کی ہلکی نیلی روشنی صحرا کی شفاف چاندنی کی مانند تھی اور اندر کی فضا عطر بیز تھی، خیمے کے اندر ریشمی پردے آویزاں تھے۔ ناجی صلاح الدین ایوبی کے ساتھ خیمے میں گیا اور پوچھا — "اُسے ذرا سی دیر کے لیے بھیج دوں؛ میں وعدہ خلافی سے بہت ڈرتا ہوں۔"

"بھیج دو۔" صلاح الدین ایوبی نے کہا اور ناجی ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتا خیمے سے نکل گیا۔

تھوڑا ہی وقت گزرا ہوگا کہ صلاح الدین ایوبی کے محافظوں نے ایک رقاصہ کو اس کے خیمے کی طرف آتے دیکھا۔ خیمے کے ہر طرف مشعلیں روشن تھیں۔ روشنی کا یہ انتظام علی بن سفیان نے کرایا تھا تاکہ رات کے وقت محافظ گرد و پیش کو اچھی طرح دیکھ سکیں۔ رقاصہ قریب آئی تو انہوں نے اسے پہچان لیا۔ انہوں نے اُسے رقص میں دیکھا تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو ٹوکرے میں سے نکلی تھی۔ وہ ذکوئی تھی۔ وہ رقص کے بس میں تھی۔ یہ لباس تو بہ شکن تھا۔ اس میں وہ عریاں تھی۔ محافظوں کے کمانڈر نے اُسے روک لیا۔ اُس نے اسے بتایا اُسے امیرِ مصر صلاح الدین ایوبی نے بلایا ہے۔ کمانڈر نے اسے بتایا کہ یہ اُن امیروں میں



سے نہیں جو تم جیسی فاحشہ لڑکیوں کے ساتھ راتیں گزارتے ہیں۔

"آپ اُن سے پوچھ لیں۔" ذکوئی نے کہا۔ "میں بن بلائے آنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔"

"اُن کا بلاوا تمہیں کس طرح ملا تھا؛" کمانڈر نے پوچھا۔

"سالارِ ناجی نے کہا ہے کہ تمہیں امیرِ مصر بلاتے ہیں۔" ذکوئی نے کہا۔ "آپ کہتے ہیں تو میں واپس چلی جاتی ہوں۔ امیر نے جواب طلبی کی تو خود بھگت لینا۔"

کمانڈر تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ صلاح الدین ایوبی نے اپنی خواب گاہ میں ایک رقاصہ کو بلایا ہے۔ وہ ایوبی کے کردار سے واقف تھا۔ اس کے اس حکم سے بھی واقف تھا کہ ناچنے گانے والیوں سے تعلق رکھنے والے کو ایک سو دُرّے لگائے جائیں گے۔ کمانڈر شش و پنج میں پڑ گیا۔ سوچ سوچ کر اس نے جرأت کی اور صلاح الدین ایوبی کے خیمے میں چلا گیا۔ ایوبی اندر ٹہل رہا تھا۔ کمانڈر نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ باہر ایک رقاصہ کھڑی ہے۔ کہتی ہے کہ حضور نے اُسے بلایا ہے۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "اُسے اندر بھیج دو۔"

کمانڈر باہر نکلا اور ذکوئی کو اندر بھیج دیا۔ محافظوں کو توقع تھی کہ ان کا امیر اور سالارِ اعظم اس لڑکی کو باہر نکال دے گا۔ وہ سب اس کی گرجدار آواز سننے کے لیے تیار ہو گئے مگر انہیں ایسی کوئی آواز نہ سنائی دی۔ رات گزرتی جا رہی تھی۔ اندر سے دھیمی دھیمی باتوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ محافظ دستے کا کمانڈر بے قراری کے عالم میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ ایک محافظ نے اسے کہا۔ "کیا یہ حکم صرف ہمارے لیے ہے کہ کسی فاحشہ کے ساتھ تعلق رکھنا جرم ہے؛"

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔ "حکم صرف ماتحتوں کے لیے اور قانون صرف رعایا کے لیے ہوتے ہیں۔"

"امیرِ مصر کو دُرّے نہیں لگائے جا سکتے۔"

"بادشاہوں کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔" کمانڈر نے جل کر کہا۔ "صلاح الدین ایوبی شراب بھی پیتا ہوگا۔ ہم پر جھوٹی پارسائی کا رُعب جمایا جاتا ہے۔"

ان کی نگاہوں میں صلاح الدین ایوبی کا جو بُت تھا وہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ اس بُت میں سے ایک عربی شہزادہ نکلا جو عیاش اور بدکار تھا۔ پارسائی کے پردے میں گناہ کا مرتکب ہو رہا تھا۔

ناجی بہت خوش تھا۔ صلاح الدین ایوبی کی خوشنودی کے لیے اُس نے شراب سونگھی بھی نہیں تھی۔ وہ اپنے خیمے میں بیٹھا مسرت سے جھوم رہا تھا۔ اس کے سامنے اس کا نائب سالار اورش بیٹھا تھا۔ اس نے ناجی سے کہا۔ "اسے گئے بہت وقت گزر گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہمارا تیر صلاح الدین ایوبی کے دل میں اُتر گیا ہے۔"

"میرا تیر خطا کب گیا تھا؟" ناجی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "اگر یہ تیر خطا جاتا تو فوراً یہیں لوٹ کے ہمارے پاس آجاتا۔"

"تم ٹھیک کہتے تھے۔" اورش نے کہا۔ "ذکوئی انسان کے روپ میں طلسم ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ لڑکی حشیشین کے ساتھ رہی ہے ورنہ صلاح الدین ایوبی جیسا بُت کبھی نہ توڑ سکتی۔"

"میں نے اسے جو سبق دیئے تھے وہ حشیشین کے کبھی وہم و گمان میں بھی نہ آئے ہوں گے۔" ناجی نے کہا۔ "اب صلاح الدین ایوبی کے حلق سے شراب اُتاری رہ گئی ہے۔" ناجی کو باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ دوڑ کر باہر گیا۔ وہ ذکوئی نہیں تھی۔ کوئی سپاہی جا رہا تھا۔ ناجی نے دُور سے صلاح الدین ایوبی کے خیمے کی طرف دیکھا۔ پردے گرے ہوئے تھے اور باہر محافظ کھڑے تھے۔ اس نے اندر جا کر اورش سے کہا۔ "اب میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری ذکوئی نے بُت توڑ ڈالا ہے۔"

☆

رات کا آخری پہر تھا جب ذکوئی صلاح الدین ایوبی کے خیمے سے نکلی۔ ناجی کے خیمے میں جانے کی بجائے وہ دوسری طرف چلی گئی۔ راستے میں ایک آدمی کھڑا تھا، جس کا جسم سر سے پاؤں تک ایک ہی لبادے میں ڈھکا ہُوا تھا۔ اس نے دھیمی سی آواز میں ذکوئی کو پکارا۔ وہ اس آدمی کے پاس چلی گئی۔ وہ آدمی اسے ایک خیمے میں لے گیا۔ بہت دیر بعد وہ اس خیمے سے نکلی اور ناجی کے خیمے کا رُخ کر لیا۔ ناجی اس وقت تک جاگ رہا تھا اور کئی بار باہر نکل کر صلاح الدین ایوبی کے خیمے کو دیکھ چکا تھا کہ ذکوئی نے صلاح الدین ایوبی کو پھانس لیا ہے اور اسے آسمان کی بلندیوں سے گھسیٹ کر ناجی کی ذہنیت کی پستیوں میں لے آئی ہے۔

"اورش!" اس نے کہا۔ "رات تو گزر گئی ہے۔ وہ ابھی تک نہیں آئی؟"

"وہ اب آئے گی بھی نہیں۔" اورش نے کہا۔ "امیرِ مصر اُسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ایسے ہیرے کوئی شہزادہ واپس نہیں کیا کرتا۔۔۔۔ تم نے اس پر بھی غور



کیا ہے؟"

"نہیں۔" ناجی نے کہا۔ "میں نے اپنی چال کا یہ پہلو تو سوچا ہی نہیں تھا۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ امیرِ مصر ذکوئی کے ساتھ باقاعدہ شادی کر لے؟" اورش نے کہا۔ "اس صورت میں یہ خطرہ ہے کہ لڑکی ہمارے کام کی نہیں رہے گی؟"

"وہ ہے تو ہوشیار۔" ناجی نے کہا۔ "مگر رقاصہ کا کیا بھروسہ؟ وہ رقاصہ کی بیٹی ہے اور تجربہ کار پیشہ ور ہے۔ دھوکہ دے سکتی ہے۔"

وہ گہری سوچ میں کھویا ہُوا تھا کہ ذکوئی اس کے خیمے میں داخل ہوئی۔ اس نے ہنس کر کہا۔ "اپنے امیر کے جسم کا وزن کرو اور لاؤ اتنا سونا۔ آپ نے میرا یہی انعام مقرر کیا تھا نا؟"

"پہلے بتاؤ ہُوا کیا؟" ناجی نے بے تابی سے پوچھا۔

"جو آپ چاہتے تھے۔" ذکوئی نے جواب دیا۔ "آپ کو یہ کس نے بتایا تھا کہ صلاح الدین ایوبی پتھر ہے، فولاد ہے اور وہ مسلمانوں کے اللہ کا سایہ ہے؟" اس نے زمین پر پاؤں کا ٹھڈا مار کر کہا۔ "وہ اس ریت سے زیادہ بے بس ہے جسے ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے اُڑاتے پھرتے ہیں۔"

"تمہارے حُسن کے جادو اور زبان کے طلسم نے اُسے ریت بنایا ہے۔" اورش نے کہا۔ "ورنہ یہ کمبخت چٹان تھا۔"

"ہاں، چٹان تھا۔" ذکوئی نے کہا۔ "اب ریتلا ٹیلا بھی نہیں۔"

"میرے متعلق کوئی بات ہوئی تھی؟" ناجی نے پوچھا۔

"ہاں۔" ذکوئی نے جواب دیا۔ "پوچھتا تھا ناجی کیسا آدمی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ مصر میں اگر کسی پر آپ کو اعتماد کرنا چاہیے تو وہ مرد ناجی ہے۔ اس نے پوچھا کہ تم کس طرح اُسے جانتی ہو۔ میں نے کہا کہ وہ میرے باپ کے گہرے دوست ہیں۔ ہمارے گھر گئے تھے اور میرے باپ سے کہتے تھے کہ میں صلاح الدین ایوبی کا غلام ہوں۔ مجھے سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو کود جاؤں گا۔۔۔۔ پھر اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم باعصمت لڑکی ہو۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی لونڈی ہوں۔ آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ کہنے لگا کچھ دیر میرے پاس بیٹھو۔ میں اس کے پاس بیٹھ گئی۔ پھر وہ اگر چہ تھا تو موم ہو گیا اور میں نے موم کو اپنے سانچے میں ڈھال لیا۔ اُس سے رخصت ہونے لگی تو اس نے مجھ سے معافی مانگی۔ کہنے لگا میں نے زندگی میں پہلا گناہ کیا ہے۔ میں نے

کہا۔ یہ گناہ نہیں۔ آپ نے میرے ساتھ دھوکہ نہیں کیا۔ زبردستی نہیں کی ۔ مجھے بادشاہوں کی طرح حکم دے کر نہیں بلایا۔ میں خود آئی تھی۔ پھر بھی آؤں گی۔"

لڑکی نے ہر ایک بات اس طرح کھل کر سنائی جس طرح اس کا جسم عریاں تھا۔ ناجی نے جوشِ مسرت سے اُسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ اور دوش ذکوئی کو خراجِ تحسین اور ناجی کو مبارکباد پیش کر کے خیمے سے نکل گیا۔



صحرا کی اس پُراسرار رات کی کوکھ سے جس صبح نے جنم لیا وہ کسی بھی صحرائی صبح سے مختلف نہیں تھی مگر اس صبح کے اجالے نے اپنے تاریک سینے میں ایک راز چھپا لیا تھا جس کی قیمت اس سلطنتِ اسلامیہ بتتی تھی جس کے قیام اور استحکام کا خواب صلاح الدین ایوبی نے دیکھا اور اس کی تعبیر کا عزم لے کر جوان ہوا تھا۔

گزشتہ رات اس صحرا میں جو واقعہ ہوا اس کے دو پہلو تھے۔ ایک پہلو سے صرف ناجی اور دوش واقف تھے۔ دوسرے پہلو سے صلاح الدین ایوبی کا محافظ دستہ واقف تھا اور صلاح الدین ایوبی، اُس کا سراغرساں اور جاسوس علی بن سفیان اور ذکوئی، تین ایسے افراد تھے جو اس واقعہ کے دونوں پہلوؤں سے واقف تھے۔

صلاح الدین ایوبی اور اس کے سٹاف کو ناجی نے نہایت شان و شوکت اور عقیدت مندی سے رخصت کیا۔ سوڈانی فوج دو رویہ کھڑی "صلاح الدین ایوبی زندہ باد" کے نعرے لگا رہی تھی۔ صلاح الدین ایوبی نے نعروں کے جواب میں بازو لہرانے، مسکرانے اور دیگر تکلفات کی پروا نہ کی۔ ناجی سے ہاتھ ملایا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ اس کے پیچھے اس کے محافظوں اور دیگر سٹاف کو بھی گھوڑے دوڑانے پڑے۔ اپنے مرکزی دفتر میں پہنچ کر وہ علی بن سفیان اور اپنے ایک نائب کو اندر لے گیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ وہ سارا دن کمرے میں بند رہے۔ سورج غروب ہوا۔ رات تاریک ہو گئی۔ کمرے کے اندر کھانا تو درکنار پانی بھی نہیں گیا۔ رات خاصی گزر چکی تھی جب تینوں باہر نکلے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

علی بن سفیان اُن سے الگ ہوا تو محافظوں کے دستے کے کمانڈر نے اسے روک لیا اور کہا۔ "محترم! ہمارا فرض ہے کہ حکم ماننے اور زبانیں بند رکھیں لیکن میرے دستے میں ایک مایوسی اور بے اطمینانی پیدا ہو گئی ہے۔ خود میں بھی اس کا



شکار ہو رہا ہوں۔"

"کیسی مایوسی؟"

"محافظ کہتے ہیں کہ ایک فوج کو شراب پینے کی اجازت ہے تو ہمیں اس سے کیوں منع کیا گیا ہے؟" کمانڈر نے کہا۔ "اگر آپ میری شکایت کو گستاخی سمجھیں تو سزا دے دیں لیکن میری شکایت سن لیں۔ ہم اپنے امیر کو خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتے تھے اور اس پر دل و جان سے فدا تھے۔ مگر رات ....."

"اس کے نتیجے میں ایک رقاصہ گئی تھی۔" علی بن سفیان نے اس کی بات پوری کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے کوئی گستاخی نہیں کی۔ گناہ امیر کرے یا غلام، سزا میں کوئی فرق نہیں، گناہ بہرحال گناہ ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ رقاصہ اور امیرِ مصر کی خفیہ ملاقات کے ساتھ گناہ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ کیا تھا؟ ابھی نہیں بتاؤں گا۔ آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تم سب کو معلوم ہو جائے گا کہ رات کیا ہوا تھا۔" اس نے کمانڈر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میری بات غور سے سنو عامر بن صالح! تم پرانے عسکری ہو۔ اچھی طرح جانتے ہو کہ فوج اور فوج کے سربراہوں کے کچھ راز ہوتے ہیں جن کی حفاظت ہم سب کا فرض ہے۔ رقاصہ کا امیرِ مصر کے خیمے میں جانا بھی ایک راز ہے۔ اپنے جانبازوں کو کسی شک میں نہ پڑنے دو اور کسی سے ذکر تک نہ ہو کہ رات کیا ہوا تھا۔"

علی بن سفیان کی قابلیت اور کارناموں سے یہ کمانڈر آگاہ تھا۔ مطمئن ہو گیا اور اس نے اپنے دستے کے تشکک رفع کر دیئے۔

اگلے روز صلاح الدین ایوبی دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا کہ اُسے اطلاع دی گئی کہ ناجی ملنے آیا ہے۔ صلاح الدین ایوبی کھانے سے فارغ ہو کر ناجی سے ملا۔ ناجی کا چہرہ بتا رہا تھا کہ گھبرایا ہوا ہے اور غصے میں بھی ہے۔ اس نے ہکلانے کے لہجے میں کہا۔ "قابلِ صد احترام امیر! کیا یہ حکم آپ نے جاری کیا ہے کہ سوڈانی محافظ فوج کی پچاس ہزار نفری مصر کی اس فوج میں مدغم کر دی جائے جو حال ہی میں تیار ہوئی ہے؟"

"ہاں ناجی!" صلاح الدین ایوبی نے تحمل سے جواب دیا۔ "میں نے کل سارا دن اور رات کا کچھ حصہ صرف کر کے اور بڑی گہری سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ تحریر کیا ہے کہ جس فوج کے تم سالار ہو اسے مصر کی فوج میں اس طرح مدغم کر دیا جائے کہ ہر دستے میں سوڈانیوں کی نفری صرف دس فی صد ہو اور تمہیں یہ حکم بھی مل چکا

ہوگا کہ تم اب اس فوج کے سالار نہیں ہوگے تم فوج کے مرکزی دفتر میں آجاؤ گے۔"

"عالی مقام!" ناجی نے کہا۔ "مجھے کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟"

"اگر تمہیں یہ فیصلہ پسند نہیں تو فوج سے الگ ہو جاؤ۔" صلاح الدین ایوبی نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے میرے خلاف سازش کی گئی ہے۔" ناجی نے کہا۔ "آپ کے بلند دماغ اور گہری نظر کو جہاں بین کرلینی چاہیے۔ مرکز میں میرے بہت سے دشمن ہیں۔"

"میرے دوست!" صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "میں نے یہ فیصلہ صرف اس لیے کیا ہے کہ میری انتظامیہ اور فوج سے سازشوں کا خطرہ ہمیشہ کے لیے نکل جائے اور میں نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ فوج میں کسی کا عہدہ کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو اور کوئی کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو وہ شراب نہ پیئے، ہلڑبازی نہ کرے اور فوجی جشنوں میں ناچ گانے نہ ہوں۔"

"لیکن عالی جاہ!" ناجی نے کہا۔ "میں نے حضور سے اجازت لے لی تھی۔"

"اور میں نے شراب اور ناچ گانے کی اجازت صرف اس لیے دی تھی کہ اس فوج کو اس کی اصل حالت میں دیکھ سکوں جسے تم ملتِ اسلامیہ کی فوج کہتے ہو۔ میں پچاس ہزار نفری کو برطرف نہیں کرسکتا۔ مصری فوج میں اسے مدغم کرکے اس کے کردار کو سدھار دوں گا اور یہ بھی سن لو کہ ہم میں کوئی مصری، سوڈانی، شامی اور عجمی نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا جھنڈا ایک اور مذہب ایک ہے۔"

"امیرِ عالی مرتبت نے یہ تو سوچا ہوتا کہ میری حیثیت کیا رہ جائے گی؟"

"جس کے تم اہل ہو۔" صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "اپنے ماضی پر خود ہی نگاہ ڈالو۔ ضروری نہیں کہ اپنی کارستانیوں کی داستان مجھ سے سنو..... فوراً واپس جاؤ۔ اپنی فوج کی نفری، سامان، جانوروں، سامانِ خورد و نوش وغیرہ کے کاغذات تیار کرکے میرے نائب کے حوالے کردو۔ سات دن کے اندر اندر میرے حکم کی تعمیل مکمل ہو جائے۔"

ناجی نے کچھ کہنا چاہا لیکن صلاح الدین ایوبی ملاقات کے کمرے سے نکل گیا۔

☆

یہ بات ناجی کے خفیہ حرم میں بھی پہنچ گئی تھی کہ ذکوئی کو امیرِ مصر نے رات



بھر کا شرفِ باریابی بخشا ہے۔ ذکوئی کے خلاف حسد کی آگ پہلے ہی پھیلی ہوئی تھی۔ اسے آئے ابھی بہت تھوڑا عرصہ گزرا تھا لیکن ناجی پہلے روز سے ہی اسے اپنے ساتھ رکھنے لگا تھا۔ اسے ذرا سی دیر کے لیے بھی اپنے اس حرم میں نہیں جانے دیا تھا جہاں اس کی دلپسند ناچنے والی جوان لڑکیاں رہتی تھیں۔ ذکوئی کو اس نے الگ کمرہ دیا تھا۔ انہیں یہ تو معلوم نہ تھا کہ ناجی اسے صلاح الدین ایوبی کو مدہم کرنے کی ٹریننگ دے رہا ہے اور وہ کسی بہت بڑے تخریبی منصوبے پر کام کر رہا ہے۔ یہ رقاصائیں یہ دیکھ کر جل بھن گئی تھیں کہ ذکوئی نے ناجی پر قبضہ کرلیا ہے اور اس کے دل میں اُن کے خلاف نفرت پیدا کردی ہے۔ حرم کی دو لڑکیاں ذکوئی کو ٹھکانے لگانے کی سوچتی رہتی تھیں۔ اب انہوں نے دیکھا کہ ذکوئی کو امیرِ مصر نے بھی اتنا پسند کیا ہے کہ اسے رات بھر اپنے خیمے میں رکھا ہے تو وہ پاگل سی ہوگئیں۔ اسے ٹھکانے لگانے کا واحد طریقہ قتل تھا۔ قتل کے دو ہی طریقے ہوسکتے تھے۔ زہر یا کرائے کا قاتل جو اسے سوتے میں قتل کر آئے۔ دونوں طریقے ممکن نہیں تھے کیونکہ ذکوئی باہر نہیں نکلتی تھی اور زہر دینے کے لیے اس تک رسائی نہیں ہوسکتی تھی۔

ان دونوں نے حرم کی سب سے زیادہ چالاک ملازمہ کو اعتماد میں لے رکھا تھا۔ اُسے انعام و اکرام دیتی رہتی تھیں۔ جب حسد کی انتہا نے اُن کی آنکھوں میں خون اتار دیا تو انہوں نے اس ملازمہ کو منہ مانگے انعام کا لالچ دے کر اپنا مدعا بیان کردیا۔ یہ ملازمہ بڑی خرانٹ اور سنجیدہ عورت تھی۔ اس نے کہا کہ سالار کی رہائش گاہ میں جاکر ذکوئی کو زہر دینا ممکن نہیں۔ موقع محل دیکھ کر اسے خنجر سے قتل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے وقت چاہیے۔ اُس نے وعدہ کیا کہ وہ ذکوئی کی نقل و حرکت پر نظر رکھے گی۔ ہوسکتا ہے کوئی موقعہ جلدی نکل آئے۔ اس جرائم پیشہ عورت نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی موقعہ نہ نکلا تو حشیشین کی مدد حاصل کی جائے گی مگر وہ معاوضہ بہت زیادہ لیتے ہیں۔ دونوں لڑکیوں نے اسے یقین دلایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ معاوضہ دینے کو تیار ہیں۔

☆

ناجی بے حد غصے کے عالم میں اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ذکوئی اُسے ٹھنڈا کرنے کی بہت کوشش کرچکی تھی لیکن اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"آپ مجھے اس کے پاس جانے دیں۔" ذکوی نے چوتھی بار کہا۔ "میں اُسے شیشے میں اتار لوں گی۔"

"بیکار ہے۔" ناجی نے گرج کر کہا۔ "وہ کمبخت حکم نامہ جاری کر چکا ہے جس پر عمل بھی شروع ہو چکا ہے۔ مجھے اس نے کہیں کا نہیں رہنے دیا۔ اس پر تمہارا جادو نہیں چل سکا۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے خلاف یہ سازش کرنے والے لوگ کون ہیں۔ وہ میری اُبھرتی ہوئی حیثیت سے حسد کرتے ہیں۔ میں امیرِ مصر بننے والا تھا۔ میں نے یہاں کے حکمرانوں پر حکومت کی ہے حالانکہ میں معمولی سا سالار تھا۔ اب میں سالار بھی نہیں رہا۔" اس نے دربان کو اندر بلا کر کہا کہ اردوش کو بلا لائے۔

اس کا ہمراز اور نائب اردوش آیا تو ناجی نے اس کے ساتھ بھی اسی موضوع پر بات کی۔ اُسے وہ کوئی نئی خبر نہیں سنا رہا تھا۔ اردوش کے ساتھ وہ صلاح الدین ایوبی کے نئے حکم نامے پر تفصیلی تبادلۂ خیالات کر چکا تھا مگر دونوں اس کے خلاف کوئی کارروائی سوچ نہیں سکے تھے۔ اب اس کے دماغ میں ایک کارروائی آگئی تھی۔ اس نے اردوش سے کہا۔ "میں نے جوابی کارروائی سوچ لی ہے۔"

"کیا؟"

"بغاوت۔" ناجی نے کہا۔ اردوش چپ چاپ اُسے دیکھتا رہا۔ ناجی نے کہا۔ "تم حیران ہو گئے ہو؟ کیا تمہیں شک ہے کہ یہ پچاس ہزار سوڈانی فوج ہماری وفادار نہیں؟ کیا یہ صلاح الدین ایوبی کی نسبت مجھے اور تمہیں اپنا حاکم اور بہی خواہ نہیں سمجھتی؟ کیا تم اپنی فوج کو یہ کہہ کر بغاوت پر آمادہ نہیں کر سکتے کہ تمہیں مصریوں کا غلام بنایا جا رہا ہے اور مصر تمہارا ہے؟"

اردوش نے گہری سانس لے کر کہا۔ "میں نے اس اقدام پر غور نہیں کیا تھا۔ بغاوت کا انتظام ایک اشارے پر ہو سکتا ہے لیکن مصر کی نئی فوج بغاوت کو دبا سکتی ہے اور اس فوج کو کمک بھی مل سکتی ہے۔ حکومت سے ٹکر لینے سے پہلے ہمیں ہر پہلو پر غور کر لینا چاہیئے۔"

"میں غور کر چکا ہوں۔" ناجی نے جواب دیا۔ "میں عیسائی بادشاہوں کو مدد کے لیے بلا رہا ہوں۔ تم دو پیامبر تیار کرو۔ انہیں بہت دُور جانا ہے۔ آؤ میری باتیں



غور سے سُن لو۔ ذکوی! تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔"

ذکوی اپنے کمرے میں چلی گئی اور وہ دونوں ساری رات اپنے کمرے میں بیٹھے رہے۔

☆

صلاح الدین ایوبی نے دونوں فوجوں کو مدغم کرنے کا وقت سات روز مقرر کیا تھا۔ کاغذی کارروائی ہوتی رہی۔ ناجی پوری طرح تعاون کرتا رہا۔ چار روز گذر چکے تھے۔ اس دوران ناجی ایک بار پھر صلاح الدین ایوبی سے ملا لیکن اس نے کوئی شکایت نہ کی۔ تفصیلی رپورٹ دے کر صلاح الدین ایوبی کو مطمئن کر دیا کہ ساتویں روز دونوں فوجیں ایک ہو جائیں گی۔ صلاح الدین ایوبی کے تاثر نے بھی اسے یقین دلایا کہ ناجی دیانت داری سے تعاون کر رہا ہے، مگر علی بن سفیان کی رپورٹ کسی حد تک پریشان کُن تھی۔ اس کی انٹیلی جنس سروس نے رپورٹ دی تھی کہ سوڈانی فوج کے سپاہیوں میں بے اطمینانی اور اجنبی سی پائی جاتی ہے۔ وہ مصری فوج میں مدغم ہونے پر خوش نہیں۔ ان کے درمیان یہ افواہیں پھیلائی جا رہی تھیں کہ مصری فوج میں مدغم ہو کر اُن کی حیثیت غلاموں کی سی ہو جائے گی۔ انہیں مالِ غنیمت بھی نہیں ملے گا اور اُن سے باربرداری کا کام لیا جائے گا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں شراب نوشی کی اجازت نہیں ہوگی۔ علی بن سفیان نے یہ رپورٹیں صلاح الدین ایوبی تک پہنچا دیں۔ ایوبی نے اسے کہا کہ یہ لوگ طویل مدت سے عیش کر رہے ہیں۔ انہیں نئی تبدیلی یقیناً پسند نہیں آئے گی۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ نئے حالات اور ماحول کے عادی ہو جائیں گے۔

"اس لڑکی سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟" صلاح الدین ایوبی نے پوچھا۔

"نہیں۔" علی نے جواب دیا۔ "اس سے ملاقات ممکن نظر نہیں آتی۔ میرے آدمی ناکام ہو چکے ہیں۔ ناجی نے اُسے قید کر رکھا ہے۔"

اس سے اگلی رات کا واقعہ ہے۔ رات ابھی ابھی تاریک ہوئی تھی۔ ذکوی اپنے کمرے میں تھی۔ ناجی اردوش کے ساتھ اپنے کمرے میں تھا۔ اُسے گھوڑوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ باہر کے چراغوں کی روشنی میں اُسے دو گھوڑا سوار گھوڑوں سے اترتے دکھائی دیئے۔ لباس سے وہ تاجر معلوم ہوتے تھے۔ لیکن وہ گھوڑوں سے اُتر کر ناجی کے کمرے کی طرف چلے تو اُن کی چال بتاتی تھی کہ یہ

تاجر نہیں۔ اتنے میں اردوش باہر نکلا۔ دونوں سوار اُسے دیکھ کر رک گئے اور اردوش کو سپاہیوں کے انداز سے سلام کیا۔ اردوش نے اُن کے گرد گھوم کر اُن کے لباس کا جائزہ لیا۔ پھر انہیں کہا کہ ہتھیار دکھاؤ۔ دونوں نے جُھرتی سے چغے کھولے اور ہتھیار دکھائے۔ اُن کے پاس چھوٹی تلواریں اور ایک ایک خنجر تھا۔ اردوش انہیں اندر لے گیا۔ دربان ایک طرف کھڑا تھا۔

ذکوئی گہری سوچ میں کھو گئی۔ وہ کمرے سے نکلی اور ناجی کے کمرے کا رُخ کیا مگر دربان نے اسے دروازے پر روک لیا اور کہا کہ اُسے حکم ملا ہے کہ کسی کو اندر نہ جانے دوں۔ ذکوئی کو وہاں ایسی حیثیت حاصل ہوگئی تھی کہ وہ کمانڈروں پر بھی حکم چلانے لگی تھی۔ دربان کے روکنے سے وہ سمجھ گئی کہ کوئی خاص بات ہے۔ اُسے یاد آیا کہ دو راتیں پہلے ناجی نے اس کی موجودگی میں اردوش سے کہا تھا ــــ "میں عیسائی بادشاہوں کو مدد کے لیے بلا رہا ہوں۔ تم دو پیامبر تیار کرو۔ انہیں بہت دُور جانا ہے" ــــ اور پھر اس نے ذکوئی کو اپنے کمرے میں چلے جانے کو کہا تھا اور اُس نے بغاوت کی باتیں بھی کی تھیں۔

یہ سب کچھ سوچ کر وہ اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔ اس کے اور ناجی کے خاص کمرے کے درمیان ایک دروازہ تھا جو دوسری طرف سے بند تھا۔ اس نے اس دروازے کے ساتھ کان لگا دیئے۔ اُدھر کی آوازیں دھیمی تھیں۔ اسے کوئی بات سمجھ نہ آئی۔ کچھ دیر بعد اُسے ناجی کی بڑی صاف آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "آبادیوں سے دُور رہنا۔ اگر کوئی شک میں پکڑنے کی کوشش کرے تو سب سے پہلے یہ پیغام غائب کرنا۔ جان پر کھیل جانا۔ جو بھی راستے میں حائل ہو اُسے ختم کر دینا۔ تمہارا سفر چار دنوں کا ہے۔ تین دنوں میں پہنچنے کی کوشش کرنا۔ سمت یاد کر لو۔ شمال مشرق"

دونوں آدمی باہر نکلے۔ ذکوئی بھی باہر آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو رہے تھے۔ ناجی اور اردوش بھی باہر کھڑے تھے۔ سواروں کو الوداع کہنے نکلے ہوں گے۔ سوار بہت تیزی سے روانہ ہو گئے۔ ناجی نے ذکوئی کو دیکھا تو اسے بلا کر کہا ــــ "میں باہر جا رہا ہوں۔ کام بہت ہے۔ تم آرام کرو۔ اگر اکیلے دل نہ لگے تو حرم میں گھوم پھر آنا"

"ہاں!" ذکوئی نے کہا۔ "جب سے آئی ہوں باہر نہیں نکلی"

ناجی اور اردوش چلے گئے۔ ذکوئی نے چغہ پہنا۔ کمربند میں خنجر اُڑسا اور حرم



کی طرف چل پڑی۔ وہ جگہ چند سو گز دُور تھی۔ وہ ناجی پر یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ وہ حرم میں گئی تھی۔ دربان کو بھی اس نے یہی بتایا۔ حرم میں داخل ہوئی تو وہاں کی رہنے والیوں نے اُسے حیران ہو کے دیکھا۔ وہ پہلی دفعہ وہاں گئی تھی۔ سب نے اس کا استقبال احترام اور پیار سے کیا۔ اُن دو لڑکیوں نے بھی اسے خوش آمدید کہا جو اسے قتل کرانا چاہتی تھیں۔ ذکوئی سب سے ملی۔ ہر ایک کے ساتھ باتیں کیں اور واپس چل پڑی۔ وہ خراٹ ملازم بھی وہیں تھی جسے اس کے قتل کے لیے کہا گیا تھا۔ اس نے ذکوئی کو بڑی غور سے دیکھا۔ ذکوئی باہر نکل گئی۔

حرم والے مکان اور ناجی کی رہائش گاہ کا درمیانی علاقہ اونچا نیچا تھا اور ویران۔ ذکوئی حرم سے نکلی تو ناجی کی رہائش گاہ کی طرف جانے کی بجائے بہت تیز تیز دوسری سمت چل پڑی۔ اُدھر ایک پگڈنڈی بھی تھی لیکن ذکوئی اس سے ذرا دور ہٹ کر جا رہی تھی۔ اس سے پندرہ بیس قدم پیچھے ایک سیاہ سایہ چلا جا رہا تھا۔ وہ کوئی انسان ہی ہو سکتا تھا مگر سر سے پاؤں تک ایک لبادے میں لپٹا ہونے کی وجہ سے سیاہ بھوت لگتا تھا۔ ذکوئی کی رفتار تیز ہوئی تو اس بھوت نے اپنی رفتار اس سے بھی تیز کر دی۔ آگے گھنی جھاڑیاں تھیں۔ ذکوئی اُن میں روپوش ہو گئی۔ سیاہ بھوت بھی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ وہاں سے کوئی اڑھائی تین سو گز آگے صلاح الدین ایوبی کی رہائش گاہ تھی جس کے ارد گرد فوج کے اعلیٰ رتبوں کے افراد رہتے تھے۔

ذکوئی کا رُخ اُدھر ہی تھا۔ وہ گھنی جھاڑیوں میں سے نکلی ہی تھی کہ بائیں طرف سے سیاہ بھوت اٹھا۔ چاندنی بڑی صاف تھی۔ پھر بھی اس کا چہرہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے پاؤں کی آہٹ بھی نہیں تھی۔ بھوت کا ہاتھ اوپر اٹھا۔ چاندنی میں خنجر چمکا اور بجلی کی تیزی سے خنجر ذکوئی کے بائیں کندھے اور گردن کے درمیان اُتر گیا۔ ذکوئی کی چیخ نہیں نکلی۔ خنجر اس کے کندھے سے نکل گیا۔ ذکوئی نے اتنا گہرا زخم کھا کر بھی نہایت تیزی سے اپنے کمربند سے خنجر نکالا۔ بھوت نے اُس پر دوسرا وار کیا تو ذکوئی نے اس کے خنجر والے بازو کو اپنے بازو سے روک کر اپنا خنجر بھوت کے سینے میں گھونپ دیا۔ اسے چیخ سنائی دی جو کسی عورت کی تھی۔ ذکوئی نے اپنا خنجر کھینچ کر دوسرا وار کیا جو بھوت کے پیٹ میں اُتر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے اپنے پہلو میں خنجر لگا لیکن زیادہ گہرا نہیں اُترا۔

سجود چکرا کر گرا۔

ذکوئی نے یہ نہیں دیکھا کہ اس پر حملہ کرنے والا کون تھا۔ وہ دوڑ پڑی۔ اس کے جسم سے خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا۔ صلاح الدین ایوبی کا مکان اسے چاندنی میں نظر آنے لگا۔ آدھا فاصلہ طے کر کے اُسے چکر آنے لگے۔ اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ اس نے چلانا شروع کر دیا ــــ "علی۔ ایوبی۔ علی۔ ایوبی۔" اس کے کپڑے لال سرخ ہو گئے تھے اور وہ بڑی مشکل سے قدم گھسیٹ رہی تھی۔ اس کی منزل تھوڑی ہی دُور رہ گئی تھی جہاں تک پہنچنا اس کے لیے ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ وہ مسلسل صلاح الدین ایوبی اور علی بن سفیان کو پکارے جا رہی تھی۔ قریب کہیں ایک گشتی سنتری پھر رہا تھا۔ اُسے اس کی آوازیں سنائی دیں تو وہ دوڑ کر پہنچا۔ ذکوئی اس پر گر پڑی اور کہا۔ "مجھے امیرِ مصر تک پہنچا دو۔ بہت جلدی۔ بہت جلدی۔" سنتری نے اس کا خون دیکھا تو اُسے پیٹھ پر لاد کر دوڑ پڑا۔

☆

صلاح الدین ایوبی اپنے کمرے میں بیٹھا علی بن سفیان سے رپورٹ لے رہا تھا۔ اس کے دو نائب بھی موجود تھے۔ یہ رپورٹیں کچھ اچھی نہیں تھیں۔ علی بن سفیان نے بغاوت کے خدشے کا اظہار کیا تھا جس پر غور ہو رہا تھا۔ دربان گھبراہٹ کے عالم میں اندر آیا اور بتایا کہ ایک سپاہی ایک زخمی لڑکی کو اٹھائے باہر کھڑا ہے۔ کہتا ہے یہ لڑکی امیرِ مصر سے ملنا چاہتی ہے۔ یہ سنتے ہی علی بن سفیان کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح کمرے سے نکل گیا۔ اس کے پیچھے صلاح الدین ایوبی دوڑا۔ اتنے میں لڑکی کو اندر لے آئے۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "طبیب اور جراح کو فوراً بلاؤ۔" لڑکی کو صلاح الدین ایوبی نے اپنے پلنگ پر لٹا دیا۔ ذرا سی دیر میں پلنگ پوش خون سے لال ہونے لگا۔

"کسی کو نہ بلاؤ۔" لڑکی نے نحیف آواز میں کہا۔ "میں اپنا فرض ادا کر چکی ہوں۔"

"تمہیں زخمی کس نے کیا ہے ذکوئی؟" علی بن سفیان نے پوچھا۔

"پہلے ضروری باتیں سُن لو۔" ذکوئی نے کہا۔ "شمال مشرق کی طرف سوار دوڑا دو۔ دو سوار جاتے نظر آئیں گے۔ دونوں کے چُغے بادامی رنگ کے ہیں۔ ایک کا گھوڑا بادامی اور دوسرے کا سیاہ ہے۔ وہ تاجر لگتے ہیں۔ اُن کے پاس سالار ناجی کا تحریری



پیغام ہے۔ جو عیسائی بادشاہ فرینک کو بھیجا گیا ہے۔ ناجی کی یہ سوڈانی فوج بغاوت کرے گی۔ مجھے اور کچھ بھی معلوم نہیں۔ تمہاری سلطنت سخت خطرے میں ہے۔ اُن دو سواروں کو راستے میں پکڑ لو۔ تفصیل اُن کے پاس ہے۔" بولتے بولتے ذکوئی کو غشی آنے لگی۔

دو طبیب آ گئے۔ انہوں نے ذکوئی کا خون بند کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس کے منہ میں دوائیاں ڈالیں جن کے اثر سے وہ بولنے کے قابل ہو گئی۔ وہ ضروری پیغام دے چکی تھی۔ اس کے بعد اس نے دوسری ساری باتیں سنائیں۔ مثلاً ناجی نے اردوش کے ساتھ کیا باتیں کی تھیں۔ اُسے کس طرح اپنے کمرے میں بھیج دیا گیا تھا۔ ناجی کا غصہ اور بھاگ دوڑ۔ دو سواروں کا آنا۔ وغیرہ۔ پھر اس نے بتایا کہ اُسے کچھ علم نہیں کہ اس پر حملہ کرنے والا کون تھا۔ وہ موقعہ موزوں دیکھ کر اِدھر ہی رپورٹ دینے کے لیے آ رہی تھی کہ پیچھے سے کسی نے اسے خنجر گھونپ دیا۔ اس نے اپنا خنجر نکال کر حملہ آور پر حملہ کیا۔ حملہ آور کی چیخ بتاتی تھی کہ وہ کوئی عورت ہے۔ اس نے حملے کی جگہ بتائی۔ اسی وقت اس جگہ آدمی دوڑا دیئے گئے۔ ذکوئی نے کہا تھا کہ وہ زندہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے خنجر اس کے سینے اور پیٹ میں لگے تھے۔

خون رک نہیں رہا تھا۔ زیادہ تر خون تو پہلے ہی بہہ گیا تھا۔ ذکوئی نے صلاح الدین ایوبی کا ہاتھ پکڑا اور چُوم کر کہا۔ "اللہ آپ کو اور آپ کی سلطنت کو سلامت رکھے۔ آپ شکست نہیں کھا سکتے۔ مجھ سے زیادہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ صلاح الدین ایوبی کا ایمان کتنا پختہ ہے۔" پھر اس نے علی بن سفیان سے کہا۔ "میں نے کوتاہی تو نہیں کی؟ آپ نے جو فرض مجھے سونپا تھا وہ میں نے پورا کر دیا ہے۔"

"تم نے اس سے زیادہ پورا کیا ہے۔" علی بن سفیان نے اسے کہا۔ "میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ناجی اس حد تک خطرناک کارروائی کرے گا اور تمہیں جان کی قربانی دینی پڑے گی۔ میں نے تمہیں صرف مخبری کے لیے وہاں بھیجا تھا۔"

"کاش! میں مسلمان ہوتی۔" ذکوئی نے کہا۔ اس کے آنسو نکل آئے۔ اس نے کہا۔ "میرے اس کام کا جو بھی معاوضہ دینا ہے وہ میرے اندھے باپ اور سدا بیمار ماں کو دے دینا۔ اُن کی معذوریوں نے مجھے بارہ سال کی عمر میں تماشہ بنا دیا تھا۔"

ذکوئی کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ آنکھیں آدھی کھلی رہیں اور ہونٹ اس طرح نیم وا جیسے مسکرا رہی ہو۔ طبیب نے نبض پر ہاتھ رکھا اور صلاح الدین ایوبی

کی طرف دیکھ کر سر ہلایا۔ ذکوئی کی روح اس کے زخمی جسم سے آزاد ہوگئی تھی۔

صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "یہ کسی بھی مذہب کی تھی، اسے پورے اعزاز کے ساتھ دفن کرو۔ اس نے اسلام کے لیے جان قربان کی ہے۔ یہ ہمیں دھوکہ بھی دے سکتی تھی۔"

دربان نے بتایا کہ باہر ایک عورت کی لاش آئی ہے۔ جاکر دیکھا۔ وہ ایک اُدھیڑ عمر کی عورت کی لاش تھی۔ جائے وقوعہ سے دو خنجر ملے تھے۔ اس عورت کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ یہ ناجی کے حرم کی ملازمہ تھی جس نے انعام کے لالچ میں ذکوئی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ رات کو ہی ذکوئی کو فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا گیا اور ملازمہ کی لاش گڑھا کھود کر دفنا دی گئی۔ دونوں کو خفیہ طریقے سے دفنایا گیا۔ انہیں جب دفنایا جا رہا تھا، صلاح الدین ایوبی نے نہایت اعلیٰ نسل کے آٹھ جوان گھوڑے منگوائے اور آٹھ سوار منتخب کرکے انہیں علی بن سفیان کی کمان میں ناجی کے اُن دو آدمیوں کے پیچھے دوڑا دیا جو ناجی کا پیغام لے کے جا رہے تھے۔

ذکوئی کون تھی؟

وہ مراکش کی ایک رقاصہ تھی۔ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ اس کا مذہب کیا تھا۔ وہ مسلمان نہیں تھی، عیسائی بھی نہیں تھی۔ جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ علی بن سفیان صلاح الدین ایوبی کی انٹیلی جنس (جاسوسی اور سراغرسانی) کا سربراہ تھا۔ اُسے دوسروں کے راز معلوم کرنے کے لیے کئی ڈھنگ اختیار کرنے پڑتے تھے۔ صلاح الدین ایوبی اُسے اپنے ساتھ مصر لایا تھا۔ یہاں اُس کو معلوم ہُوا کہ سوڈانی فوج کا سالار ناجی، سازشی اور شیطان ہے۔ اس کے اندرونِ خانہ حالات معلوم کرنے کے لیے علی بن سفیان نے جاسوسوں کا جال بچھا دیا تھا۔ اسے راز کی ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ ناجی حسن بن صباح کے 'فدائیوں' کی طرح مخالفین کو حسین لڑکیوں اور حشیش سے پھانستا، پاگر دیدہ بناتا یا مروا دیتا ہے۔ علی بن سفیان نے تلاشِ بسیار کے بعد کسی کی وساطت سے ذکوئی کو مراکش سے حاصل کیا اور خود بردہ فروش کا بہروپ دھار کر اسے ناجی کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس لڑکی میں ایسا جادو تھا کہ ناجی اسے صلاح الدین ایوبی کو پھانسنے کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا مگر خود ہی اس لڑکی کے دام میں پھنس گیا۔ پھنسا بھی ایسا کہ اس کے سامنے وہ اپنے نائب سالار کے ساتھ راز کی باتیں کرتا رہا۔

اس نے ذکوئی کو جشن کی رات صلاح الدین ایوبی کے خیمے میں بھیج دیا اور



اپنی اس فتح پر بے حد مسرور تھا کہ صلاح الدین ایوبی کا اس نے بُت توڑ دیا ہے۔ اب وہ اسی لڑکی کے ہاتھوں اسے مشروب بھی پلا سکے گا اور پھر اسے اپنا مرید بنائے گا، مگر اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ذکوئی صلاح الدین ایوبی کی ہی جاسوسہ تھی۔ وہ اُسے خیمے میں رپورٹیں دیتی رہی اور صلاح الدین ایوبی سے ہدایات لیتی رہی تھی۔ اس کے خیمے سے نکل کر ذکوئی دوسری طرف چلی گئی تھی جہاں اُسے منہ سر لپیٹے ایک آدمی ملا تھا۔ وہ آدمی علی بن سفیان تھا جس نے اسے کچھ اور ہدایات دی تھیں۔ اس کے بعد ذکوئی ناجی کے گھر سے باہر نہ نکل سکی اس لیے وہ علی بن سفیان کو کوئی رپورٹ نہ دے سکی۔ آخر اُسے موقعہ مل گیا اور وہ ایسی خبر لے کر وہاں سے نکلی جو خدا کے سوا کسی اور کو معلوم نہ تھی۔ یہ ذکوئی کی بدنصیبی تھی کہ حرم میں اس کے خلاف اس لیے سازش ہو رہی تھی کہ اس نے ناجی پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ سازش کامیاب ہوگئی اور ذکوئی قتل ہوگئی لیکن وہ اطلاع پہنچانے تک زندہ رہی۔

اس کے مرنے سے کچھ عرصہ بعد وہ معاوضہ جو علی بن سفیان نے اس کے ساتھ طے کیا تھا، صلاح الدین ایوبی کی طرف سے انعام اور وہ رقم جو علی بن سفیان نے ناجی سے بردہ فروش کے بھیس میں ذکوئی کی قیمت کے طور پر وصول کی تھی، مراکش میں ذکوئی کے معذور والدین کو ادا کر دی۔

☆

موت کی اس رات کے ستارے ٹوٹ گئے اور صبح طلوع ہوئی تو علی بن سفیان آٹھ سواروں کے ساتھ انتہائی رفتار سے شمال مشرق کی طرف جا رہا تھا۔ آبادیاں دور پیچھے رہ گئی تھیں۔ اُسے معلوم تھا کہ فرینک کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچنے کا راستہ کون سا ہے۔ رات انہوں نے گھوڑوں کو تھوڑی دیر آرام دیا تھا۔ یہ عربی گھوڑے تھکے ہوئے بھی تازہ دم لگتے تھے ـــــ دُور افق پر کھجور کے چند ایک درختوں میں علی کو دو گھوڑے جاتے نظر آئے۔ اس نے اپنی پارٹی کو رستہ بدلنے اور اوٹ میں ہونے کے لیے ٹیلوں کے ساتھ ساتھ ہو جانے کو کہا۔ وہ صحرا کا رازدان تھا۔ بھٹکنے کا اندیشہ نہ تھا۔ اس نے رفتار اور تیز کر دی۔ اگلے دو سواروں اور اس کی پارٹی میں کم و بیش چار میل کا فاصلہ تھا۔ یہ فاصلہ طے ہوگیا مگر گھوڑے تھک گئے۔ وہ جب کھجوروں کے درختوں تک پہنچے تو دو سوار کوئی دو میل دُور ریتی کی ایک پہاڑی

کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ ان کے گھوڑے بھی شاید تھک گئے تھے۔ دونوں سوار اُترے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"وہ پہاڑی کی اوٹ میں بیٹھ گئے ہیں" علی بن سفیان نے کہا اور راستہ بدل دیا۔

فاصلہ کم ہوتا گیا اور جب فاصلہ چند سو گز رہ گیا تو دونوں سوار اوٹ سے سامنے آئے۔ انہوں نے گھوڑوں کے سرپٹ دوڑنے کا شور سن لیا تھا۔ وہ دوڑ کر غائب ہو گئے۔ علی بن سفیان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ تھکے ہوئے گھوڑے نے وفاداری کا ثبوت دیا اور رفتار تیز کر دی۔ باقی گھوڑے بھی تیز ہو گئے۔ پہاڑی کے اندر گئے تو دونوں سوار وہاں سے جا چکے تھے مگر دُور نہیں گئے تھے۔ وہ شاید گھبرا بھی گئے تھے۔ آگے رتیلی چٹانیں تھیں۔ انہیں راستہ نہیں مل رہا تھا۔ کبھی دائیں جاتے کبھی بائیں۔ علی بن سفیان نے اپنے گھوڑے ایک صف میں پھیلا دیئے اور بھاگنے والوں سے ایک سو گز دور جا پہنچا۔ ایک تیر انداز نے دوڑتے گھوڑے سے تیر چلایا جو ایک گھوڑے کی اگلی ٹانگ میں لگا۔ گھوڑا بے قابو ہو گیا۔ تھوڑی سی اور بھاگ دوڑ کے بعد وہ دونوں گھیرے میں آ گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ انہوں نے جھوٹ بولا۔ اپنے آپ کو تاجر کہا لیکن تلاشی لی تو پیغام مل گیا جو ناجی نے انہیں دیا تھا۔ دونوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ گھوڑوں کو آرام کا وقت دیا گیا اور یہ پارٹی واپس ہوئی۔

صلاح الدین ایوبی بے تابی سے انتظار کر رہا تھا۔ دن گزر گیا۔ رات بھی گزرتی جا رہی تھی۔ آدھی رات گزر گئی۔ ایوبی لیٹ گیا اور اس کی آنکھ لگ گئی۔ سحر کے وقت دروازے پر ہلکی سی دستک سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ دوڑ کر دروازہ کھولا۔ علی بن سفیان کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے اس کے آٹھ سوار اور دو قیدی کھڑے تھے۔ علی اور قیدیوں کو صلاح الدین ایوبی نے سونے کے کمرے میں ہی بلا لیا اور علی سے ناجی کا پیغام لے کر پڑھنے لگا۔ پہلے تو اس کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا پھر جیسے یکلخت خون جوش مار کر اس کے چہرے اور آنکھوں میں چڑھ گیا ہو۔

ناجی کا پیغام خاصا طویل تھا۔ اس نے صلیبیوں کے ایک بادشاہ، فرنیک کو لکھا تھا کہ وہ فلاں دن اور فلاں وقت یونانیوں، رومیوں اور دیگر صلیبیوں کی بحیرہ سے بحیرۂ روم کی طرف سے مصر میں نوہیں اتار کر حملہ کر دے۔ حملے کی



اطلاع ملتے ہی پچاس ہزار سوڈانی فوج امیرِ مصر کے خلاف بغاوت کر دے گی۔ مصر کی نئی فوج حملے اور بغاوت کا بیک وقت مقابلہ کرنے کے قابل نہیں... اس کے عوض ناجی نے تمام تر مصر یا مصر کے بڑے حصے کی حکمرانی کی شرط پیش کی تھی۔

صلاح الدین ایوبی نے پیغام لے جانے والے دونوں سواروں کو قید خانے کی تحویل میں ڈال دیا اور اسی وقت اپنی نئی فوج کا دستہ بھیج کر ناجی اور اس کے تین نائبین کو ان کے مکانوں میں نظر بند کر کے پہرہ لگا دیا۔ ناجی کے حرم کی تمام عورتیں آزاد کر دی گئیں۔ اس کے ذاتی خزانے کو سرکاری خزانے میں ڈال دیا گیا اور ساری کارروائی خفیہ رکھی گئی۔ صلاح الدین ایوبی نے علی بن سفیان کی مدد سے ناجی کے اس خط میں جو پکڑ لیا گیا تھا، حملے کی تاریخ کو مٹا کر اگلی تاریخ لکھ دی۔ دو ذہین آدمیوں کو یہ پیغام دے کر شاہ فرنیک کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ان آدمیوں کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ ناجی کے پیامبر ہیں۔ انہیں روانہ کر کے اس سوڈانی فوج کو مصری فوج میں مدغم کرنے کا حکم روک لیا۔

آٹھویں روز پیامبر واپس آ گئے۔ وہ ناجی کا پیغام دے آئے اور فرنیک کا جواب (ناجی کے نام) لے آئے تھے۔ فرنیک نے لکھا تھا کہ حملے کی تاریخ سے دو دن پہلے سوڈانی فوج بغاوت کر دے تاکہ صلاح الدین ایوبی کو صلیبیوں کا حملہ روکنے کی ہوش ہی نہ رہے۔ علی بن سفیان نے صلاح الدین ایوبی کی اجازت سے ان دو پیامبروں کو نظر بند کر دیا۔ یہ باعزت نظر بندی تھی جس میں ان دونوں کے آرام اور بہترین خوراک وغیرہ کا خصوصی انتظام کیا گیا تھا۔ یہ ایک احتیاطی تدبیر تھی تاکہ یہ راز فاش نہ ہو جائے۔

صلاح الدین ایوبی نے بحیرہ روم کے ساحل پر ان مقامات پر اپنی فوج کو چھپا دیا جہاں صلیبیوں کی بحریہ کو لنگر انداز ہونا اور فوجیں اتارنی تھیں۔ اس نے ان مقامات سے دُور اپنی بحریہ بھی چھپا دی۔ حملے میں ابھی کچھ دن باقی تھے۔ ایک مؤرخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ سوڈانی فوج نے صلیبیوں کے حملے سے پہلے ہی بغاوت کر دی جو صلاح الدین ایوبی نے طاقت سے نہیں بلکہ ڈپلومیسی اور حسنِ سلوک سے دبا لی۔ بغاوت کی ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ باغیوں کو اپنا سالار ناجی کہیں نظر نہیں آیا تھا اور اس کا کوئی نائب بھی سامنے نہ آیا۔ وہ سب

قید میں تھے۔ مگر ایک اور مورخ ہیتاچی لکھتا ہے کہ سوڈانی فوج نے حملے کے بہت بعد بغاوت کی تھی۔ تاہم یہ دونوں مورخ باقی واقعات پر متفق نظر آتے ہیں۔ دونوں نے لکھا ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے ناجی اور اس کے نائبین کو قید میں سزائے موت دے کر رات کے وقت گمنام قبروں میں دفن کرا دیا تھا۔

ان دونوں مورخوں نے اور تیسرے مورخ لین پول نے بھی صلیبیوں کی بحریہ کے اعداد و شمار ایک ہی جیسے لکھے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ خط میں دی ہوئی تاریخ کے عین مطابق صلیبیوں کی بحریہ جس میں فرینک کی، یونان کی، رومیوں کی اور سسلی کی بحریہ شامل تھی، متحدہ کمان میں بحیرۂ روم میں نمودار ہوئی۔ مورخوں کے اعداد و شمار کے مطابق جنگی جہازوں کی تعداد ایک سو پچاس تھی۔ اس کے علاوہ بڑے جنگی جہاز بہت بڑے تھے۔ ان میں مصر میں اتارنے کے لیے فوج تھی۔ اس فوج کا صلیبی کمانڈر ایلرک تھا۔ بحری بادبانی کشتیوں میں رسد تھی۔ ان کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکا۔ جہاز دو قطاروں میں آ رہے تھے۔

صلاح الدین ایوبی نے دفاع کی کمان اپنے پاس رکھی۔ اس نے صلیبیوں کی بحریہ کو ساحل کے قریب آنے دیا۔ سب سے پہلے بڑے جہاز لنگر انداز ہوئے۔ اچانک اُن پر آگ برسنے لگی۔ یہ منجنیقوں سے پھینکی ہوئی مشعلیں تھیں اور آگ کے گولے اور ایسے تیر بھی تھے جن کے پچھلے حصے جلتی ہوئی مشعلوں کی مانند تھے۔ مسلمانوں کی برسائی ہوئی اس آگ نے جہازوں اور کشتیوں کے بادبانوں کو آگ لگا دی۔ جہاز لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ فوراً جل اٹھے۔ اُدھر سے مسلمانوں کے چھپے ہوئے جہاز آ گئے۔ انہوں نے بھی آگ ہی برسائی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بحیرۂ روم جل رہا ہو۔ صلیبیوں کے جہاز رُخ موڑ کر ایک دوسرے سے ٹکرانے اور ایک دوسرے کو جلانے لگے۔ ان میں سے صلیبی فوج سمندر میں کُود گئی۔ ان میں سے جو سپاہی ساحل کی طرف آئے، وہ سلطان ایوبی کے تیر اندازوں کا نشانہ بنے۔

اُدھر نورالدین زنگی نے شاہ فرینک کی سلطنت پر حملہ کر دیا۔ فرینک نے اپنی فوج کو مصر میں داخل کرنے کے لیے خشکی کے ذریعے روانہ کر دیا تھا۔ فرینک صلیبیوں کی بحریہ کے ساتھ تھا۔ اُسے اپنے ملک پر حملے کی اطلاع ملی تو بڑی مشکل سے جان بچا کر اپنے ملک میں پہنچا۔ مگر وہاں کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔



بحیرۂ روم میں صلیبیوں کا متحدہ بیڑہ نذرِ آتش ہو گیا اور فوج جل کر اور ڈوب کر ختم ہو گئی۔ صلیبیوں کا ایک کمانڈر ایلرک بچ گیا۔ اس نے ہتھیار ڈال کر صلح کی درخواست کی جو بہت بڑی رقم کے عوض منظور کر لی گئی۔ یونانیوں اور سسلی والوں کے کچھ جہاز بچ گئے تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے انہیں اپنے جہاز واپس لے جانے کی اجازت دے دی، مگر راستے میں ایسا طوفان آیا کہ تمام تر بچے کھچے جہاز غرق ہو گئے۔

۱۹ دسمبر ۱۱۶۹ کے روز صلیبیوں نے اپنی شکست پر دستخط کیے اور صلاح الدین ایوبی کو تاوان ادا کیا۔

بیشتر مورخین اور ماہرینِ حرب و ضرب نے صلاح الدین ایوبی کی اس فتح کا سہرا اس کی انٹیلی جنس سروس کے سر باندھا ہے۔ رقاصہ ذکوئی کا ذکر اُس دور کے ایک مراکشی وقائع نگار اسد الاسدی نے کیا ہے اور علی بن سفیان کا تعارف بھی اسی وقائع نگار کی تحریر سے ہوا ہے۔

یہ تو ابتدا تھی۔ صلاح الدین ایوبی کی زندگی پہلے سے زیادہ خطروں میں گھر گئی۔

# ساتویں لڑکی

صلیبیوں کے بحری بیڑے اور افواج کو بحیرۂ روم میں غرق کرکے صلاح الدین ایوبی ابھی مصر کے ساحلی علاقے میں ہی موجود تھا۔ سات دن گزر گئے تھے۔ صلیبیوں سے تاوان وصول کیا جا چکا تھا، مگر بحیرۂ روم ابھی تک بچے کھچے بحری جہازوں کو، کشتیوں کو نگل اور انسانوں کو اُگل رہا تھا۔ صلیبی ملاح اور سپاہ جلتے جہازوں سے سمندر میں کود گئی تھی۔ دور سمندر کے وسط میں سات روز بعد بھی چند ایک جہازوں کے بادبان پھڑپھڑاتے نظر آتے تھے۔ ان میں کوئی انسان نہیں تھا۔ پھٹے ہوئے بادبانوں نے جہازوں کو سمندر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے ان کی تلاشی کے لیے کشتیاں روانہ کردی تھیں اور ہدایت دی تھی کہ اگر کوئی جہاز یا کشتی کام کی ہو تو وہ رسّوں سے گھسیٹ لائیں اور جو اس قابل نہ ہوں ان میں سے سامان اور کام کی دیگر چیزیں نکال لائیں۔ کشتیاں چلی گئی تھیں اور جہازوں سے سامان لایا جا رہا تھا۔ ان میں زیادہ تر اسلحہ اور کھانے پینے کا سامان تھا یا لاشیں۔

سمندر میں لاشوں کا یہ عالم تھا کہ لہریں انہیں اٹھا اٹھا کر ساحل پر پٹخ رہی تھیں۔ ان میں کچھ تو جلی ہوئی تھیں اور کچھ مچھلیوں کی کھائی ہوئی۔ بہت سی ایسی تھیں جن میں تیر پیوست تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کے تیروں، نیزوں، تلواروں اور دیگر اسلحہ کا معائنہ بڑی غور سے کیا تھا اور انہیں اپنے اسلحہ کے ساتھ رکھ کر مضبوطی اور مار کا مقابلہ کیا تھا۔

زندہ لوگ بھی تختوں اور ٹوٹی ہوئی کشتیوں پر تیرتے ابھی تک سمندر سے باہر آ رہے تھے۔ ان بھوکے، پیاسے، تشنے اور ہارے ہوئے لوگوں کو لہریں جہاں کہیں ساحل پر لا پھینکتی تھیں وہ وہیں نڈھال ہو کر گر پڑتے اور مسلمان انہیں پکڑ لاتے تھے۔ ساحل کی میلوں لمبائی میں یہی عالم تھا۔ سلطان ایوبی نے اپنی سپاہ کو مصر کے سارے ساحل پر پھیلا دیا تھا اور انتظام کیا تھا کہ جہاں بھی کوئی قیدی سمندر سے نکلے،

اسے وہیں خشک کپڑے اور خوراک دی جائے اور جو زخمی ہوں ان کی مرہم پٹی بھی وہیں ہو جائے۔ اس اہتمام کے بعد قیدیوں کو ایک جگہ جمع کیا جا رہا تھا۔

صلاح الدین ایوبی گھوڑے پر سوار ساحلی علاقے میں گھوم پھر رہا تھا۔ وہ اپنے خیمے سے کوئی دو میل دور نکل گیا۔ آگے چٹانی علاقہ آگیا۔ چٹانوں کی ایک سمت سمندر اور عقب میں صحرا تھا۔ یہ سرسبز صحرا تھا جہاں کھجور کے علاوہ دوسری اقسام کے صحرائی درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ سلطان ایوبی گھوڑے سے اترا اور پیدل چٹانوں کے دامن میں چل پڑا۔ محافظ دستے کے چار سوار اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اپنا گھوڑا محافظوں کے حوالے کیا اور انہیں وہیں ٹھہرنے کو کہا۔ اس کے ساتھ تین سالار تھے۔ ان میں اس کا رفیقِ خاص بہاؤالدین شداد بھی تھا۔ وہ اس معرکے سے ایک ہی روز پہلے عرب سے اس کے پاس آیا تھا۔ انہوں نے بھی گھوڑے محافظوں کے حوالے کیے اور سلطان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ موسم سرد تھا۔ سمندر میں تلاطم نہیں تھا۔ لہریں آتی تھیں اور چٹانوں سے دور ہی سے واپس چلی جاتی تھیں۔ ایوبی ٹہلتے ٹہلتے دور نکل گیا اور محافظ دستے کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے آگے، پیچھے اور بائیں طرف اونچی نیچی چٹانیں اور دائیں طرف ساحل کی ریت تھی۔ وہ ایک چٹان پر کھڑا ہو گیا جس کی بلندی دو اڑھائی گز تھی۔ اس نے بحیرۂ روم کی طرف دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سمندر کی نیلاہٹ سلطان ایوبی کی آنکھوں میں اتر آئی ہو۔ اس کے چہرے پر فتح و نصرت کی مسرت تھی اور اس کی گردن کچھ زیادہ ہی تن گئی تھی۔

اس نے ناک سکیڑ کر کپڑا ناک پر رکھ لیا۔ بولا۔ "کس قدر تعفن ہے۔" —— اس کی اور سالاروں کی نظریں ساحل پر گھومنے لگیں۔ پھڑپھڑانے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر ہلکی ہلکی چیخیں اور سیٹیاں سی سنائی دیں۔ اوپر سے تین چار گدھ پر پھیلائے اترتے دکھائی دیئے اور چٹان کی اوٹ میں جدھر ساحل تھا اتر گئے۔ ایوبی نے کہا —— "لاشیں ہیں" —— ادھر گیا تو پندرہ بیس گز دور گدھ تین لاشوں کو کھا رہے تھے، ایک گدھ ایک انسانی کھوپڑی پنجوں میں دبوچ کر اڑا اور جب فضا میں چکر کاٹا تو کھوپڑی اس کے پنجوں سے چھوٹ گئی اور صلاح الدین ایوبی کے سامنے آن گری۔ کھوپڑی کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں جیسے صلاح الدین ایوبی کو دیکھ رہی ہوں۔ چہرے اور بالوں سے صاف پتہ چلتا تھا کہ کسی صلیبی کی کھوپڑی ہے۔ ایوبی کچھ دیر کھوپڑی کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے سالاروں کی طرف دیکھا اور کہا —— "ان لوگوں کی کھوپڑیاں مسلمانوں کی کھوپڑیوں

سے بہتر ہیں۔ یہ ان کھوپڑیوں کا کمال ہے کہ ہماری خلافت عورت اور شراب کی نذر ہوتی جارہی ہے۔"

"صلیبی چوہوں کی طرح سلطنتِ اسلامیہ کو ہڑپ کرتے چلے جارہے ہیں"۔۔۔ ایک سالار نے کہا۔

"اور ہمارے بادشاہ انہیں جزیہ دے رہے ہیں"۔۔۔ شداد نے کہا۔ "فلسطین پر صلیبی قابض ہیں۔ سلطان! کیا ہم اُمید رکھ سکتے ہیں کہ ہم فلسطین سے انہیں نکال سکیں گے؟"

"خدا کی ذات سے مایوس نہ ہو شداد"۔۔۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا۔

"ہم اپنے بھائیوں کی ذات سے مایوس ہو چکے ہیں"۔۔۔ ایک اور سالار بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "حملہ جو باہر سے ہوتا ہے اسے ہم روک سکتے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی سوچ بھی سکتا تھا کہ کفار کے اتنے بڑے بحری بیڑے کو تم اتنی تھوڑی طاقت سے نذرِ آتش کرکے ڈبو سکو گے؟ تم نے شاید اندازہ نہیں کیا کہ اس بیڑے میں جو لشکر آرہا تھا، وہ سارے سمندر پر مکھیوں کی طرح چھا جاتا۔ اللہ نے ہمیں ہمت دی اور ہم نے کھلے میدان میں نہیں بلکہ صرف گھات لگا کر اس لشکر کو سمندر کی تہہ میں گم کر دیا۔ مگر میرے دوستو! حملہ جو اندر سے ہوتا ہے اسے تم اتنی آسانی سے نہیں روک سکتے۔ جب تمہارا اپنا بھائی تم پر وار کرے گا تو تم پہلے یہ سوچو گے کہ کیا تم پر واقعی بھائی نے وار کیا ہے؟ تمہارے بازو میں اس کے خلاف تلوار اٹھانے کی طاقت نہیں ہوگی۔ اگر تلوار اٹھاؤ گے اور اپنے بھائی سے تیغ آزمائی کرو گے تو دشمن موقع غنیمت جان کر دونوں کو ختم کر دے گا۔"

وہ آہستہ آہستہ ساحل پر چٹان کے ساتھ ساتھ جارہا تھا۔ چلتے چلتے رک گیا۔ جھک کر ریت سے کچھ اٹھایا اور ہتھیلی پر رکھ کر سب کو دکھایا۔ یہ ہتھیلی جتنی بڑی صلیب تھی جو سیاہ لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک مضبوط دھاگہ تھا۔ اس نے ان لاشوں کے بکھرے ہوئے اعضاء کو دیکھا جنہیں گدھ کھا رہے تھے۔ پھر کھوپڑی کو دیکھا جو گدھ کے پنجوں سے اس کے سامنے گری تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کھوپڑی تک گیا۔ تین گدھ کھوپڑی کی ملکیت پر لڑ رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی کو دیکھ کر پرے چلے گئے۔ سلطان ایوبی نے صلیب کھوپڑی پر رکھ دی اور دوڑ کر اپنے سالاروں سے جا ملا۔ کہنے لگا۔ "میں نے صلیبیوں کے ایک قیدی افسر سے باتیں کی تھیں۔ اس کے گلے میں بھی صلیب تھی۔ اس نے بتایا کہ صلیبی لشکر میں جو جرمنی

ہوتا ہے اس سے صلیب پر ہاتھ رکھ کر حلف لیا جاتا ہے کہ وہ صلیب کے نام پر جان کی بازی لگا کر لڑے گا اور وہ روئے زمین سے آخری مسلمان کو بھی ختم کر کے دم لے گا۔ اس حلف کے بعد ہر لشکری کے گلے میں صلیب لٹکا دی جاتی ہے۔ یہ صلیب مجھے ریت سے ملی ہے۔ معلوم نہیں کس کی تھی۔ میں نے اس کھوپڑی پر رکھ دی ہے تاکہ اس کی روح صلیب کے بغیر نہ رہے۔ اس نے صلیب کی خاطر جان دی ہے۔ سپاہی کو سپاہی کے حلف کا احترام کرنا چاہیے۔"

"سلطان!" — شداد نے کہا — "یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ صلیبی یروشلم کے مسلمان باشندوں کا کتنا کچھ احترام کر رہے ہیں۔ وہاں سے مسلمان بیوی بچوں کو ساتھ لے کر بھاگ رہے ہیں۔ ہماری بیٹیوں کی آبرو لوٹی جا رہی ہے۔ ہمارے قیدیوں کو انہوں نے ابھی تک نہیں چھوڑا۔ مسلمان جانوروں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کیا ہم ان عیسائیوں سے انتقام نہیں لیں گے؟"

"انتقام نہیں" — صلاح الدین ایوبی نے کہا — "ہم فلسطین لیں گے مگر فلسطین کے راستے میں ہمارے اپنے حکمران حائل ہیں" — وہ چلتے چلتے رک گیا اور بولا — "کفار نے صلیب پر ہاتھ رکھ کر سلطنتِ اسلامیہ کے خاتمے کا حلف اٹھایا ہے۔ میں نے اپنے اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اور ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر قسم کھائی ہے کہ فلسطین ضرور لوں گا اور سلطنتِ اسلامیہ کی سرحدیں انطاکیہ تک لے جاؤں گا مگر میرے رفیقو! مجھے اپنی تاریخ کا مستقبل کچھ روشن نظر نہیں آتا۔ ایک وقت تھا کہ عیسائی بادشاہ تھے اور ہم جنگجو۔ اب ہمارے بزرگ بادشاہ بنتے جا رہے ہیں اور عیسائی جنگجو۔ دونوں قوموں کا رجحان دیکھ کر میں کہہ رہا ہوں کہ ایک وقت آئے گا جب مسلمان بادشاہ بن جائیں گے مگر عیسائی ان پر حکومت کریں گے۔ مسلمان اسی میں بدمست رہیں گے کہ ہم بادشاہ ہیں، آزاد ہیں مگر وہ آزاد نہیں ہوں گے۔ میں فلسطین لے لوں گا مگر مسلمانوں کا رجحان بتا رہا ہے کہ وہ فلسطین گنوا بیٹھیں گے۔ عیسائیوں کی کھوپڑی بڑی تیز ہے.... پچاس ہزار سوڈانی لشکر کو کون پال رہا تھا؟ ہماری خلافت اپنی آستین میں ناجی نام کا سانپ پالتی رہی ہے۔ میں پہلا امیرِ مصر ہوں جس نے دیکھا ہے کہ یہ لشکر ہمارے لیے نہ صرف بیکار ہے بلکہ خطرناک بھی ہے۔ اگر ناجی کا خط پکڑا نہ جاتا تو آج ہم سب اس لشکر کے ہاتھوں مارے جا چکے ہوتے یا اس کے قیدی ہوتے...."

اچانک ہلکا سا زناٹا سنائی دیا اور ایک تیر صلاح الدین ایوبی کے دونوں پاؤں

کے درمیان ریت میں لگا۔ جدھر سے تیر آیا تھا اس طرف سلطان ایوبی کی پیٹھ تھی ....
سالاروں میں سے بھی کوئی اُدھر نہیں دیکھ رہا تھا۔ سب نے بدک کر اس طرف دیکھا جدھر سے تیر آیا تھا۔ اُدھر ڈھیلی چٹانیں تھیں۔ تینوں سالار اور صلاح الدین ایوبی دوڑ کر ایک ایسی چٹان کی اوٹ میں ہو گئے جو دیوار کی طرح عمودی تھی۔ انہیں توقع تھی کہ اور بھی تیر آئیں گے۔ تیروں کے سامنے میدان میں کھڑے رہنا کوئی بہادری نہیں تھی۔ نسداؔ نے منہ میں انگلیاں رکھ کر زور سے سیٹی بجائی۔ محافظ دستہ پاپرکاب تھا۔ ان کے گھوڑوں کے سرپٹ ٹاپو سنائی دیئے۔ اس کے ساتھ ہی تینوں سالار اس طرف دوڑ پڑے جس طرف سے تیر آیا تھا۔ وہ بکھر کر چٹانوں پر چڑھ گئے۔ چٹانیں زیادہ اونچی نہیں تھیں۔ صلاح الدین ایوبی بھی ان کے پیچھے گیا۔ ایک سالار نے اسے دیکھ لیا اور کہا ــــ "سلطان! آپ سامنے نہ آئیں" مگر سلطان ایوبی رکا نہیں۔

محافظ پہنچ گئے۔ صلاح الدین ایوبی نے انہیں کہا ــــ "ہمارے گھوڑے یہیں چھوڑ دو اور چٹانوں کے پیچھے جاؤ۔ اُدھر سے ایک تیر آیا ہے۔ جو کوئی نظر آئے اسے پکڑ لاؤ"

سلطان ایوبی چٹان کے اوپر گیا تو اُسے اونچی نیچی چٹانیں دُور دُور تک پھیلی ہوئی نظر آئیں۔ وہ اپنے سالاروں کو ساتھ لیے پچھلی طرف اُتر گیا اور ہر طرف گھوم پھر کر اور چٹانوں پر چڑھ کر دیکھا۔ کسی انسان کا نشان تک نظر نہ آیا۔ محافظ چٹانی علاقے کے اندر، اوپر اور اِدھر اُدھر گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی نیچے اُتر کے وہاں گیا جہاں ریت میں تیر گڑھا ہُوا تھا۔ اس نے اپنے رفیقوں کو بلایا اور تیر پر ہاتھ مارا۔ تیر گر پڑا۔ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "دُور سے آیا ہے۔ اس لیے پاؤں میں لگا ہے، ورنہ گردن یا پیٹھ میں لگتا۔ ریت میں بھی زیادہ نہیں اُترا" ــــ اس نے تیر اٹھا کر دیکھا اور کہا ــــ "صلیبیوں کا ہے، حشیشین کا نہیں"

"سلطان کی جان خطرے میں ہے" ــــ ایک سالار نے کہا۔

"اور ہمیشہ خطرے میں رہے گی" ــــ صلاح الدین ایوبی نے ہنس کر کہا ــــ "میں بحیرۂ روم میں کفار کی وہ کشتیاں دیکھنے نکلا تھا جو ملاحوں کے بغیر ڈول رہی ہیں مگر میرے عزیز دوستو! کبھی نہ سمجھنا کہ صلیبیوں کی کشتی ڈول رہی ہے۔ وہ پھر آئیں گے۔ گھٹاؤں کی طرح گرجتے آئیں گے اور برسیں گے بھی۔ لیکن وہ زمین کے

نیچے سے اور پیٹھ کے پیچھے سے بھی وار کریں گے۔ ہمیں اب صلیبیوں سے ایسی جنگ لڑنی ہے جو صرف فوجیں نہیں لڑیں گی۔ میں جنگی تربیت میں ایک اضافہ کر رہا ہوں۔ یہ فنِ حرب وضرب کا نیا باب ہے۔ اسے جاسوسوں کی جنگ کہتے ہیں۔"

سلطان ایوبی تیر ہاتھ میں لیے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے کیمپ کی طرف چل پڑا۔ اس کے سالار بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے سلطان کے دائیں طرف اپنا گھوڑا کر دیا، ایک نے بائیں کو اور ایک نے اپنا گھوڑا اس کے بالکل پیچھے اور قریب رکھا تاکہ کسی بھی طرف سے تیر آئے تو صلاح الدین ایوبی تک نہ پہنچ سکے۔

☆

صلاح الدین ایوبی نے اس تیر پر ذرا سی بھی پریشانی کا اظہار نہ کیا جو کسی نے اسے قتل کرنے کے لیے چلایا تھا۔ اپنے رفیق سالاروں کو اپنے خیمے میں بٹھائے ہوئے وہ بتا رہا تھا کہ جاسوس اور شب خون مارنے والے دستے کس قدر نقصان کرتے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا ــــ "میں علی بن سفیان کو ایک ہدایت دے چکا ہوں لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا کیونکہ فوراً ہی مجھے اس حملے کی خبر ملی اور عمل درآمد دھرا رہ گیا۔ تم سب فوری طور پر یوں کرو کہ اپنے سپاہیوں اور ان کے عہدیداروں میں سے ایسے افراد منتخب کرو جو دماغی اور جسمانی لحاظ سے مضبوط اور صحت مند ہوں۔ باریک بین، دور اندیش، قوت فیصلہ رکھنے والے جانباز قسم کے آدمی چنو۔ میں نے علی کو ایسے آدمیوں کی جو صفات بتائی تھیں وہ سب سُن لو۔ اُن میں اونٹ کی مانند زیادہ سے زیادہ دن بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی قوت ہو۔ چیتے کی طرح جھپٹنا جانتے ہوں، عقاب کی طرح ان کی نظریں تیز ہوں، خرگوش اور ہرن کی طرح دوڑ سکتے ہوں۔ مسلح دشمن سے ہتھیار کے بغیر بھی لڑ سکیں۔ ان میں شراب اور کسی دوسری نشہ آور چیز کی عادت نہ ہو۔ کسی لالچ میں نہ آئیں۔ عورت کتنی ہی حسین مل جائے اور زر و جواہرات کے انبار ان کے قدموں میں لگا دیئے جائیں، وہ نظر اپنے فرض پر رکھیں۔۔۔۔

"اپنے دوستوں اور ان کے کمانداروں کو خاص طور پر ذہن نشین کرا دیں کہ عیسائی بڑی ہی خوبصورت اور جوان لڑکیوں کو جاسوسی کے لیے اور فوجوں میں بے اطمینانی پھیلانے کے لیے اور عسکریوں کو جذبے کے لحاظ سے بیکار کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ میں نے مسلمانوں میں یہ کمزوری دیکھی ہے کہ عورت کے آگے ہتھیار ڈال دیتے

ہیں۔ میں مسلمان عورت کو ان مقاصد کے لیے دشمن کے علاقے میں کبھی نہیں بھیجوں گا۔ ہم عصمتوں کے محافظ ہیں عصمت کو ہتھیار نہیں بنائیں گے۔ علی بن سفیان نے چند ایک لڑکیاں رکھی ہوئی ہیں لیکن وہ مسلمان نہیں اور وہ عیسائی بھی نہیں، مگر میں عورت کا قائل نہیں۔"

محافظ دستے کا کمانڈر خیمے میں آیا اور اطلاع دی کہ محافظ کچھ لڑکیوں اور آدمیوں کو ساتھ لائے ہیں۔ سلطان ایوبی باہر نکلا۔ اس کے تینوں سالار بھی ساتھ تھے۔ باہر پانچ آدمی کھڑے تھے جن کے لمبے چغے، دستاریں اور ڈیل ڈول بتا رہی تھی کہ تاجر ہیں اور سفر میں ہیں۔ ان کے ساتھ سات لڑکیاں تھیں۔ ساتوں جوان تھیں اور ایک سے ایک بڑھ کر خوبصورت۔ ان محافظوں میں سے ایک نے جو سلطان پر تیر چلانے والے کی تلاش میں گئے تھے بتایا کہ انہوں نے تمام علاقہ چھان مارا، انہیں کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ دور پیچھے گئے تو یہ لوگ تین اونٹوں کے ساتھ ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔

"کیا ان کی تلاشی لی ہے؟" — ایک سالار نے پوچھا۔

"لی ہے" — محافظ نے جواب دیا — "یہ کہتے ہیں کہ تاجر ہیں۔ ان کا سارا سامان کھلوا کر دیکھا ہے، جامہ تلاشی بھی لی ہے۔ ان کے پاس ان خنجروں کے سوا اور کوئی ہتھیار نہیں" — اس نے پانچ خنجر سلطان ایوبی کے قدموں میں رکھ دیئے۔

"ہم مراکش کے تاجر ہیں" — ایک تاجر نے کہا — "سکندریہ تک جائیں گے۔ دو روز گزرے ہمارا قیام یہاں سے دس کوس پیچھے تھا۔ پرسوں شام یہ لڑکیاں ہمارے پاس آئیں۔ ان کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ سسلی کی رہنے والی ہیں۔ انہیں عیسائی فوج کا ایک کمانڈر گھروں سے پکڑ کر ساتھ لے آیا اور ایک بحری جہاز میں جا سوار کیا۔ ان کے ماں باپ غریب ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ بے شمار جہاز اور کشتیاں چل پڑیں۔ لڑکیوں والے جہاز میں چند اور کمانڈر قسم کے آدمی تھے اور اُن کی فوج بھی تھی۔ وہ سب ان لڑکیوں کے ساتھ شراب پی کر عیش و عشرت کرتے رہے۔ اس ساحل کے قریب آئے تو جہازوں پر آگ کے گولے گرنے لگے۔ تمام لوگ جہازوں سے سمندر میں کودنے لگے۔ ان لڑکیوں کو انہوں نے ایک کشتی میں بٹھا کر جہاز سے سمندر میں اتار دیا۔ یہ بتاتی ہیں کہ انہیں کشتی چلانی نہیں آتی تھی۔ کشتی سمندر میں ڈولتی اور بھٹکتی رہی۔ پھر ایک روز خود ہی ساحل سے آلگی۔ ہمارا قیام ساحل کے ساتھ تھا۔ یہ ہمارے پاس آگئیں۔ بہت ہی بُری حالت میں تھیں۔ ہم نے

انہیں پناہ میں لے لیا۔ انہیں ہم دھتکار تو نہیں سکتے تھے۔ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان کا کیا کریں۔ پچھلے پڑاؤ سے یہاں تک انہیں ساتھ لائے ہیں۔ یہ سوار آ گئے اور ہمارے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ ہم نے ان سے تلاشی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ سلطان صلاح الدین امیرِ مصر کا حکم ہے۔ ہم نے ان کی منت سماجت کی کہ ہمیں اپنے سلطان کے حضور لے چلو۔ ہم عرض کریں گے کہ ان لڑکیوں کو اپنی پناہ میں لے لے۔ ہم سفر میں ہیں۔ انہیں کہاں کہاں لئے پھریں گے!"

لڑکیوں سے پوچھا تو وہ سسلی کی زبان بول رہی تھیں۔ وہ ڈری ڈری سی لگتی تھیں۔ ان میں سے دو تین اکٹھی ہی بولنے لگیں۔ صلاح الدین ایوبی نے تاجروں سے پوچھا کہ ان کی زبان کون سمجھتا ہے؟ ایک نے بتایا کہ صرف میں سمجھتا ہوں۔ یہ التجا کر رہی ہیں کہ سلطان انہیں پناہ میں لے لے۔ کہتی ہیں کہ ہم تاجروں کے قافلے کے ساتھ نہیں جائیں گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں ڈاکو ہمیں اٹھا کر لے جائیں۔ اِدھر جنگ بھی ہو رہی ہے۔ ہر طرف عیسائیوں اور مسلمانوں کے سپاہی بھاگتے دوڑتے پھر رہے ہیں۔ ہمیں سپاہیوں سے بہت ڈر آتا ہے۔ ہمیں جب گھروں سے اٹھایا گیا تھا تو ہم سب کنواری تھیں۔ ان فوجیوں نے بحری جہاز میں ہمیں طوائفیں بنائے رکھا ہے۔

ایک لڑکی نے کچھ کہا تو اس کی زبان جاننے والے تاجر نے سلطان ایوبی سے کہا — "یہ کہتی ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے بادشاہ تک پہنچا دو۔ ہو سکتا ہے اس کے دل میں رحم آ جائے۔"

ایک اور لڑکی بول پڑی۔ اس کی آواز رندھیائی ہوئی تھی۔ تاجر نے کہا — "یہ کہتی ہے کہ ہمیں عیسائی سپاہیوں کے حوالے نہ کیا جائے۔ میں مسلمان ہو جاؤں گی بشرطیکہ کوئی اچھی حیثیت والا مسلمان میرے ساتھ شادی کرے۔"

دو تین لڑکیاں پیچھے کھڑی منہ چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر گھبراہٹ تھی۔ بات کرتے شرماتی یا ڈرتی تھیں۔

صلاح الدین ایوبی نے تاجر سے کہا — "انہیں کہو کہ یہ عیسائیوں کے پاس نہیں جانا چاہئیں۔ ہم انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ یہ لڑکی جو کہہ رہی ہے کہ مسلمان ہو جائے گی بشرطیکہ کوئی مسلمان اس کے ساتھ شادی کرے، اسے کہو کہ

میں اس کی پیش کش قبول نہیں کر سکتا کیونکہ یہ خوف اور مجبوری کے عالم میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ انہیں بتاؤ کہ انہیں مجھ پر اعتماد ہے تو میں انہیں اسلام کی بیٹیوں کی طرح پناہ میں لیتا ہوں۔ اپنے دارالحکومت میں جا کر یہ انتظام کر دوں گا کہ انہیں عیسائی راہبوں یا کسی پادری کے پاس بھجوا دوں گا۔ پادری یروشلم میں ہوں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب عیسائی قیدیوں کو آزاد کیا جائے گا تو میں کوشش کروں گا کہ ان کی شادیاں قابلِ اعتماد اور اچھی حیثیت کے قیدیوں کے ساتھ کر دوں انہیں یہ بھی بتا دو کہ کسی مسلمان کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ انہیں اجازت ہوگی کہ کسی مسلمان سے ملیں۔ ان کی ضروریات اور عزت کا خیال رکھا جائے گا۔"

تاجر نے لڑکیوں کو ان کی زبان میں سلطان ایوبی کی ساری باتیں بتائیں تو ان کے چہروں پر رونق آ گئی۔ وہ ان شرائط پر رضامند ہو گئیں۔ تاجر شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔ صلاح الدین ایوبی نے لڑکیوں کے لیے الگ خیمہ لگانے اور خیمے کے باہر ہر وقت ایک سنتری موجود رہنے کا حکم دیا۔ وہ خیمے کی جگہ بتانے ہی لگا تھا کہ چھ صلیبی قیدی سلطان ایوبی کے سامنے لائے گئے۔ وہ بہت ہی بری حالت میں تھے۔ ان کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ کپڑوں پر خون بھی تھا ریت بھی۔ ان کے چہرے لاشوں کی مانند تھے۔ ان کے متعلق بتایا گیا کہ ڈیڑھ دو میل دور ساحل پر بے سُدھ پڑے تھے۔ وہ ٹوٹی ہوئی کشتی پر تیر رہے تھے۔ ایک دن کشتی پانی بھر جانے سے ڈوب گئی۔ یہ سب تیر کر ساحل تک پہنچے۔ کشتی میں بائیس آدمی سوار ہوئے تھے۔ صرف یہ چھ زندہ بچے۔ ان سے چلا نہیں جاتا تھا۔ یہ صلیبی لشکر کے سپاہی تھے۔ یہ سب دھڑام سے بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک چہرے مہرے سے لگتا تھا کہ معمولی سپاہی نہیں ہے۔ وہ کراہ رہا تھا۔ اس کے کپڑوں پر خون کا ایک دھبہ بھی نہ تھا مگر زخمیوں سے زیادہ تکلیف میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے سانولی لڑکیوں کو غور سے دیکھا اور پھر کراہنے لگا۔

یہ صلاح الدین ایوبی کا حکم تھا کہ ہر ایک قیدی اسے دکھایا جائے۔ چونکہ قیدی ابھی تک سمندر سے بچ بچ کر نکل رہے تھے، اس لیے ہر ایک قیدی سلطان ایوبی کے سامنے لایا جاتا تھا۔ اس نے ان قیدیوں کو بھی دیکھا۔ کسی سے کوئی بات نہ کی۔ البتہ اس قیدی کو جو سب سے زیادہ کراہ رہا تھا اور جس کے جسم پر کوئی زخم

نہ تھا، سلطان نے غور سے دیکھا اور آہستہ سے اپنے سالاروں سے کہا — "علی بن سفیان ابھی تک نہیں آیا۔ ان تمام قیدیوں سے جو اب تک ہمارے پاس آچکے ہیں، بہت کچھ پوچھنا ہے۔ ان سے معلومات لینی ہیں" — اس نے اس قیدی کی طرف دیکھ کر کہا — "یہ آدمی کماندار معلوم ہوتا ہے۔ اسے نظر میں رکھنا اور جب علی بن سفیان آئے تو اسے کہنا کہ اس سے تفصیلی پوچھ گچھ کرے۔ معلوم ہوتا ہے اسے اندر کی چوٹیں آئی ہیں۔ شاید پسلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔۔۔۔ انہیں فوراً زخمی قیدیوں کے خیموں میں پہنچا دو۔ انہیں کھلاؤ پلاؤ اور ان کی مرہم پٹی کرو"

قیدیوں کو اس طرف لے جایا گیا جس طرف زخمی قیدیوں کے خیمے تھے۔ لڑکیاں انہیں جاتا دیکھتی رہیں۔ پھر ان لڑکیوں کو بھی لے گئے۔

فوج کے خیموں سے تھوڑی دور لڑکیوں کے لیے خیمہ نصب کیا جا رہا تھا۔ وہاں سے کوئی سو قدم دور زخمی قیدیوں کے خیمے تھے۔ وہاں بھی ایک خیمہ گاڑا جا رہا تھا اور چھ نئے زخمی قیدی زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ لڑکیاں ان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ دونوں خیمے کھڑے ہوگئے۔ لڑکیاں اپنے خیمے میں چلی گئیں اور زخمیوں کو اُن کے اپنے خیمے میں لے گئے۔ ایک سنتری لڑکیوں کے خیمے کے باہر کھڑا ہوگیا۔ لڑکیوں کے لیے کھانا آگیا جو انہوں نے کھا لیا۔ پھر ایک لڑکی خیمے سے نکل کر اس خیمے کی طرف دیکھنے لگی جس میں نئے چھ زخمی قیدیوں کو لے گئے تھے۔ اس کے چہرے پر اب گھبراہٹ اور خوف کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ سنتری نے اسے دیکھا اور اس نے سنتری کو دیکھا۔ لڑکی نے مسکرا کر اشارہ کیا کہ وہ زخمیوں کے خیمے کی طرف جانا چاہتی ہے۔ سنتری نے سر ہلا کر اسے روک دیا۔ لڑکیوں کو خیمے سے دُور جانے یا کسی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ لڑکیوں اور چھ زخمیوں کے خیموں کے درمیان بہت سے درخت تھے۔ بائیں طرف مٹی کا ایک ٹیلا تھا جس پر جھاڑیاں تھیں۔

سورج غروب ہوگیا۔ پھر رات تاریک ہونے لگی۔ کیمپ کے غل غپاڑے پر نیند غالب آنے لگی اور پھر زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں رات کے سکوت میں کچھ زیادہ ہی صاف سنائی دینے لگیں۔ دور پرے بحیرۂ روم کا شور دبی دبی مسلسل گونج کی طرح سنائی دے رہا تھا۔ صلاح الدین ایوبی کے اس جنگی کیمپ

میں جاگنے والوں میں چند ایک سنتری تھے یا وہ زخمی قیدی جنہیں زخم سونے نہیں دیتے تھے یا صلاح الدین ایوبی کے خیمے کے اندر دن کا سماں تھا۔ وہاں کسی کو نیند نہیں آئی تھی۔ سلطان ایوبی کے تین سالار اس کے پاس بیٹھے تھے اور باہر محافظ دستہ بیدار تھا۔

سلطان ایوبی نے ایک بار پھر کہا۔" علی بن سفیان ابھی تک نہیں آیا"۔۔۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔ اس نے کہا۔۔۔" اس کا قاصد بھی نہیں آیا"۔

" اگر کوئی گڑبڑ ہوتی تو اطلاع آچکی ہوتی"۔۔۔ ایک سالار نے کہا۔۔۔" معلوم ہوتا ہے وہاں سب ٹھیک ہے"۔

" اُمید تو یہی رکھنی چاہیئے"۔۔۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا۔۔۔" لیکن پچاس ہزار کے لشکر نے بغاوت کردی تو سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔ وہاں ہماری نفری ڈیڑھ ہزار سوار اور دو ہزار سات سو پیادہ ہے۔ ان کے مقابلے میں سوڈانی بہتر اور تجربہ کار عسکری ہیں اور تعداد میں بہت زیادہ"۔

" ناجی اور اس کے سازشی ٹولے کے خاتمے کے بعد بغاوت ممکن نظر نہیں آتی"۔۔۔ ایک اور سالار نے کہا۔۔۔" قیادت کے بغیر سپاہی بغاوت نہیں کریں گے"۔

" پیش بندی ضروری ہے"۔۔۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا۔۔۔" لیکن علی آجائے تو پتہ چلے گا کہ پیش بندی کس قسم کی کی جائے"۔

صلیبیوں کے روکنے کے لیے تو سلطان ایوبی خود آیا تھا لیکن دارالحکومت میں سوڈانی فوج کی بغاوت کا خطرہ تھا۔ علی بن سفیان کو سلطان ایوبی نے وہیں چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ سوڈانی لشکر پر نظر رکھے اور بغاوت کو اپنے خصوصی فن سے دبانے کی کوشش کرے۔ اسے اب تک صلاح الدین ایوبی کے پاس آکر وہاں کے احوال و کوائف بتانے تھے مگر وہ نہیں آیا تھا جس سے سلطان ایوبی بے چین ہُوا جارہا تھا۔

وہ جب اپنے سالاروں کے ساتھ قاہرہ کی صورتِ حال کے متعلق باتیں کررہا تھا اس کا تمام کیمپ گہری نیند سو چکا تھا مگر وہ ساتوں لڑکیاں جاگ رہی تھیں، جنہیں سلطان ایوبی نے پناہ میں لے لیا تھا۔ ایک بار سنتری نے خیمے کا پردہ اٹھا کر دیکھا اندر دیا جل رہا تھا۔ پردہ ہٹتے ہی لڑکیاں خراٹے لینے لگیں۔ سنتری نے دیکھا کہ وہ پوری سات ہیں اور سو رہی ہیں تو اس نے پردہ گرا دیا اور خیمے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ خیمے کے پردے کے ساتھ جو لڑکی تھی اس نے نیچے سے پردہ ذرا اوپر اٹھایا۔

پردہ آہستہ سے چھوڑ کر اس نے ساتھ والی کے کان میں کہا۔" بیٹھ گیا ہے"۔ ساتھ والی نے اگلی لڑکی کے کان میں کہا۔" بیٹھ گیا ہے"۔ اور اس طرح کانوں کانوں یہ اطلاع ساتوں لڑکیوں تک پہنچ گئی کہ سنتری بیٹھ گیا ہے۔ ایک لڑکی جو خیمے کے دوسرے دروازے کے ساتھ تھی آہستہ سے اٹھ بیٹھی اور بستر سے نکل گئی۔ بستر زمین پر بچھے تھے۔ اس نے اوپر لینے والے کمبل اس طرح بستر پر ڈال دیئے جیسے ان کے نیچے لڑکی لیٹی ہوئی ہے۔

وہ پاؤں پر سرکتی خیمے کے دروازے تک گئی۔ پردہ ہٹایا اور باہر نکل گئی۔ باقی چھ لڑکیوں نے آہستہ آہستہ خراٹے لینے شروع کر دیئے۔ سنتری کو معلوم تھا کہ یہ سمندر سے بچ کر نکلی ہوئی پناہ گزین لڑکیاں ہیں، کوئی خطرناک قیدی تو نہیں۔ وہ بیٹھ کر اونگھتا رہا۔ لڑکی دبے پاؤں ایسے رُخ پر ٹیلے کی طرف چلتی گئی جس رُخ سے اس کے اور سنتری کے درمیان خیمہ حائل رہا۔ ٹیلے کے پاس پہنچ کر اس نے اُس خیمے کا رخ کر لیا جس میں چھ نئے قیدی رکھے گئے تھے۔ رات تاریک تھی۔ وہاں کچھ درخت تھے۔ سنتری اب اُدھر دیکھتا بھی تو اسے لڑکی نظر نہ آتی۔ لڑکی بیٹھ گئی اور پاؤں پر سرک سرک کر آگے بڑھنے لگی۔ آگے ریت کی ڈھیریاں سی تھیں۔ وہ اُن کی اوٹ میں سرکتی ہوئی خیمے کے قریب پہنچ گئی مگر وہاں ایک سنتری ٹہل رہا تھا۔ لڑکی ایک ڈھیری کے پاس لیٹ گئی۔ سنتری اسے سیاہ سائے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ وہ اب دو سنتریوں کے درمیان تھی۔ ایک اس کے اپنے خیمے کا اور دوسرا زخمیوں کے خیمے کا۔ اسے ڈر یہ تھا کہ زخمیوں کا سنتری اس کی طرف آ گیا تو وہ پکڑی جائے گی۔

بہت دیر انتظار کے بعد سنتری دوسرے زخمیوں کی طرف چلا گیا۔ لڑکی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتی خیمے تک پہنچ گئی اور پردہ اٹھا کر اندر چلی گئی۔ اندر اندھیرا تھا۔ دو تین زخمی آہستہ آہستہ کراہ رہے تھے۔ شاید ان میں سے کسی نے خیمے کا پردہ اٹھتا دیکھ لیا تھا۔ اس نے نحیف آواز میں پوچھا۔" کون ہے؟"۔ لڑکی نے منہ سے "ہشی" کی لمبی آواز نکالی اور سرگوشی میں پوچھا۔" رابن کہاں ہے؟"۔ اسے جواب ملا۔" اُدھر سے تیسرا"۔ لڑکی نے تیسرے آدمی کے پاؤں ہلائے تو آواز آئی "کون ہے؟"۔ لڑکی نے جواب دیا۔" موبی"۔

رابن اُٹھ بیٹھا۔ ہاتھ لمبا کر کے لڑکی کو بازو سے پکڑا اور اسے اپنے بستر میں گھسیٹ لیا۔ اسے اپنے پاس لٹا کر اوپر کمبل ڈال دیا۔ بولا۔" سنتری نہ آ جائے، میرے ساتھ

لگی رہو"۔۔۔ اس نے لڑکی کو اپنے ساتھ لگا لیا اور کہا ۔۔۔ "میں اس اتفاق پر حیران ہو رہا ہوں کہ ہماری ملاقات ہو گئی ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے یسوع مسیح کو ہماری کامیابی منظور ہے۔ ہم نے بہت بُری شکست کھائی ہے لیکن یہ سب دھوکہ تھا"۔۔۔ یہ وہی زخمی قیدی تھا جو دوسروں سے الگ تھلگ اور چہرے مہرے اور جسم جثے سے معمولی سپاہی نہیں بلکہ اعلیٰ رتبے کا لگتا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے بھی کہا تھا کہ یہ کوئی معمولی سپاہی نہیں، اس پر نظر رکھنا، علی بن سفیان اس سے تفتیش اور تحقیقات کرے گا۔

"تم کتنے کچھ زخمی ہو؟"۔ لڑکی نے اس سے پوچھا ۔۔۔ "کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں"۔۔۔ رابن نے جواب دیا ۔۔۔ "خراش تک نہیں آئی۔ انہیں بتایا ہے کہ اندر کی چوٹیں ہیں اور سینے کے اندر شدید درد ہے لیکن میں بالکل تندرست ہوں"

"پھر یہاں کیوں آ گئے؟"۔۔۔ لڑکی نے پوچھا۔

"میں نے بہت کوشش کی کہ مصر میں داخل ہو جاؤں اور سوڈانی لشکر تک پہنچ سکوں لیکن ہر طرف اسلامی فوج پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی راستہ نہیں ملا۔ ان پانچ زخمیوں کو اکٹھا کیا اور ان کے ساتھ زخمی بن کر یہاں آ گیا۔ اب فرار کی کوشش کروں گا جو ابھی ممکن نظر نہیں آتی"۔۔۔ اس نے ذرا غصّے سے کہا ۔۔۔ "مجھے دو سوالوں کا جواب دو۔ ایوبی کو میں نے زندہ دیکھا ہے۔ کیوں؟ کیا تیر ختم ہو گئے تھے یا وہ حرام خور بزدل ہو گئے ہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ تم سات کی سات لڑکیاں مسلمانوں کی قید میں کیوں آ گئیں؟ کیا وہ پانچوں مر گئے ہیں یا بھاگ گئے ہیں؟"

"وہ زندہ ہیں رابن!"۔۔۔ موبی نے کہا ۔۔۔ "تم کہتے ہو کہ خدائے یسوع مسیح کو ہماری کامیابی منظور ہے لیکن میں کہتی ہوں کہ ہمارا خدا ہمیں کسی گناہ کی سزا دے رہا ہے۔ صلاح الدین اس لیے زندہ ہے کہ تیر اس کے پاؤں کے درمیان ریت میں لگا تھا"

"کیا تیر کسی لڑکی نے چلایا تھا؟"۔۔۔ رابن نے پوچھا ۔۔۔ "کرسٹوفر کہاں تھا؟"

"اسی نے چلایا تھا مگر۔۔۔"

"کرسٹوفر کا تیر خطا گیا؟"۔۔۔ رابن نے حیرت سے تڑپ کر پوچھا ۔۔۔ "وہ کرسٹوفر جس کی تیر اندازی نے شاہ آگسٹس کو حیران کر دیا اور اس کی ذاتی تلوار انعام میں

لی تھی یہاں آکر اس کا نشانہ اتنا چوک گیا کہ چھ فٹ لمبا اور تین فٹ چوڑا صلاح الدین اس کے تیر سے بچ گیا؟ بدبخت کے ہاتھ ڈر سے کانپ گئے ہوں گے۔"

"فاصلہ زیادہ تھا۔" موبی نے کہا۔ "اور کرسٹوفر کہتا تھا کہ تیر کمان سے نکلنے ہی لگا تھا کہ کھلی ہوئی آنکھ میں مچھر پڑ گیا۔ اسی حالت میں اس کا تیر نکل گیا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"جو ہونا چاہیے تھا۔" موبی نے کہا۔ "صلاح الدین ساحل پر گیا تھا تو اس کے ساتھ تین کمانڈر تھے اور چار محافظوں کا دستہ تھا۔ وہ ہر طرف پھیل گئے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی تھی کہ علاقہ چٹانی تھا، کرسٹوفر بچ کے نکل آیا اور پھر ہمیں اتنا وقت مل گیا کہ ترکش اور کمان ریت میں دبا کر اوپر اونٹ بٹھا دیا۔ سپاہی آگئے تو کرسٹوفر نے انہیں بتایا کہ وہ پانچوں مراکش کے تاجر ہیں اور یہ لڑکیاں سمندر سے نکل کر ہماری پناہ میں آئی ہیں۔ مسلمان سپاہیوں نے ہمارے سامان کی تلاشی لی۔ انہیں تجارتی سامان کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ وہ ہم سب کو سلطان ایوبی کے سامنے لے گئے۔ ہم نے یہ ظاہر کیا کہ ہم سسلی کی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتیں کرسٹوفر نے ایوبی سے کہا کہ وہ ہماری زبان جانتا ہے۔ ہم ساتوں لڑکیوں نے چہروں پر گھبراہٹ اور خوف پیدا کر لیا۔"

موبی نے رابن کو وہ ساری باتیں سنائیں جو سلطان ایوبی کے ساتھ ہوئی تھیں۔ یہ سات لڑکیاں اور پانچ آدمی جو مراکشی تاجروں کے بھیس میں تھے حملے سے دو روز پہلے ساحل پر اتارے گئے تھے۔ پانچوں آدمی صلیبیوں کے تجربہ کار جاسوس اور کمانڈو تھے اور لڑکیاں بھی جاسوس تھیں۔ جاسوسی کے علاوہ ان کے ذمے یہ کام بھی تھا کہ مسلمان سالاروں کو اپنے جال میں پھانسیں۔ وہ خوبصورت تو تھیں ہی، انہیں جاسوسی اور ذہنوں کی تخریب کاری کی خاص ٹریننگ دی گئی تھی۔ اس ٹریننگ میں اداکاری خاص طور پر شامل تھی۔ پانچ مردوں کا یہ مشن تھا کہ صلاح الدین ایوبی کو ختم کرنا اور ناجی کے ساتھ رابطہ رکھنا۔ یہ لڑکیاں مصر کی زبان روانی سے بول سکتی تھیں لیکن انہوں نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ رابن اس شعبے کا سربراہ تھا۔ اسے ناجی تک پہنچنا تھا۔ مگر صلاح الدین ایوبی اور علی بن سفیان کی چال نے یہاں کے حالات کا رخ ہی الٹا کر دیا۔

"کیا تم صلاح الدین کو جال میں نہیں پھانس سکتیں؟" — رابن نے پوچھا۔

"ابھی تو یہاں پہلی رات ہے"۔۔۔ موبی نے کہا۔۔۔ "اس نے ہمارے متعلق جو فیصلہ دیا ہے اگر وہ سچے دل سے دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مرد نہیں پتھر ہے۔ اگر اُسے ہمارے ساتھ کوئی دلچسپی ہوتی تو کسی ایک لڑکی کو اپنے خیمے میں بلا لیتا۔۔۔۔ اسے قتل کرنا بھی آسان نہیں۔ وہ ایک ہی بار ساحل پر آیا تھا مگر تیر خطا گیا۔ وہ سالاروں اور محافظوں کے نرغے میں رہتا ہے۔ اِدھر ایک سنتری ہمارے سر پر کھڑا ہے اور محافظوں کے پورے دستے نے صلاح الدین کے خیمے کو گھیر رکھا ہے"۔

"وہ پانچوں کہاں ہیں؟"۔۔۔ رابن نے پوچھا۔

"تھوڑی دور ہیں"۔۔۔ موبی نے جواب دیا۔۔۔ "وہ ابھی یہیں رہیں گے"۔

"سنو موبی!"۔۔۔ رابن نے کہا۔۔۔ "اس شکست نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔ میرے ضمیر پر اتنا بوجھ آپڑا ہے جیسے اس شکست کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ صلیب پر ہاتھ رکھ کر حلف تو سب سے لیا گیا ہے لیکن ایک سپاہی کے حلف میں اور میرے حلف میں زمین اور آسمان جتنا فرق ہے۔ میرے رتبے کو سامنے رکھو۔ میرے فرائض کو دیکھو۔ آدھی جنگ مجھے زمین کے نیچے سے اور پیٹھ کے پیچھے سے وار کر کے جیتنی تھی مگر میں اور تم سات اور وہ پانچ اپنا فرض ادا نہیں کر سکے۔ مجھ سے یہ صلیب جواب مانگ رہی ہے"۔۔۔ اس نے گلے میں ڈالی ہوئی صلیب ہاتھ میں لے کر کہا۔۔۔ "میں اسے اپنے سینے سے جدا نہیں کر سکتا"۔۔۔ اس نے موبی کے سینے پر ہاتھ پھیر کر اس کی صلیب ہاتھ میں لے لی اور کہا۔۔۔ "تم اپنے ماں باپ کو دھوکہ دے سکتی ہو، اس صلیب سے آنکھیں نہیں چرا سکتیں۔ اس نے جو فرض تمہیں سونپا ہے وہ پورا کرو۔ خدا نے تمہیں جو حُسن دیا ہے وہ چٹانوں کو پھاڑ کر تمہیں راستہ دے دے گا۔ میں تمہیں پھر کہتا ہوں کہ ہماری اچانک اور غیر متوقع ملاقات اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ ہمارے لشکر بحیرۂ روم کے اُس پار اکٹھے ہو رہے ہیں۔ جو مر گئے سو مر گئے۔ جو زندہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ شکست نہیں دھوکا تھا۔ تم اپنے خیمے میں واپس جاؤ اور ان لڑکیوں سے کہو کہ خیمے میں نہ پڑی رہیں۔ بار بار صلاح الدین ایوبی سے ملیں۔ اس کے سالاروں سے ملیں۔ بے تکلفی پیدا کریں۔ مسلمان ہو جانے کا جھانسہ دیں۔ آگے وہ جانتی ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے"۔

"سب سے پہلے تو یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ ہُوا کیا؟" — موبی نے کہا — "کیا سوڈانیوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے؟"

"میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا" — رابن نے کہا — "میں نے حملے سے بہت پہلے مصر میں پھیلائے ہوئے اپنے جاسوسوں سے جو معلومات حاصل کی تھیں وہ یہ ہیں کہ صلاح الدین ایوبی کو سوڈانیوں کے پچاس ہزار محافظ لشکر پر بھروسہ نہیں حالانکہ یہ مسلمانوں کے وائسرائے مصر کی اپنی فوج ہے۔ ایوبی نے آکر مصری فوج تیار کر لی ہے۔ سوڈانی اس میں شامل نہیں ہونا چاہتے۔ ان کے کمانڈر ناجی نے ہم سے مدد طلب کی تھی۔ میں نے اس کا خط دیکھا تھا اور میں نے تصدیق کی تھی کہ یہ خط ناجی کا ہی ہے۔ اس میں کوئی دھوکہ نہیں مگر ہمارے ساتھ ہماری تاریخ کا سب سے بڑا دھوکہ ہُوا ہے۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کیسے ہُوا؟ کس نے کیا؟ میں یہ چھان بین کیے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔ شاہ آگسٹس نے بڑے فخر سے کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے گھروں کے اندر کے بھید معلوم کر کے ان کی بنیادیں ہلا دوں گا۔ اب تصوّر کرو موبی! شہنشاہ کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔ وہ مجھے سزائے موت سے کم کیا سزا دے گا! صلیب کا قہر مجھ پر الگ نازل ہوگا۔"

"میں سب جانتی ہوں" — موبی نے کہا — "جذباتی باتیں نہ کرو۔ عمل کی بات کرو۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔"

رابن کے اعصاب پر اپنا فرض اور شکست کا احساس اس حد تک غالب تھا کہ اسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ موبی جیسی دل کش لڑکی جس کے ایک ایک نقش اور جسم کے انگ انگ میں شراب کا طلسم بھرا ہُوا تھا، اس کے سینے سے لگی ہوئی ہے اور اس کے ریشم جیسے ملائم اور لمبے بال اس کے آدھے چہرے کو ڈھانپے ہوئے ہیں۔ رابن نے ان بالوں کے لمس کو ذرا سا محسوس کیا اور کہا — "موبی! تمہارے یہ بال ایسی مضبوط زنجیریں ہیں جو صلاح الدین ایوبی کے گرد لپٹ گئیں تو وہ تمہارا غلام ہو جائے گا لیکن تمہیں سب سے پہلا جو کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ کرسٹوفر اور اس کے ساتھیوں سے کہو کہ وہ تاجروں کے بھیس میں ناجی کے پاس پہنچیں اور معلوم کریں کہ اس کے لشکر نے بغاوت کیوں نہیں کی اور یہ راز فاش کس طرح ہُوا کہ اس سے فائدہ اٹھا کر صلاح الدین ایوبی نے گنتی کے چند ایک دستے گھات میں بٹھا کر ہماری تین افواج کا بیڑہ غرق کر دیا اور انہیں یہ بھی کہو کہ معلوم کریں کہ ناجی صلاح الدین

ایوبی سے ہی تو نہیں مل گیا؟ اور اس نے ہمارا یہی حشر کرانے کے لیے ہی تو خط نہیں لکھا تھا؟ اگر ایسا ہی ہُوا ہے تو ہمیں اپنے جنگی منصوبوں میں ردّ و بدل کرنا ہوگا۔ مجھے یہ یقین ہوگیا ہے کہ اسلامیوں کی تعداد کتنی ہی تھوڑی کیوں نہ ہو انہیں ہم آسانی سے شکست نہیں دے سکتے۔ ضروری ہوگیا ہے کہ ان کے حکمرانوں کا اور عسکری قیادت کا جذبہ ختم کیا جائے۔ ہم نے تم جیسی لڑکیاں عربوں کے حرموں میں داخل کردی ہیں۔"

"تم نے بات پھر لمبی کردی ہے"۔۔۔ موبی نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔" ہم اپنے گھر میں ایک بستر پر نہیں لیٹے ہوئے کہ بڑے مزے سے ایک دوسرے کو کہانیاں سناتے رہیں۔ ہم دشمن کے کیمپ میں قید اور پابند ہیں۔ باہر سنتری پھر رہے ہیں رات گزرتی جارہی ہے۔ ہمارے پاس لمبی باتوں کا وقت نہیں۔ ہمارا مشن تباہ ہوچکا ہے۔ اب بتاؤ کہ ان حالات میں ہمارا مشن کیا ہونا چاہیئے۔ ہم سات لڑکیاں اور چھ مرد ہیں۔ ہم کیا کریں۔ ایک یہ کہ ناجی کے پاس جائیں اور اس کے دھوکے کی چھان بین کریں۔ پھر کسے اطلاع دیں؟ تم کہاں ملوگے؟"

"میں یہاں سے فرار ہوجاؤں گا"۔۔۔ رابن نے کہا۔" لیکن فرار سے پہلے اس کیمپ، اس کی نفری اور ایوبی کے آئندہ عزائم کے متعلق تفصیل معلوم کروں گا۔ اس شخص کے متعلق ہمیں بہت چوکنا رہنا ہوگا۔ اس وقت اسلامی قوم میں یہ واحد شخص ہے جو صلیب کے لیے خطرہ ہے ورنہ اسلامی خلافت ہمارے جال میں آتی چلی جارہی ہے۔ شاہ ایملرک کہتا تھا کہ مسلمان اتنے کمزور ہوگئے ہیں کہ اب ان کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاؤں میں بٹھانے کے لیے صرف ایک ہلّے کی ضرورت ہے مگر اس کا یہ عزم محض خوش فہمی ثابت ہُوا۔ مجھے یہاں رہ کر ایوبی کی کمزور رگیں دیکھنی ہیں اور تمہیں پانچ آدمیوں کے ساتھ مل کر سوڈانی لشکر کو بھڑکانا اور بغاوت کرانی ہے۔ نہایت ضروری یہ ہے کہ ایوبی زندہ نہ رہے۔ اگر وہ زندہ رہے تو ہمارے اس نید خانے میں زندہ رہے جہاں وہ عمر کی آخری گھڑی تک سورج نہ دیکھ سکے اور رات کو آسمان کا اسے ایک بھی تارا نظر نہ آئے۔۔۔۔ تم پہلے اپنے خیمے میں جاؤ اور اپنی چھ لڑکیوں کو ان کا کام سمجھا دو۔ انہیں خاص طور پر ذہن نشین کرادو کہ اس آدمی کا نام علی بن سفیان ہے جسے ان ریشمی بالوں، شربتی آنکھوں اور اتنے دلکش جسموں سے ایسا بیکار کرنا ہے کہ وہ صلاح الدّین کے کام کا نہ رہے اور اگر ہوسکے

تو اس کے اور صلاح الدین ایوبی کے درمیان ایسی غلط فہمی پیدا کرنی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں۔ تم سب اچھی طرح جانتی ہو کہ دو مردوں میں غلط فہمی اور دشمنی کس طرح پیدا کی جاتی ہے .... جاؤ اور لڑکیوں کو مکمل ہدایت دے کر کرسٹوفر کے پاس پہنچو۔ اسے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ تیرے تیر کو ایوبی پر آکر ہی خطا ہونا تھا؛ اب اس گناہ کا کفارہ ادا کرو اور جو کام تمہیں سونپا گیا ہے وہ سو فیصد پورا کرو۔"

رابن نے موبی کے بالوں کو چوم کر کہا۔" تمہیں صلیب پر اپنی عزت بھی قربان کرنا پڑے گی لیکن خدائے یسوع مسیح کی نظروں میں تم مریم کی طرح کنواری ہوگی۔ اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ ہم نے یروشلم لے لیا ہے۔ مصر بھی ہمارا ہوگا۔"



موبی رابن کے بستر سے نکلی اور خیمے کے پردے کے پاس جا کر پردہ اٹھایا، باہر جھانکا۔ اندھیرے میں اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ وہ باہر نکل گئی اور خیمے کی اوٹ سے دیکھا کہ سنتری کہاں ہے۔ اسے دور کسی کے گنگنانے کی آواز سنائی دی۔ یہ سنتری ہی ہو سکتا تھا۔ موبی چل پڑی۔ درختوں سے گزرتی قدم قدم پر پیچھے دیکھتی وہ ٹیلے تک پہنچ گئی اور اپنے خیمے کا رخ کر لیا۔ نصف راستہ طے کیا ہوگا کہ اسے دو آدمیوں کی دبی دبی باتوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ آوازیں اس کے خیمے کے قریب معلوم ہوتی تھیں۔ اسے یہ خطرہ نظر آنے لگا کہ سنتری نے معلوم کر لیا ہے کہ ایک لڑکی غائب ہے اور وہ کسی دوسرے سنتری کو یا اپنے کمانڈر کو بلا لایا ہے۔ اس نے سوچا کہ خیمے میں جانے کی بجائے اپنے ان پانچ ساتھیوں کے پاس چلی جائے جو مراکشی تاجروں کے بھیس میں کوئی ڈیڑھ ایک میل دور خیمہ زن تھے مگر اسے یہ خیال بھی آگیا کہ اس کی گمشدگی سے باقی لڑکیوں پر مصیبت آجائے گی۔ وہ تھیں تو پوری چالاک، پھر بھی ان پر پابندیاں سخت ہونے کا خطرہ تھا اور کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ موبی ذرا اور آگے چلی گئی تاکہ ان دو آدمیوں کی باتیں سن سکے۔ ان کی زبان وہ سمجھتی تھی۔ یہ تو اس نے دھوکہ دیا تھا کہ وہ سسلی کی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں سمجھتی۔

وہ آدمی خاموش ہو گئے۔ موبی دبے پاؤں آگے بڑھی۔ اسے بائیں طرف قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ درختوں کے درمیان اسے ایک سیاہ سایہ جو کسی انسان کا تھا جاتا نظر آیا۔ اس نے رُخ بدل لیا اور ٹیلے کی طرف آنے لگا۔ موبی کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی۔ وہ ٹیلے پر چڑھنے لگی۔ ٹیلا اونچا نہیں تھا۔ فوراً ہی اوپر چلی گئی۔ وہ تھی تو بہت ہوشیار لیکن ہر انسان ہر قدم پر پوری احتیاط نہیں کر سکتا۔ وہ ٹیلے کی چوٹی پر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پس منظر میں ستاروں سے بھرا ہُوا آسمان تھا۔ سمندر اور صحرا کی فضا رات کو آئینے کی طرح شفاف ہوتی ہے۔ درختوں میں جاتے ہوئے آدمی نے ٹیلے کی چوٹی پر ٹنڈ منڈ درخت کے تنے کی طرح کا ایک سایہ دیکھا۔ موبی نے پہلو اس آدمی کی طرف کر دیا۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے جنہیں اس نے ہاتھ سے پیچھے کیا۔ اس کی ناک، سینے کا اُبھار اور لمبا لبادہ تاریکی میں بھی راز کو فاش کرنے لگا۔ یہ آدمی رات کے سنتریوں کا کماندار تھا۔ وہ آدھی رات کے وقت کیمپ کی گشت پر نکلا اور سنتریوں کو دیکھتا پھر رہا تھا۔ یہ سنتریوں کی تبدیلی کا وقت تھا۔ کماندار اس لیے زیادہ چوکس تھا کہ سلطان ایوبی تین سالاروں کے ساتھ کیمپ میں موجود تھا۔ سلطان ڈسپلن کا بڑا ہی سخت تھا۔ ہر کسی کو ہر لمحہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ سلطان رات کو اٹھ کر گشت پر آجائے گا۔

کماندار سمجھ گیا کہ ٹیلے پر کوئی لڑکی کھڑی ہے۔ اسی شام کمانداروں کو خبردار کیا گیا تھا کہ صلیبیوں نے جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے لڑکیوں کو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ لڑکیاں صحرائی خانہ بدوشوں کے بہروپ میں بھی ہو سکتی ہیں اور ایسی غریب لڑکیوں کے بھیس میں بھی جو فوجی کیمپوں میں کھانے کی بھیک مانگنے آتی ہیں اور یہ لڑکیاں اپنے آپ کو مفلوک اور مظلوم ظاہر کر کے پناہ بھی مانگ سکتی ہیں۔ کمانداروں کو بتایا گیا تھا کہ آج سات لڑکیاں سلطان کی پناہ میں آئی ہیں جنہیں بظاہر رحم کر کے مگر انہیں مشتبہ سمجھ کر پناہ میں لے لیا گیا ہے۔ اس کماندار نے یہ احکام سن کر اپنے ایک ساتھی سے کہا تھا ــــ "اللہ کرے ایسی کوئی لڑکی مجھ سے پناہ مانگے" ــــ اور وہ دونوں ہنس پڑے تھے۔

اب آدھی رات کے وقت جب سارا کیمپ سو رہا تھا اسے ٹیلے پر ایک لڑکی کا ہیولہ نظر آرہا تھا۔ پہلے تو وہ ڈرا کہ یہ چڑیل یا جن ہو سکتا ہے۔ اس نے اگلے سنتری کو لڑکیوں کے خیمے پر کھڑا کر کے اسے بتایا تھا کہ اندر سات لڑکیاں

ہیں۔ اس نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو دیئے کی پیلی روشنی میں اسے سات بستر نظر آئے تھے۔ ہر لڑکی نے منہ بھی کمبلوں میں ڈھانپ رکھا تھا۔ سردی زیادہ تھی۔ اس نے اندر جاکر یہ نہیں دیکھا تھا کہ ساتواں بستر خالی ہے اور اس پر کمبل اس طرح رکھے گئے ہیں جیسے ان کے نیچے لڑکی سوئی ہوئی ہو۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ ساتویں لڑکی ٹیلے پر اس کے سامنے کھڑی ہے۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا کہ اسے آواز دے یا اس تک خود جائے یا اگر وہ جن چڑیل ہے تو اس کے غائب ہونے کا انتظار کرے۔

تھوڑی سی دیر کے انتظار کے بعد بھی لڑکی غائب نہ ہوئی بلکہ وہ دو تین قدم آگے چلی اور پھر پیچھے کو چل پڑی اور پھر رک گئی۔ کمانڈر جس کا نام فخر المصری تھا آہستہ آہستہ ٹیلے تک گیا اور کہا ــــ "کون ہو تم؟ نیچے آؤ۔"

لڑکی نے ہرن کی طرح چوکڑی بھری اور ٹیلے کی دوسری طرف اتر گئی۔ فخر کو یقین آگیا کہ کوئی انسان ہے جن چڑیل نہیں۔ وہ تنومند مرد تھا۔ ٹیلا اونچا نہیں تھا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اُدھر بھی اندھیرا تھا۔ رات کی خاموشی میں اسے لڑکی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ ٹیلے سے دوڑتا اُترا اور لڑکی کے پیچھے گیا۔ لڑکی اور تیز دوڑ پڑی۔ فاصلہ بہت تھا لیکن فخر مرد تھا، فوجی تھا، چیتے کی رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ ٹیلے کے پیچھے اونچی نیچی زمین، خشک جھاڑیاں اور کہیں کہیں کوئی درخت تھا۔ بہت سا دوڑ کر فخر المصری نے محسوس کیا کہ اس کے آگے تو کوئی بھی نہیں۔ اس نے رک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے اپنے پیچھے اور بہت سا بائیں کو لڑکی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ تربیت یافتہ لڑکی تھی۔ جہاں اسے حسن اور شباب کے استعمال کی تربیت دی گئی تھی وہاں اسے فوجی ٹریننگ بھی دی گئی اور خنجر زنی کے داؤ پیچ بھی سکھائے گئے تھے۔ وہ ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گئی تھی۔ فخر آگے گیا تو وہ دوسری طرف دوڑ پڑی۔

یہ تعاقب آنکھ مچولی کی مانند تھا۔ فخر کو اندھیرا پریشان کر رہا تھا۔ موبی کے قدم خاموش ہو جاتے تو وہ رک جاتا۔ قدموں کی آواز سنائی دیتی تو وہ دوڑ پڑتا۔ غصّے سے وہ باؤلا ہُوا جا رہا تھا۔ اس نے یہ جان لیا کہ یہ کوئی جوان لڑکی ہے اگر بڑی عمر کی ہوتی تو اتنی تیز اور اتنا زیادہ نہ بھاگ سکتی۔ تعاقب میں فخر

دو میل فاصلہ طے کر گیا۔ موبی نے جھاڑیوں اور اونچی نیچی زمین سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اس کے مرد ساتھیوں کا ڈیرہ قریب آگیا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی وہاں تک جا پہنچی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو آوازیں دیں۔ وہ گھبرا کر جاگے اور خیمے سے باہر آئے۔ ایک نے مشعل جلالی۔ یہ ڈنڈے کے سرے پر لپٹے ہوئے کپڑے تھے۔ ان کی آگ کی روشنی بہت زیادہ تھی۔ فخر نے تلوار سونت لی اور ہانپتا کانپتا ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ یہ پانچ آدمی لباس سے سفری تاجر نظر آتے ہیں اور مسلمان لگتے ہیں۔ لڑکی ان میں سے ایک کی ٹانگوں کو دونوں بازوؤں میں مضبوطی سے پکڑے بیٹھی ہوئی تھی۔ مشعل کے ناچتے شعلے میں اس کے چہرے پر گھبراہٹ اور خوف نظر آرہا تھا۔ اس کا سینہ ابھر اور بیٹھ رہا تھا۔ اس کی سانسیں بری طرح اکھڑی ہوئی تھیں۔

"یہ لڑکی میرے حوالے کر دو"۔۔۔ فخر المصری نے حکم کے لہجے میں کہا۔

"یہ ایک نہیں"۔۔۔ ایک آدمی نے التجا کے لہجے میں جواب دیا۔۔۔ "ہم نے تو سات لڑکیاں آپ کے سلطان کے حوالے کی ہیں۔ آپ اسے لے جا سکتے ہیں"

"نہیں"۔۔۔ موبی نے اس کی ٹانگوں کو اور مضبوطی سے پکڑتے ہوئے، روتے ہوئے اور خوف زدہ لہجے میں کہا۔۔۔ "میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ یہ لوگ عیسائیوں سے زیادہ وحشی ہیں۔ ان کا سلطان انسان نہیں سانڈ ہے، درندہ ہے۔ اس نے میری ہڈیاں بھی توڑ دی ہیں۔ میں اس سے بھاگ کر آئی ہوں"

"کون سلطان؟"۔۔۔ فخر نے حیران سا ہو کر پوچھا۔

"وہی جسے تم صلاح الدین ایوبی کہتے ہو"۔۔۔ موبی نے جواب دیا۔ وہ اب مصر کی عربی بول رہی تھی۔

"یہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے"۔۔۔ فخر نے کہا اور پوچھا۔۔۔ "یہ ہے کون؟ تمہاری کیا لگتی ہے؟"

"اندر آجاؤ دوست! باہر سردی ہے"۔۔۔ ایک آدمی نے فخر سے کہا۔۔۔ "تلوار نیام میں ڈال لو۔ ہم تاجر ہیں۔ ہم سے آپ کو کیا خطرہ۔۔۔ آؤ۔۔۔ اس لڑکی کی بپتا سن لو"۔۔۔ اس نے آہ بھر کر کہا۔۔۔ "میں آپ کے سلطان کو مردِ مومن سمجھتا تھا مگر ایک خوبصورت لڑکی دیکھ کر وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ وہ باقی چھ لڑکیوں کا بھی یہی حشر کر رہا ہوگا"

"ان کا یہ حشر دوسرے سالاروں نے کیا ہے"۔ موبی نے کہا ۔۔ "نظام کو ان بے چاریوں کو اپنے خیمے میں لے گئے تھے اور انہیں بے سدھ کر کے خیمے میں ڈال دیا۔ وہ خیمے میں بے ہوش پڑی ہیں"

فخر المصری تلوار نیام میں ڈال کر ان کے ساتھ خیمے میں چلا گیا۔ اندر جا کر بیٹھے تو ایک آدمی نے آگ جلا کر قہوے کے لیئے پانی رکھا اور اس میں جانے کیا کچھ ڈالتا رہا۔ دوسرے آدمی نے فخر سے پوچھا کہ اس کا رتبہ کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ کماندار اور عہدے دار ہے۔ انہوں نے اس کے ساتھ بہت سی باتیں کیں جن سے انہوں نے اندازہ کر لیا کہ یہ شخص عام قسم کا سپاہی نہیں اور ذمہ دار فرد ہے۔ ذہین اور دلیر بھی ہے۔ ان لوگوں میں سے ایک نے (جو کرسٹوفر تھا) فخر کو سات لڑکیوں کی بالکل وہی کہانی سنائی جو انہوں نے صلاح الدین ایوبی کو سنائی تھی۔ انہوں نے فخر کو یہ بھی بتایا کہ سلطان ایوبی نے ان کے متعلق کیا کہا تھا۔ ان لڑکیوں نے سلطان کو یہ پیش کش بھی کی تھی کہ وہ اپنے گھروں کو تو واپس نہیں جا سکتیں اور عیسائیوں کے پاس بھی نہیں جانا چاہتیں، اس لیے وہ مسلمان ہونے کو تیار ہیں بشرطیکہ کوئی اچھے رتبوں والے عسکری اُن کے ساتھ شادی کر لیں۔ ہم نے سنا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کردار کے لحاظ سے پتھر ہے۔ ہم ہر روز سفر پہ رہنے والے تاجر ہیں، انہیں کہاں ساتھ لیے پھرتے۔ انہیں سلطان کے حوالے کر دیا مگر سلطان نے اس لڑکی کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس کی زبانی سن لو۔

فخر المصری نے لڑکی کی طرف دیکھا تو لڑکی نے کہا ۔۔ "ہم بہت خوش تھیں کہ خدا نے ہمیں ایک فرشتے کی پناہ دی ہے۔ سورج غروب ہونے کے بعد سلطان کا ایک محافظ آیا اور مجھے کہا کہ سلطان بلا رہا ہے۔ میں باقی چھ لڑکیوں کی نسبت ذرا زیادہ خوبصورت ہوں۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ تمہارا ایوبی مجھے بُری نیت سے بلا رہا ہے۔ میں چلی گئی۔ سلطان ایوبی نے شراب کی صراحی کھولی۔ ایک پیالہ اپنے آگے رکھا اور ایک مجھے دیا۔ میں عیسائی ہوں۔ شراب سو بار پی ہے۔ بحری جہاز میں عیسائی کمانداروں نے میرے جسم کو کھلونہ بنائے رکھا ہے۔ صلاح الدین ایوبی بھی میرے جسم کے ساتھ کھیلنا چاہتا تھا۔ شراب اور مرد میرے لیے کوئی نئی چیزیں نہیں تھیں لیکن ایوبی کو میں فرشتہ سمجھتی

تھی۔ میں اس کے جسم کو اپنے ناپاک جسم سے دُور رکھنا چاہتی تھی مگر وہ ان عیسائیوں سے بدتر نکلا جو مجھے بحری جہاز میں لائے تھے اور جب اُن کا جہاز ڈوبنے لگا تو انہوں نے ہمیں ایک کشتی میں ڈال کر سمندر میں اتار دیا۔ ان میں سے کسی نے ہمارا ساتھ نہ دیا۔ ہمارے جسم چیتھڑے ہوئے اور ہڈیاں چٹخنی ہوئی تھیں.....

"خدا نے ہمیں بچا لیا اور اس آدمی کی پناہ میں پھینک دیا جو فرشتے کے روپ میں درندہ ہے۔ مجھے سلطان نے ہی بتایا تھا کہ میرے ساتھ کی باقی چھ لڑکیاں اس کے سالاروں کے خیموں میں ہیں۔ میں نے سلطان کے پاؤں پکڑ کر کہا کہ میرے ساتھ شادی کرلو۔ اس نے کہا کہ اگر تم مجھے پسند کرتی ہو تو شادی کے بغیر تمہیں اپنے حرم میں رکھ لوں گا.... اس نے میرے ساتھ وحشیوں کا برتاؤ کیا۔ شراب میں بدمست تھا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ لٹا لیا۔ جوں ہی اس کی آنکھ لگی۔ میں وہاں سے بھاگ آئی۔ اگر میری بات کا اعتبار نہ آئے تو اس کے محافظوں سے پوچھ لو۔"

اس دوران ایک آدمی نے فخر کو قہوہ پلایا۔ ذرا سی دیر بعد فخر کا مزاج بدلنے لگا۔ اس نے نفرت سے قہقہہ لگایا اور کہا — "ہمیں حکم دیتے ہیں کہ عورت اور شراب سے دور رہو اور خود شراب پی کر راتیں عورتوں کے ساتھ گزارتے ہیں۔" فخر محسوس ہی نہ کر سکا کہ لڑکی کی کہانی محض بے بنیاد ہے اور نہ ہی وہ یہ محسوس کر سکا کہ اس کا مزاج کیوں بدل گیا ہے۔ اُسے حشیش پلا دی گئی تھی۔ اس پر ایسا نشہ طاری ہو چکا تھا جسے وہ نشہ نہیں سمجھتا تھا۔ وہ اب اپنے تصوروں میں بادشاہ بن چکا تھا۔ لڑکی کے چہرے پر مشعل کے شعلے کی روشنی ناچ رہی تھی۔ اس کے بکھرے ہوئے سیاہی مائل بھورے بال چمک رہے تھے۔ وہ فخر کو پہلے سے زیادہ حسین نظر آنے لگی۔ اس نے بے تاب ہو کر کہا —

"تم اگر چاہو تو میں تمہیں پناہ میں لیتا ہوں۔"

"نہیں" — لڑکی ڈر کر پیچھے ہٹ گئی اور بولی — "تم بھی میرے ساتھ اپنے سلطان جیسا سلوک کرو گے۔ تم مجھے اپنے خیمے میں لے جاؤ گے اور میں ایک بار پھر تمہارے سلطان کے قبضے میں آجاؤں گی۔"

"ہم تو اب دوسری چھ لڑکیوں کو بھی بچانے کی سوچ رہے ہیں" — ایک تاجر

نے کہا — "ہم ان کی عزت بچانا چاہتے تھے مگر ہم سے یہ بھول ہوئی"

فخر المصری کی نگاہیں لڑکی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے اتنی خوبصورت لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ خیمے میں خاموشی طاری ہوگئی جسے کرسٹوفر نے توڑا۔ اس نے کہا۔ "تم عرب سے آئے ہو یا مصری ہو؟"

"مصری" — فخر نے کہا — "میں دو جنگیں لڑ چکا ہوں۔ اسی لیے مجھے یہ عہدہ دیا گیا ہے"

"سوڈانی فوج کہاں ہے جس کا سالار ناجی ہے؟" — کرسٹوفر نے پوچھا۔

"اس فوج کا ایک سپاہی بھی ہمارے ساتھ نہیں آیا" — فخر نے جواب دیا۔

"جانتے ہو ایسا کیوں ہوا ہے؟" — کرسٹوفر نے کہا — "سوڈانیوں نے صلاح الدین ایوبی کی امارت اور کمان کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ فوج اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہے۔ ناجی نے سلطان ایوبی کو بتا دیا تھا کہ وہ مصر سے چلے جائیں کیونکہ وہ غیر ملکی ہیں۔ اسی لیے ایوبی نے مصریوں کی فوج بنائی اور لڑانے کے لیے یہاں لے آیا۔ اس نے تم لوگوں کو شرافت اور نیکی کا جھانسہ دیا اور خود عیش کر رہا ہے۔ کیا تمہیں مالِ غنیمت ملا ہے؟ .... اگر تمہیں ملا بھی تو سونے چاندی کے دو دو ٹکڑے مل جائیں گے۔ صلیبیوں کے جہازوں سے بے بہا خزانہ سلطان ایوبی کے ہاتھ آیا ہے۔ وہ سب رات کے اندھیرے میں سینکڑوں اونٹوں پر لاد کر قاہرہ روانہ کر دیا گیا ہے جہاں سے دمشق اور بغداد چلا جائے گا۔ سوڈانی لشکر کو سلطان نہتہ کر کے غلاموں میں بدل دینا چاہتا ہے۔ پھر عرب سے فوج آجائے گی اور تم مصری بھی غلام ہو جاؤ گے"

☆

اس عیسائی کی ہر ایک بات فخر المصری کے دل میں اترتی جا رہی تھی۔ اثر باتوں کا نہیں بلکہ موبی کے حسن اور حشیش کا تھا۔ عیسائیوں نے یہ حربہ حسن بن صباح کے حشیشین سے سیکھا تھا۔ موبی کو بالکل توقع نہیں تھی کہ یہ صورتِ حال پیدا ہو جائے گی کہ ایک مصری اس کے تعاقب میں اس کے دام میں آجائے گا۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ فخر مصر کی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتا۔ موبی نے اپنے پانچوں ساتھیوں کو سنانا شروع کر دیا کہ رابن زخمی ہونے کا بہانہ کر کے زخمیوں کے خیمے میں پڑا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ناجی سے مل کر معلوم کرو کہ

اس نے بغاوت کیوں نہیں کی یا اس نے عقب سے صلاح الدین ایوبی پر حملہ کیوں نہیں کیا اور یہ بھی معلوم کرو کہ اس نے ہمیں دھوکہ تو نہیں دیا؟

وہ باتیں کر رہی تھی تو فخر نے پوچھا ــــ "یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"یہ کہہ رہی ہے" ــــ ایک نے جواب دیا ــــ "اگر یہ شخص یعنی تم صلاح الدین کی فوج میں نہ ہوتے تو یہ تمہارے ساتھ شادی کر لیتی۔ یہ مسلمان ہونے کو بھی تیار ہے لیکن کہتی ہے کہ اسے اب مسلمانوں پر بھروسہ نہیں رہا۔"

فخر نے بے تابی سے لپک کر لڑکی کو بازو سے پکڑا اور اپنی طرف گھسیٹ کر کہا ــــ "اگر میں بادشاہ ہوتا تو خدا کی قسم تمہاری خاطر تخت اور تاج قربان کر دیتا۔ اگر شرط یہی ہے کہ میں صلاح الدین ایوبی کی دی ہوئی تلوار پھینک دوں تو یہ لو" ــــ اس نے کمر بند سے تلوار کھولی اور نیام سمیت لڑکی کے قدموں میں رکھ دی۔ کہا ــــ "میں اب سے ایوبی کا سپاہی اور کماندار نہیں ہوں۔"

"مگر ایک شرط اور بھی ہے" ــــ لڑکی نے کہا ــــ "میں اپنا مذہب تمہاری خاطر ترک کر دیتی ہوں لیکن صلاح الدین ایوبی سے انتقام ضرور لوں گی۔"

"کیا اسے میرے ہاتھ سے قتل کرانا چاہتی ہو؟" فخر نے پوچھا۔

لڑکی نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھا۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آخر کرسٹوفر نے کہا ــــ "ایک صلاح الدین ایوبی نہ رہا تو کیا فرق پڑے گا؟ ایک اور سلطان آ جائے گا۔ وہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ مصریوں کو آخر غلام ہی ہونا پڑے گا۔ تم ایک کام کرو۔ سوڈانیوں کے سالار ناجی کے پاس پہنچو اور یہ لڑکی اس کے سامنے کر کے اسے بتاؤ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی اصل میں کیا ہے اور اس کے ارادے کیا ہیں؟"

ان لوگوں کو یہ تو علم تھا کہ ناجی کا صلیبیوں کے ساتھ رابطہ ہے اور موبی اس کے ساتھ بات کرے گی لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ ناجی اور اس کے معتمد سالار خفیہ طریقے سے مروائے جا چکے ہیں۔ اس تک لڑکی کو ہی جانا تھا۔ اس کا اکیلے جانا ممکن نہیں تھا۔ اتفاق سے انہیں فخر المصری مل گیا۔ لہٰذا اسی کو استعمال کرنے کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ آدمی چونکہ سلطان ایوبی کی نظر میں آ گئے تھے اس لیے ابھی اس کی نظر میں رہنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے موبی سے سن لیا تھا کہ ان کے شعبۂ جاسوسی اور تخریب کاری کا سربراہ رابن اسی

کیمپ میں ہے اور فرار ہوگا اس لیے وہ اسے مدد دینے کے لیے بھی وہاں موجود رہنا چاہتے تھے۔ ان کے ارادے معلوم نہیں کیا تھے۔ صلاح الدین ایوبی پر چلایا ہوا ان کا تیر خطا گیا تو انہیں سلطان ایوبی کے سامنے لے جایا گیا تھا۔ ان کا بہروپ اور ڈرامہ کامیاب رہا لیکن ان کا مشن تباہ ہوگیا تھا لہٰذا اب وہ بدلی ہوئی صورتِ حال اور اتفاقات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ فخر المصری حسن اور حشیش کے جال میں آگیا تھا۔ اس نے واپس کیمپ میں نہ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اسے یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ لڑکی کو لے کر روانہ ہوجائے۔ اُن لوگوں نے اسے اپنا ایک اونٹ دے دیا۔ پانی کا ایک مشکیزہ دیا اور تھیلے میں کھانے کا بہت سارا سامان ڈال دیا۔ ان اشیاء میں کچھ ایسی تھیں جن میں حشیش ملی ہوئی تھی۔ موبی کو ان کا علم تھا۔ فخر کو ایک لمبا چغہ اور تاجروں والی دستار پہنا دی گئی۔ لڑکی اونٹ پر سوار ہوئی۔ اس کے پیچھے فخر سوار ہوگیا اور اونٹ چل پڑا۔ فخر گردوپیش سے بے خبر تھا اور وہ اپنے ماضی سے بھی بے خبر ہوگیا تھا۔ صرف یہ احساس اس پر غالب تھا کہ روئے زمین کی حسین ترین لڑکی اس کے قبضے میں ہے جس نے سلطان کو ٹھکرا کر اسے پسند کیا ہے۔ فخر نے موبی کو دونوں بازوؤں میں لے کر اس کی پیٹھ اپنے سینے سے لگا لی۔

موبی نے کہا — "تم عیسائی کمانداروں اور اپنے سلطان کی طرح وحشی تو نہیں ہو گے؟ میں تمہاری ملکیت ہوں۔ جو چاہو کرو مگر میں پھر تم سے نفرت کروں گی۔"

"کہو تو میں اونٹ سے اُتر جاتا ہوں۔" فخر نے اسے اپنے بازوؤں سے نکال کر کہا — "مجھے صرف یہ بتا دو کہ تم مجھے دل سے چاہتی ہو یا محض مجبوری کے عالم میں میری پناہ لی ہے؟"

"پناہ تو میں ان تاجروں کی بھی لے سکتی تھی۔" موبی نے جواب دیا — "لیکن تم مجھے اتنے اچھے لگے کہ تمہاری خاطر مذہب تک چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔" — اس نے جذباتی باتیں کر کے فخر کے اعصاب پر قبضہ کر لیا اور رات گزرتی چلی گئی۔

سفر کم و بیش پانچ دنوں کا تھا لیکن فخر المصری عام راستوں سے ہٹ کر جا رہا تھا کیونکہ وہ بھگوڑا فوجی تھا۔ موبی کو نیند آنے لگی۔ اس نے سر پیچھے فخر کے سینے پر رکھ دیا اور گہری نیند سو گئی۔ اونٹ چلتا رہا، فخر جاگتا رہا۔

صلاح الدین ایوبی صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ دربان نے اطلاع دی کہ علی بن سفیان آیا ہے۔ سلطان دوڑ کر باہر نکلا۔ اس کے منہ سے علی بن سفیان کے سلام کے جواب سے پہلے یہ الفاظ نکلے ــــ "اُدھر کی کیا خبر ہے"۔

"ابھی تک خیریت ہے" ــــ علی بن سفیان نے جواب دیا ــــ "مگر سوڈانی لشکر میں بے اطمینانی بڑھتی جا رہی ہے۔ میں نے اس لشکر میں اپنے جو مخبر چھوڑے تھے، ان کی اطلاعوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے کسی ایک بھی کمانڈر نے قیادت سنبھال لی تو بغاوت ہو جائے گی"

صلاح الدین ایوبی اسے اپنے خیمے میں لے گیا۔ علی بن سفیان کہہ رہا تھا ــــ "ناجی اور اس کے سرکردہ سالاروں کو تو ہم نے ختم کر دیا ہے، لیکن وہ مصری فوج کے خلاف سوڈانیوں میں نفرت کا جو زہر پھیلا گئے تھے اس کا اثر ذرہ بھر کم نہیں ہوا۔ ان کی بے اطمینانی کی دوسری وجہ اُن کے سالاروں کی گمشدگی ہے۔ میں نے اپنے مخبروں کی زبانی یہ خبر مشہور کرا دی ہے کہ اُن کے سالار بحیرۂ روم کے محاذ پر گئے ہوئے ہیں مگر امیرِ محترم! مجھے شک ہوتا ہے کہ سوڈانیوں میں شکوک اور شبہات پائے جاتے ہیں۔ جیسے انہیں علم ہو گیا ہے کہ ان کے سالاروں کو قید کر لیا گیا ہے اور مار بھی دیا گیا ہے"

"اگر بغاوت ہو گئی تو مصر میں ہمارے جو دستے ہیں وہ اسے دبا سکیں گے"؟ صلاح الدین ایوبی نے پوچھا ــــ "کیا وہ پچاس ہزار تجربہ کار فوج کا مقابلہ کر سکیں گے؟.... مجھے شک ہے"

"مجھے یقین ہے کہ ہماری قلیل فوج سوڈانیوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گی" علی بن سفیان نے کہا ــــ "میں اس کا بندوبست کر آیا ہوں۔ میں نے عالی مقام نورالدین زنگی کی طرف دو تیز رفتار قاصد بھیج دیئے ہیں۔ میں نے پیغام بھیجا ہے کہ مصر میں بغاوت کی فضا پیدا ہو رہی ہے اور ہم نے جو فوج

تیار کی ہے وہ تھوڑی ہے اور اس میں سے آدھی فوج محاذ پر ہے۔ متوقعہ بغاوت کو دبانے کے لیے ہمیں کمک بھیجی جائے۔"

"مجھے اُدھر سے کمک کی امید کم ہے۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "پرسوں ایک قاصد یہ خبر لایا تھا کہ زنگی نے فرنگیوں پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ حملہ انہوں نے ہماری مدد کے لیے کیا تھا۔ فرنگیوں کے اُمراء اور فوجی قائدین بحیرۂ روم میں صلیبیوں کے اتحادی بیڑے میں تھے اور فرنگیوں کی کچھ فوج مصر میں داخل ہوکر عقب سے حملہ کرنے اور ہمارے سوڈانی لشکر کی پشت پناہی کے لیے مصر کی سرحد پر آگئی تھی۔ محترم زنگی نے ان کے ملک پر حملہ کرکے اُن کے سارے منصوبے کو ایک ہی وار میں برباد کردیا ہے اور شاہ فرنگ کے بہت سے علاقے پر قبضہ کرلیا ہے۔ انہوں نے صلیبیوں سے کچھ رقم بھی وصول کی ہے۔" صلاح الدین ایوبی خیمے کے اندر ٹہلنے لگا۔ جذباتی لہجے میں بولا۔ "سلطان زنگی کے قاصد کی زبانی وہاں کے کچھ ایسے حالات معلوم ہوئے ہیں جنہوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔"

"کیا اب صلیبی اُدھر یلغار کریں گے؟" علی بن سفیان نے پوچھا۔

"مجھے صلیبیوں کی یلغار کی ذرہ بھر پروا نہیں۔" سلطان ایوبی نے جواب دیا۔ "پریشانی یہ ہے کہ کفار کی یلغار کو روکنے والے شراب کے مٹکوں میں ڈوب گئے ہیں۔ اسلام کے قلعے کے پاسبان حرم میں قید ہوگئے ہیں۔ عورت کی زلفوں نے انہیں پابہ زنجیر کر دیا ہے۔ علی! چچا اسدالدین شیرکوہ کو اسلام کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکے گی۔ کاش وہ آج زندہ ہوتے۔ میدانِ جنگ میں مجھے وہی لائے تھے۔ ہم نے بڑے ہی مشکل وقت دیکھے ہیں علی! میں نے چچا شیرکوہ کی فوج کے ہراول دستے کی کمان کی ہے۔ میں اُن کے ساتھ صلیبیوں کے محاصرے میں تین مہینے رہا ہوں۔ مجھے شیرکوہ ہمیشہ سبق دیا کرتے تھے کہ گھبراہٹ اور خوف سے بچنا۔ تائیدِ ایزدی اور رضائے الٰہی کا قائل رہنا اور اسلام کا علم بلند رکھنا۔ میں شیرکوہ کی کمان میں مصریوں اور صلیبیوں کی مشترک فوج کے خلاف بھی لڑا ہوں۔ سکندریہ میں محاصرے میں رہا ہوں شکست میرے سر پر آگئی تھی۔ میرے مٹھی بھر لشکری بد دل ہوتے جارہے

تھے۔ میں نے کس طرح اُن کے حوصلے اور جذبے تروتازہ رکھے؟ یہ میرا خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ تاآنکہ چچا شیرکوہ نے حملہ آور ہوکر محاصرہ توڑا.... تم یہ کہانی اچھی طرح جانتے ہو۔ ایمان فروشوں نے کفار کے ساتھ مل کر ہمارے لیے کیسے کیسے طوفان کھڑے کیے مگر میں گھبرایا نہیں۔ دل نہیں چھوڑا۔"

"مجھے سب کچھ یاد ہے سلطان!"۔۔۔علی بن سفیان نے کہا۔۔۔"اس قدر معرکہ آرائیوں اور قتل و غارت کے بعد توقع تھی کہ مصری راہِ راست پر آجائیں گے مگر ایک غدار مرتا ہے تو ایک اور اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ غدار کمزور خلافت کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اگر ظالمی خلافت حرم میں گم نہ ہوجاتی تو آج آپ صلیبیوں سے یورپ میں لڑ رہے ہوتے مگر ہمارے غدار بھائی انہیں سلطنتِ اسلامیہ سے باہر نہیں جانے دے رہے۔ جب بادشاہ عیش و عشرت میں پڑجائیں تو رعایا میں سے بھی کچھ لوگ بادشاہی کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ وہ کفار سے طاقت اور مدد حاصل کرتے ہیں۔ ایمان فروشی میں وہ اس قدر اندھے ہوجاتے ہیں کہ کفار کے عزائم اور اپنی بیٹیوں کی عصمتوں تک کو بھلا دیتے ہیں۔"

"مجھے ہمیشہ انہی لوگوں سے ڈر آتا ہے"۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "اللہ نہ کرے، اسلام کا نام جب بھی ڈوبا مسلمانوں کے ہاتھوں سے ڈوبے گا۔ ہماری تاریخ غداروں کی تاریخ بنتی جارہی ہے۔ یہ رجحان بنتا رہا ہے کہ ایک روز مسلمان جو برائے نام مسلمان ہوں گے اپنی سرزمین کفار کے حوالے کردیں گے۔ اگر اسلام کہیں زندہ رہا تو وہاں مسجدیں کم اور قحبہ خانے زیادہ ہوں گے۔ ہماری بیٹیاں صلیبیوں کی طرح بال کھلے چھوڑ کر بے حیا ہوجائیں گی۔ کفار انہیں اسی راستے پر ڈال رہے ہیں بلکہ ڈال چکے ہیں... اب مصر سے پھر وہی طوفان اٹھ رہا ہے علی! تم اپنے محکمے کو اور مضبوط اور وسیع کرلو۔ میں نے اپنے رفیقوں سے کہہ دیا ہے کہ دشمن کے علاقوں میں جاکر شبخون مارنے اور خبریں لانے کے لیے تنومند اور ذہین جوانوں کا انتخاب کرو۔ صلیبی اس محاذ کو مضبوط اور پُراثر بنا رہے ہیں۔ تم فوری طور پر جاسوسی جنگ کی تیاری کرو.... فوری طور پر کرنے والا کام یہ ہے کہ سمندر سے کئی

ایک صلیبی بچ کر نکلے ہیں۔ ان میں زیادہ تر زخمی ہیں اور جو زخمی نہیں وہ کئی کئی دن سمندر میں ڈوبنے اور تیرنے کی وجہ سے زخمیوں سے بدتر ہیں۔ ان سب کا علاج معالجہ ہو رہا ہے۔ میں نے سب کو دیکھا ہے۔ تم بھی انہیں دیکھ لو اور اپنی ضرورت کے مطابق ان سے معلومات حاصل کرو۔"

سلطان ایوبی نے دربان کو بلا کر ناشتے کے لیے کہا اور علی بن سفیان سے کہا ــــ "کل کچھ زخمی اور اچھی بھلی لڑکیاں میرے سامنے لائی گئی تھیں۔ کچھ تو سمندر سے نکلے ہوئے قیدی ہیں۔ ان میں ایک پر مجھے شک ہے کہ وہ سپاہی نہیں۔ رتبے اور عہدے والا آدمی ہے۔ سب سے پہلے اسے ملو۔ پانچ تاجر سات عیسائی لڑکیوں کو ساتھ لائے تھے" ــــ اس نے علی بن سفیان کو لڑکیوں کے متعلق وہی کچھ بتایا جو تاجروں نے بتایا تھا۔ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "میں نے لڑکیوں کو دراصل حراست میں لیا ہے لیکن انہیں بتایا ہے کہ میں انہیں پناہ میں لے رہا ہوں۔ لڑکیوں کا یہ کہنا کہ وہ غریب گھرانوں کی لڑکیاں ہیں اور پھر ان کا یہ بیان کہ انہیں ایک جلتے ہوئے جہاز میں سے کشتی میں بٹھا کر سمندر میں اتارا گیا اور کشتی انہیں ساحل پر لے آئی مجھے شکوک میں ڈال رہا ہے۔ میں نے انہیں الگ خیمے میں رکھا ہے اور سنتری کھڑا کر دیا ہے۔ تم ناشتے کے فوراً بعد اس قیدی اور ان لڑکیوں کو دیکھو۔"

آخر میں صلاح الدین ایوبی نے مسکرا کر کہا ــــ "کل دن کے وقت ساحل پر ٹہلتے ہوئے مجھ پر ایک تیر چلایا گیا ہے جو میرے پاؤں کے درمیان ریت میں لگا" ــــ اس نے تیر علی بن سفیان کو دے کر کہا ــــ "علاقہ چٹانی تھا۔ محافظ تلاش اور تعاقب کے لیے بہت دوڑے مگر انہیں کوئی تیر انداز نظر نہیں آیا۔ اس علاقے سے انہیں یہ پانچ تاجر ملے جنہیں محافظ میرے پاس لے آئے۔ انہوں نے یہ سات لڑکیاں بھی میرے حوالے کیں اور چلے گئے۔"

"اور وہ چلے گئے؟" علی بن سفیان نے حیرت سے کہا ــــ "آپ نے انہیں جانے کی اجازت دے دی؟"

"محافظوں نے ان کے سامان کی تلاشی لی تھی" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "ان سے ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی جس سے ان پر شک ہوتا۔"

علی بن سفیان تیر کو غور سے دیکھتا رہا اور بولا ــــ "سلطان اور سراغرساں

کی نظر میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ میں سب سے پہلے ان تاجروں کو پکڑنے کی کوشش کروں گا۔"

علی بن سفیان صلاح الدین ایوبی کے خیمے سے باہر نکلا تو دربان نے اسے کہا۔" یہ کماندار اطلاع لایا ہے کہ کل سات عیسائی لڑکیاں قید میں آئی تھیں۔ اُن میں سے ایک لاپتہ ہے۔ کیا سلطان کو یہ اطلاع دینا ضروری ہے؟ یہ کوئی اہم واقعہ تو نہیں کہ سلطان کو پریشان کیا جائے۔"

علی بن سفیان گہری سوچ میں پڑ گیا۔ کماندار جو اطلاع دینے آیا تھا اس نے علی بن سفیان کے قریب آکر آہستہ سے کہا۔" ایک عیسائی لڑکی کا لاپتہ ہوجانا تو اتنا اہم واقعہ نہیں مگر اہم یہ ہے کہ فخر المصری نام کا کماندار بھی رات سے لاپتہ ہے۔ رات کے سنتریوں نے بتایا ہے کہ وہ لڑکیوں کے خیمے تک گیا تھا۔ وہاں سے زخمیوں کے خیموں کی طرف گیا اور پھر کہیں نظر نہیں آیا۔ رات وہ گشت پر نکلا تھا۔"

علی بن سفیان نے ذرا سوچ کر کہا۔" یہ اطلاع سلطان تک ابھی نہ جائے۔ رات کے اُس وقت کے تمام سنتریوں کو اکٹھا کرو جب فخر گشت پر نکلا تھا۔" اس نے سلطان ایوبی کے محافظ دستے کے کماندار سے کہا کہ کل سلطان کے ساتھ جو محافظ ساحل تک گئے تھے انہیں لاؤ۔ وہ وہیں تھے چاروں سامنے آگئے تو علی بن سفیان نے انہیں کہا۔" کل جہاں تم نے تاجروں اور لڑکیوں کو دیکھا تھا وہاں فوراً پہنچو۔ اگر وہ تاجر ابھی تک وہیں ہیں تو انہیں حراست میں لے لو اور وہیں میرا انتظار کرو اور اگر جا چکے ہوں تو فوراً واپس آؤ۔"

محافظ روانہ ہوگئے تو علی بن سفیان لڑکیوں کے خیمے تک گیا۔ چھ لڑکیاں باہر بیٹھی تھی اور سنتری کھڑا تھا۔ علی نے لڑکیوں کو اپنے سامنے کھڑا کر کے عربی زبان میں پوچھا۔" ساتویں لڑکی کہاں ہے؟"

لڑکیوں نے ایک دوسری کے منہ کی طرف دیکھا اور سر ہلائے۔ علی بن سفیان نے کہا۔" تم سب ہماری زبان سمجھتی ہو۔"

لڑکیاں اسے حیران سا ہو کے دیکھتی رہیں۔ علی اُن کے چہروں اور ڈیل ڈول سے شک میں پڑ گیا تھا۔ وہ لڑکیوں کے پیچھے جا کھڑا ہوا اور عربی

زبان میں کہا ــــ "ان لڑکیوں کے کپڑے اتار کر ننگا کردو اور بارہ وحشی قسم کے سپاہی بلا لاؤ۔"

تمام لڑکیاں بدک کر پیچھے کو مڑیں۔ دو تین نے بیک وقت بولنا شروع کر دیا۔ وہ عربی زبان بول رہی تھیں ــــ "لڑکیوں کے ساتھ تم ایسا سلوک نہیں کر سکتے" ــــ ایک نے کہا ــــ "ہم تمہارے خلاف نہیں لڑیں۔"

علی بن سفیان کی ہنسی نکل گئی۔ اس نے کہا ــــ "میں تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کروں گا۔ تم نے جس طرح ایک ہی دھمکی سے عربی بولنی شروع کر دی ہے اب بغیر کسی دھمکی کے یہ بتا دو کہ ساتویں لڑکی کہاں ہے" ــــ سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ علی نے کہا ــــ "میں اس سوال کا جواب لے کر رہوں گا۔ تم نے سلطان پر ظاہر کیا ہے کہ تم ہماری زبان نہیں جانتیں، اب تم ہماری زبان ہماری طرح بول رہی ہو۔ کیا میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟" ــــ اس نے سنتری سے کہا ــــ "انہیں خیمے کے اندر بٹھا دو۔"

رات کے سنتری آ گئے تھے۔ فخر المصری کی گشت کے وقت کے سنتریوں سے علی بن سفیان نے پوچھ گچھ کی۔ آخر لڑکیوں کے خیمے والے سنتری نے بتایا کہ فخر رات اُسے یہاں کھڑا کر کے زخمیوں کے خیموں کی طرف گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے اس کی آواز سنائی دی ــــ "کون ہو تم؟ نیچے آؤ" ــــ سنتری نے اُدھر دیکھا تو اندھیرے میں اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ سامنے مٹی کے ٹیلے پر اُسے ایک آدمی کا سایہ سا نظر آیا اور وہ سایہ وہیں غائب ہو گیا۔

علی بن سفیان فوراً وہاں گیا۔ یہ ٹیلہ ساحل کے قریب تھا۔ اس کی مٹی ریتلی تھی۔ ایک جگہ سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہاں کوئی اوپر گیا ہے۔ وہاں زمین پر دو قسم کے پاؤں کے نشان تھے۔ ایک نشان تو مرد کا تھا جس نے فوجیوں والا جوتا پہن رکھا تھا۔ دوسرا نشان چھوٹے جوتے کا تھا اور زنانہ لگتا تھا۔ زمین کچی اور ریتلی تھی۔ زنانہ نشان جدھر سے آیا تھا علی بن سفیان اُدھر کو چل پڑا۔ یہ نشان اُسے اس خیمے تک لے گئے جہاں موبی رابن سے ملی تھی۔ اس نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور اندر چلا گیا۔

اس کی چہرہ شناس نگاہوں نے زخمی قیدیوں کو دیکھا۔ سب کے چہرے بنا نچے۔ رابن بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے علی بن سفیان کو دیکھا اور فوراً ہی کراہنے

لگا جیسے اسے درد کا اچانک دورہ پڑا ہو۔ علی نے اسے کندھے سے پکڑ کر اٹھا لیا اور خیمے سے باہر لے گیا۔ اس سے پوچھا ــــ" رات کو ایک قیدی لڑکی اس خیمے میں آئی تھی۔ کیوں آئی تھی؟" ــــ رابن اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جن میں حیرت تھی اور ایسا تاثر بھی جیسے وہ کچھ سمجھا ہی نہ ہو۔ علی بن سفیان نے اُسے آہستہ سے کہا ــــ" تم میری زبان سمجھتے ہو دوست! میں تمہاری زبان سمجھتا ہوں۔ بول سکتا ہوں لیکن تمہیں میری زبان میں جواب دینا ہوگا" ــــ رابن اس کا منہ دیکھتا رہا۔ علی نے سنتری سے کہا۔ " اسے خیمے سے باہر رکھو"

علی بن سفیان خیمے کے اندر چلا گیا اور قیدیوں سے اُن کی زبان میں پوچھا " رات کو لڑکی اس خیمے میں کتنی دیر رہی تھی؟ اپنے آپ کو اذیت میں نہ ڈالو"

سب چپ رہے مگر ایک اور دھمکی سے ایک زخمی نے بتا دیا کہ لڑکی خیمے میں آئی تھی اور رابن کے پاس بیٹھی یا لیٹی رہی تھی۔ یہ زخمی سمندر میں جلتے جہاز سے کودا تھا۔ اس نے آگ کا بھی اور پانی کا بھی قہر دیکھا تھا۔ وہ اتنا زخمی نہیں تھا جتنا خوفزدہ تھا۔ وہ کسی اور مصیبت میں پڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس نے بتایا کہ اسے یہ معلوم نہیں کہ رابن اور لڑکی کے درمیان کیا باتیں ہوئیں اور لڑکی کون تھی۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ رابن کا عہدہ کیا ہے۔ وہ اس کے صرف نام سے واقف تھا۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ رابن اس کیمپ میں آنے تک بالکل تندرست تھا۔ یہاں آکر وہ اس طرح کراہنے لگا جیسے اُسے اچانک کسی بیماری کا دورہ پڑ گیا ہو۔

علی بن سفیان ایک محافظ کی راہنمائی میں اُن پانچ آدمیوں کو دیکھنے چلا گیا جو تاجروں کے بہروپ میں کچھ دُور خیمہ زن تھے۔ محافظوں نے انہیں الگ بٹھا رکھا تھا۔ علی کو انہوں نے پہلی اطلاع یہ دی کہ اُن کے پاس کل دو اونٹ تھے مگر آج ایک ہی ہے۔ یہی اشارہ کافی تھا۔ وہ اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے کہ دوسرا اونٹ کہاں ہے۔ دوسرے اونٹ کے پاؤں کے نشان مل گئے۔ علی بن سفیان نے انہیں کہا ــــ" تمہارا جرم معمولی چوری چکاری نہیں ہے۔ تم ایک پوری سلطنت اور اس کی تمام تر آبادی کے لیے خطرہ ہو۔ اس لیے میں تم پر ذرہ بھر رحم نہیں کروں گا۔ کیا

تم تاجر ہو؟"

"ہاں" — سب نے سر ہلا کر کہا — "ہم تاجر ہیں جناب! ہم بے گناہ ہیں۔"

علی بن سفیان نے کہا — "اپنے ہاتھوں کی اُلٹی طرف میرے سامنے کرو۔" پانچوں نے ہاتھ اُلٹے کر کے آگے کر دیئے۔ علی نے سب کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی درمیانی جگہ کو دیکھا اور ایک آدمی کو کلائی سے پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ اسے کہا — "کمان اور ترکش کہاں چھپا رکھی ہے؟"

اس آدمی نے معصوم بننے کی بہت کوشش کی۔ علی نے سلطان ایوبی کے ایک محافظ کو اپنے پاس بُلا کر اس کے بائیں ہاتھ کی اُلٹی طرف اسے دکھائی۔ اس کے انگوٹھے کے الٹی طرف اُس جگہ جہاں انگوٹھا ہتھیلی کے ساتھ ملتا ہے یعنی جہاں جوڑ ہوتا ہے وہاں ایک نشان تھا۔ ایسا نشان اس آدمی کے انگوٹھے کے جوڑ پر بھی تھا۔ علی نے اسے اپنے محافظ کے متعلق بتایا — "یہ سلطان کا بہترین تیر انداز ہے اور یہ نشان اس کا ثبوت ہے کہ یہ تیر انداز ہے۔"

اس کے انگوٹھے کی الٹی طرف ایک مدّھم سا نشان تھا جیسے وہاں بار بار کوئی چیز رگڑی جاتی رہی ہو۔ یہ تیروں کی رگڑ کے نشان تھے۔ تیر دائیں ہاتھ سے پکڑا جاتا ہے، کمان بائیں ہاتھ سے پکڑی جاتی ہے، تیر کا اگلا حصّہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ہوتا ہے اور جب تیر کمان سے نکلتا ہے تو انگوٹھے پر رگڑ کھا جاتا ہے۔ ایسا نشان ہر ایک تیر انداز کے ہاتھ پر ہوتا تھا۔ علی بن سفیان نے اسے کہا — "اِن پانچ میں تم اکیلے تیر انداز ہو۔ کمان اور ترکش کہاں ہے؟" — پانچوں چپ رہے۔ علی نے ان پانچ میں سے ایک کو پکڑ کر محافظوں سے کہا — "اِس کو اُس درخت کے ساتھ باندھ دو۔"

اُسے کھجور کے درخت کے ساتھ کھڑا کر کے باندھ دیا گیا۔ علی نے اپنے تیر انداز کے کان میں کچھ کہا۔ تیر انداز نے کندھے سے کمان اُتار کر اس میں تیر رکھا اور درخت سے بندھے ہوئے آدمی کا نشانہ لے کر تیر چھوڑا۔ تیر اس آدمی کی دائیں آنکھ میں اُتر گیا۔ وہ تڑپنے لگا۔ علی نے باقی چار سے کہا — "تم میں کتنے ہیں جو صلیب کی خاطر اس طرح تڑپ تڑپ کر جان دینے کو تیار ہیں؟ اس کی طرف دیکھو" — انہوں نے دیکھا۔ وہ آدمی چیخ رہا تھا، تڑپ رہا تھا۔ اس کی آنکھ سے خون بُری طرح بہہ رہا تھا۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں"۔ علی بن سفیان نے کہا ۔۔۔ "کہ باعزت طریقے سے تم سب کو سمندر پار بھیج دوں گا .... دوسرے اونٹ پر کون گیا ہے؟ کہاں گیا ہے؟"

"تمہارا اپنا ایک کمانڈر ہمارا ایک اونٹ ہم سے چھین کر لے گیا ہے"۔ ایک آدمی نے کہا۔

"اور ایک لڑکی بھی"۔ علی بن سفیان نے کہا۔

تھوڑی ہی دیر بعد علی بن سفیان کے فن نے اُن سے اعتراف کروا لیا کہ وہ کون ہیں اور کیا ہیں، مگر انہوں نے یہ جھوٹ بولا کہ لڑکی رات خیمہ سے بھاگ آئی تھی اور اس نے بتایا کہ صلاح الدین ایوبی نے رات اسے اپنے خیمے میں رکھا تھا، اس نے شراب پی رکھی تھی اور لڑکی کو بھی پلائی تھی اور لڑکی گھبراہٹ اور خوف کے عالم میں آئی تھی۔ اس کے تعاقب میں فخرالمصری نام کا ایک کمانڈر آیا اور اس نے جب لڑکی کی باتیں سنیں تو اسے ہمارے اونٹ پر بٹھا کر زبردستی لے گیا۔ انہوں نے وہ تمام بہتان علی بن سفیان کو سنائے جو لڑکی نے سلطان ایوبی پر لگائے تھے۔

علی نے مسکرا کر کہا ۔۔۔ "تم پانچ تربیت یافتہ عسکری اور تیر انداز اور ایک آدمی تم سے لڑکی بھی لے گیا اور اونٹ بھی"۔۔۔ اس نے انہی کی نشاندہی پر زمین میں دبائی ہوئی کمان اور ترکش بھی نکلوا لی۔ ان چاروں کو خیمہ گاہ میں بھجوا دیا گیا۔ پانچواں آدمی تڑپ تڑپ کر مر چکا تھا۔

اونٹ کے پاؤں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ علی بن سفیان نے نہایت سرعت سے دس سوار بلائے اور انہیں اپنی کمان میں لے کر اس طرف روانہ ہو گیا جدھر اونٹ گیا تھا، مگر اونٹ کی روانگی اور اس کے تعاقب میں علی بن سفیان کی روانگی میں چودہ پندرہ گھنٹوں کا فرق تھا۔ اونٹ تیز تھا اور اسے آرام کی بھی زیادہ ضرورت نہیں تھی۔ اونٹ، پانی اور خوراک کے بغیر چھ سات دن تروتازہ رہ سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں گھوڑوں کو راستے میں کئی بار آرام، پانی اور خوراک کی ضرورت تھی۔ ان عناصر نے تعاقب ناکام بنا دیا۔ اونٹ نے چودہ پندرہ گھنٹوں کا فرق پورا نہ ہونے دیا۔ فخرالمصری نے تعاقب کے پیشِ نظر قیام بہت کم کیا تھا۔

علی بن سفیان کو راستے میں صرف ایک چیز ملی۔ یہ ایک تھیلا تھا۔ اس نے رک کر تھیلا اٹھایا۔ کھول کر دیکھا۔ اس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ اسی تھیلے میں ایک اور تھیلا تھا۔ اس میں بھی وہی چیزیں تھیں۔ علی بن سفیان کے سونگھنے کی تیز حس نے اسے بتا دیا کہ ان اشیاء میں حشیش ملی ہوئی ہے۔ راستے میں اسے دو جگہ ایسے آثار ملے تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ یہاں اونٹ رکا ہے اور سوار یہاں بیٹھے ہیں۔ کھجوروں کی گٹھلیاں، پھلوں کے بیج اور چھلکے بھی بکھرے ہوئے تھے۔ تھیلے نے اسے شک میں ڈال دیا۔ اس کے ذہن میں یہ شک آیا کہ فخرالمصری کو حشیش کے نشے میں لڑکی اپنے محافظ کے طور پر ساتھ لے جا رہی ہے۔ تاہم اس نے تھیلا اپنے پاس رکھا مگر تھیلے کی تلاشی اور تیام نے وقت ضائع کر دیا تھا۔

☆

فخرالمصری اور موبی منزل پر نہ بھی پہنچتے اور راستے میں پکڑے بھی جاتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ سوڈانی لشکر میں ناجی، اردوش اور ان کے ساتھی جو زہر پھیلا چکے تھے وہ اثر کر گیا تھا۔ فاطمی خلافت کے وہ فوجی سربراہ جو برائے نام جرنیل اور دراصل حاکم بنے ہوئے تھے، سلطان صلاح الدین ایوبی کو ایک ناکام امیر اور بے کار حاکم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ مسلمان حکمران حرم میں اُن لڑکیوں کے اسیر ہو گئے تھے جن میں بیشتر عیسائی اور یہودی تھیں۔ ان کے نام اسلامی تھے۔ حکومت کا کاروبار خود ساختہ افسر چلا رہے تھے، من مانی اور عیش و عشرت کر رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ صلاح الدین ایوبی جیسا کوئی مذہب پسند اور قوم پرست قائد قوم کو جگا دے اور حکمرانوں اور سلطانوں کو حرم کی جنت سے باہر لا کر حقائق کی دنیا میں لے آئے۔ سلطان ایوبی کے پہلے معرکوں سے جو اس نے اپنے چچا شیرکوہ کی قیادت میں لڑے تھے، یہ لوگ جان چکے تھے کہ اگر یہ شخص اقتدار میں آ گیا تو اسلامی سلطنت کو مذہب اور اخلاقیات کی پابندیوں میں جکڑ لے گا لہٰذا انہوں نے ہر وہ داؤ کھیلا جو سلطان ایوبی کو چاروں شانے چت گرا سکتا تھا۔ انہوں نے درپردہ صلیبیوں سے تعاون کیا اور ان کے جاسوسوں اور تخریب کاروں کے لیے زمین ہموار کی اور اس کے راستے میں چٹانیں کھڑی کیں۔ اگر نورالدین زنگی نہ ہوتا تو آج

: صلاح الدین ایوبی کا تاریخ میں نام ہوتا نہ آج نقشے پر اتنے زیادہ اسلامی ممالک نظر آتے۔

نورالدین زنگی نے ذرا سے اشارے پر بھی سلطان ایوبی کو کمک اور مدد بھیجی۔ صلیبیوں نے مصری فوج کے سوڈانیوں کے بلاوے پر بحیرۂ روم سے حملہ کیا تو نورالدین زنگی نے اطلاع ملتے ہی خشکی پر صلیبیوں کی ایک مملکت پر حملہ کرکے اُن کے اس لشکر کو مفلوج کر دیا جو مصر پر حملہ کرنے کے لیے جا رہا تھا۔ یہ تو سلطان ایوبی کا نظامِ جاسوسی ایسا تھا کہ اس نے صلیبیوں کا بیڑہ غرق کر دیا۔ اب علی بن سفیان نے زنگی کی طرف برق رفتار قاصد یہ خبر دینے کے لئے دوڑا دیئے تھے کہ سوڈانیوں کی بغاوت کا خطرہ ہے اور ہماری فوج کم بھی ہے، دو حصوں میں بٹ بھی گئی ہے۔ قاصد پہنچ گئے تھے اور نورالدین زنگی نے خاصی فوج کو مصر کی طرف کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ بعض مورخین نے اس فوج کی تعداد دو ہزار سوار اور پیادہ لکھی ہے اور کچھ اس سے زیادہ بتاتے ہیں۔ بہرحال زنگی نے اپنی مشکلات اور ضروریات کی پروا نہ کرتے ہوئے سلطان ایوبی کی مشکلات اور ضروریات کو اہمیت اور اولیت دی مگر اس کی فوج کو پہنچنے کے لیے بہت دن درکار تھے۔

مسلمان نام نہاد فوجی اور دیگر سرکردہ شخصیتوں نے دیکھا کہ مصر میں سلطان ایوبی کے خلاف بے اطمینانی اور بغاوت پھوٹ رہی ہے تو انہوں نے اسے ہوا دی۔ درپردہ سوڈانیوں کو اکسایا اور اپنے مخبروں کے ذریعے یہ بھی معلوم کر لیا کہ سوڈانیوں کے سالاروں کو مروا کر خفیہ طریقے سے دفن کر دیا گیا ہے۔ سوڈانی لشکر کے کم رتبے والے کماندار سالار بن گئے اور صلاح الدین ایوبی کی اس قلیل فوج پر حملہ کرنے کے منصوبے بنانے لگے جو مصر میں مقیم تھی۔ وہ سلطان ایوبی کی آدھی فوج اور سلطان کی دارالحکومت سے غیر حاضری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ منصوبہ ایسا تھا جس کے تحت پچاس ہزار سوڈانی فوج سیاہ گھٹا کی طرح مصر کے آسمان سے اسلام کے چاند کو روپوش کرنے والی تھی۔

علی بن سفیان قاہرہ پہنچ گیا۔ وہ جن کے تعاقب میں گیا تھا، ان کا اُس سے آگے کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ اس نے اپنے اُن جاسوسوں کو بلایا جو اس نے سوڈانی ہیڈ کوارٹر اور فوج میں چھوڑ رکھے تھے۔ ان میں سے ایک نے بتایا کہ

گزشتہ رات ایک اونٹ آیا تھا۔ اندھیرے میں جو کچھ نظر آسکا وہ دو سوار تھے، ایک عورت اور ایک مرد۔ جاسوس نے یہ بھی بتایا کہ وہ کون سی عمارت میں داخل ہوئے تھے۔ علی بن سفیان کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ وہاں چھاپہ مارتا۔ سوڈانی فوج سلطنتِ اسلامیہ کی فوج تھی، کوئی آزاد فوج نہیں تھی مگر علی نے اس خدشے کے پیشِ نظر چھاپہ نہ مارا کہ یہ جلتی پر تیل کا کام کرے گا۔ اس کا مقصد صرف یہ نہیں تھا کہ موبی اور فخرالمصری کو گرفتار کرنا ہے بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ سوڈانی قیادت کے عزائم اور آئندہ منصوبے معلوم کیے جائیں تاکہ پیش بندی کی جاسکے۔ اس نے اپنے جاسوسوں کو نئی ہدایات جاری کیں۔ جاسوسوں میں غیر مسلم لڑکیاں بھی تھیں جو عیسائی یا یہودی نہیں تھیں۔ یہ قبہ خانوں کی بڑی ذہین اور تیز طرار لڑکیاں تھیں مگر علی بن سفیان نے ان پر کبھی سو فیصد بھروسہ نہیں کیا تھا کیونکہ وہ دوغلا کھیل بھی کھیل سکتی تھیں۔ ان لڑکیوں سے بھی اُس لڑکی (موبی) کا سراغ نہ مل سکا جس کے تعاقب میں علی آیا تھا۔

☆

چار روز علی بن سفیان دارالحکومت سے باہر مارا مارا پھرتا رہا۔ اس کا دائرہ کار سوڈانی فوجی قیادت کے اردگرد کا علاقہ تھا۔ پانچویں رات وہ باہر کھلے آسمان تلے بیٹھا اپنے دو جاسوسوں سے رپورٹ لے رہا تھا۔ اس کے تمام آدمیوں کو معلوم ہوتا تھا کہ کس وقت وہ کہاں ہوتا ہے۔ اُس کے گروہ کا ایک آدمی ایک آدمی کو ساتھ لیے اُس کے پاس آیا اور کہا ــــ "یہ اپنا نام فخرالمصری بتاتا ہے۔ جھاڑیوں میں ڈگمگاتا، گرتا اور اُٹھتا تھا۔ میں نے اس سے بات کی تو کہنے لگا کہ مجھے میری فوج تک پہنچا دو۔ اس سے اچھی طرح بولا بھی نہیں جاتا" ــــ اس دوران فخرالمصری بیٹھ گیا تھا۔

"تم وہی کماندار ہو جو محاذ سے ایک لڑکی کے ساتھ بھاگے ہو؟" علی بن سفیان نے اُس سے پوچھا۔

"میں سلطان کی فوج کا بھگوڑا ہوں" ــــ فخر نے ہکلاتی لڑکھڑاتی زبان میں کہا ــــ "سزائے موت کا حقدار ہوں لیکن میری پوری بات سُن لیں ورنہ تم سب کو سزائے موت ملے گی"

علی بن سفیان اُس کے لب و لہجے سے سمجھ گیا کہ یہ شخص نشے میں ہے یا نشے کی طلب نے اس کا یہ حال کر رکھا ہے۔ وہ اسے اپنے دفتر میں لے گیا اور اسے وہ تھیلا دکھایا جو اُسے راستے میں پڑا ملا تھا۔ پوچھا ــــ "یہ تھیلا تمہارا ہے؟ اور تم اس سے یہ چیزیں کھاتے رہے ہو؟"

"ہاں" ــــ فخر المصری نے جواب دیا ــــ "وہ مجھے اسی سے کھلاتی تھی" ــــ اس کے سامنے وہ تھیلا بھی پڑا تھا جو تھیلے کے اندر سے نکلا تھا۔ علی نے اس میں سے چیزیں نکال کر سامنے رکھ لی تھیں۔ فخر نے یہ چیزیں دیکھیں تو جھپٹ کر مٹھائی کی قسم کا ایک ٹکڑا اٹھا لیا۔ علی نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ فخر نے بے تابی سے کہا ــــ "خدا کے لیے مجھے یہ کھانے دو۔ میری جان اور روح اسی میں ہے" ــــ مگر علی نے اُس سے وہ ٹکڑا چھین لیا اور اسے کہا ــــ "مجھے ساری واردات سناؤ پھر یہ ساری چیزیں اُٹھا لینا"

فخر المصری نڈھال اور بے جان ہُوا جا رہا تھا۔ علی بن سفیان نے اُسے ایک سفوف کھلا دیا جو حشیش کا توڑ تھا۔ فخر نے اسے تمام تر واقعہ سنا دیا کہ وہ کیمپ سے لڑکی کے تعاقب میں کس طرح گیا تھا۔ تاجروں نے اُسے قہوہ پلایا تھا جس کے اثر سے وہ کسی اور ہی دنیا میں جا پہنچا تھا۔ تاجروں (صلیبی جاسوسوں) نے اُس سے جو باتیں کی تھیں وہ بھی اس نے بتائیں اور پھر لڑکی کے ساتھ اس نے اونٹ پر جو سفر کیا تھا وہ اس طرح سنایا کہ وہ مسلسل چلتے رہے۔ اونٹ نے بڑی اچھی طرح ساتھ دیا۔ رات کو وہ تھوڑی دیر قیام کرتے تھے۔ لڑکی اسے کھانے کو دوسرے تھیلے میں سے چیزیں دیتی تھی۔ وہ اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا تھا۔ لڑکی نے اسے اپنی محبت کا یقین دلایا اور شادی کا وعدہ کیا تھا اور شرط یہ رکھی تھی کہ وہ اسے سوڈانی کمانداروں کے پاس پہنچا دے۔ وہ راستے میں ہی لڑکی کو شادی کے بغیر بیوی بنانے کی کوشش کرتا رہا لیکن لڑکی اُسے اپنی باہوں میں لے کر پیار اور محبت سے ایسے ارادے اور خواہش کو مار دیتی۔ فخر نے محسوس تک نہ کیا کہ لڑکی اسے حشیش اور اپنے حسن و شباب کے قبضے میں لیے ہوئے ہے۔ تیسرے پڑاؤ میں جب انہوں نے کھانے پینے کے لیے اونٹ روکا تو تھیلا غائب پایا جو اونٹ کے دوڑنے سے کہیں گر پڑا تھا۔ لڑکی نے اسے کہا کہ واپس

چل کر تھیلا ڈھونڈ لیتے ہیں لیکن فخر المصری نے کہا کہ وہ بھگوڑا فوجی ہے، خدشہ ہے کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہوگا۔ لڑکی ضد کرنے لگی کہ تھیلا ضرور ڈھونڈیں گے۔ فخر نے اسے یقین دلایا کہ بھوکا مرنے کا کوئی خطرہ نہیں راستے میں کسی آبادی سے کچھ لے لیں گے مگر لڑکی آبادی کے قریب جانا نہ چاہتی تھی اور کہتی تھی کہ واپس چلو۔

فخر المصری نے اُسے زبردستی اونٹ پر بٹھا لیا اور اس کے پیچھے بیٹھ کر اونٹ کو اٹھایا اور دوڑا دیا۔ وہ سفر کی تیسری رات تھی۔ اگلی شام وہ شہر سے باہر سوڈانیوں کے ایک کماندار کے ہاں پہنچ گئے مگر فخر المصری اپنے سر کے اندر ایسی بے چینی محسوس کرنے لگا جیسے کھوپڑی میں کیڑے رینگ رہے ہوں۔ آہستہ آہستہ وہ حقیقی دنیا میں آگیا۔ وہ سمجھ نہ سکا کہ یہ حشیش نہ ملنے کا اثر ہے۔ اُس کی تصوراتی بادشاہی اور ذہن میں بسائی ہوئی جنت تھیلے میں کہیں ریگزار میں گر گئی تھی۔ لڑکی نے اُس کے سامنے کماندار کو صلیبیوں کا پیغام دیا اور اسے بغاوت پر اُکسایا۔ فخر پاس بیٹھا سنتا رہا اور اُس کے ذہن میں کیڑے بڑے ہو کر تیزی سے رینگنے لگے۔ نشہ اُتر چکا تھا۔ اُسے یاد آنے لگا کہ وہ محاذ سے بھاگ آیا ہے۔ لڑکی (موبی) کو یہی خوش فہمی ہوگی کہ فخر پر نشہ طاری ہے۔ چنانچہ اُس نے بے خوف و خطر کماندار سے یہ بھی کہہ دیا کہ سلطان ایوبی اور علی بن سفیان کے درمیان یہ غلط فہمی پیدا کرنی ہے کہ وہ ظاہری طور پر نیک بنے پھرتے ہیں مگر عورت اور شراب کے دلدادہ ہیں۔

اُن کی اس طویل گفتگو میں بغاوت کی باتیں بھی ہوئیں۔ اس وقت تک فخر المصری پوری طرح بیدار ہو چکا تھا لیکن سر کے اندر کی بے چینی اسے بہت پریشان کر رہی تھی۔ لڑکی نے کماندار سے کہا کہ اگر بغاوت کرنی ہے تو وقت ضائع نہ کریں۔ سلطان ایوبی محاذ پر ہے اور اُلجھا ہُوا ہے۔ لڑکی نے یہ جھوٹ بولا کہ صلیبی تین چار دنوں بعد دوسرا حملہ کرنے والے ہیں۔ سلطان ایوبی کو یہاں سے بھی فوج محاذ پر بلانی پڑے گی۔ کماندار نے لڑکی کو بتایا کہ چھ سات دنوں تک سوڈانی لشکر یہاں کی فوج پر حملہ کر دے گا۔

فخر یہ ساری گفتگو سنتا رہا۔ آدھی رات کے بعد اُسے الگ کمرے میں

بھیج دیا گیا جہاں اُس کے سونے کا انتظام تھا۔ لڑکی اور کمانڈر دوسرے کمرے میں رہے۔ درمیان میں دروازہ تھا جو بند کر دیا گیا۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اُس نے دروازے کے ساتھ کان لگائے تو اُسے ہنسی کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر لڑکی کے یہ الفاظ سنائی دیئے — "اسے حشیش کے زور پر یہاں تک لائی ہوں اور اس کی محبوبہ بنی رہی ہوں۔ مجھے ایک محافظ کی ضرورت تھی۔ حشیش کا تھیلا راستے میں گر پڑا ہے۔ اگر صبح اسے ایک خوراک نہ ملی تو یہ پریشان کرے گا" — اس کے بعد فخر نے دوسرے کمرے سے جو آوازیں سنیں وہ اسے صاف بتا رہی تھیں کہ شراب پی جا رہی ہے اور بدکاری ہو رہی ہے۔ بہت دیر بعد اُسے کمانڈر کی آواز سنائی دی — "یہ آدمی اب ہمارے لیے بیکار ہے۔ اسے قید میں ڈال دیتے ہیں یا ختم کرا دیتے ہیں" — لڑکی نے اس کی تائید کی۔

فخر المصری پوری طرح بیدار ہو گیا اور وہاں سے نکل بھاگنے کی سوچنے لگا رات کا پچھلا پہر تھا۔ وہ اس کمرے سے نکلا۔ اس کا دماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ کبھی تو دماغ صاف ہو جاتا مگر زیادہ دیر ماؤف رہتا۔ صبح کی روشنی پھیلنے تک وہ خطرے سے دُور نکل گیا تھا۔ اسے اب دوہرے تعاقب کا خطرہ تھا۔ دونوں طرف اسے موت نظر آ رہی تھی۔ اپنی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا تو بھی مجرم تھا اور اگر سوڈانی پکڑ لیتے تو فوراً قتل کر دیتے۔ وہ دن بھر فرعونوں کے کھنڈروں میں چھپا رہا۔ حشیش کی طلب، خوف اور غصہ اُس کے جسم اور دماغ کو بیکار کر رہا تھا۔ رات تک وہ چلنے سے بھی معذور ہُوا جا رہا تھا۔ پھر اُسے یہ بھی احساس نہ رہا کہ دن ہے یا رات اور وہ کہاں ہے۔ اس کے دماغ میں یہ ارادہ بھی آیا کہ اس عیسائی لڑکی کو جا کر قتل کر دے۔ یہ سوچ بھی آئی کہ اونٹ یا گھوڑا مل جائے اور وہ محاذ پر سلطان ایوبی کے قدموں میں جا گرے مگر جو بھی سوچ آتی تھی اس پر اندھیرا چھا جاتا تھا جو اُس کی آنکھوں کے سامنے آ کر ہر چیز تاریک کر دیتا تھا۔ اسی حالت میں اسے یہ آدمی ملا۔ وہ چونکہ جاسوس تھا اس لیے تربیت کے مطابق اُس نے فخر المصری کے ساتھ دوستی اور ہمدردی کی باتیں کیں اور اسے علی بن سفیان کے پاس لے آیا۔

تصدیق ہو گئی کہ سوڈانی لشکر حملہ اور بغاوت کرے گا اور یہ کسی بھی لمحے ہو سکتا ہے۔ علی بن سفیان سوچ رہا تھا کہ مقامی کمانڈروں کو فوراً چوکنا کرے اور سلطان ایوبی کو اطلاع دے مگر وقت ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔ اتنے میں اسے پیغام ملا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی بلا رہے ہیں۔ وہ حیران ہو کر چل پڑا کہ سلطان کو تو وہ محاذ پر چھوڑ آیا تھا۔

وہ سلطان ایوبی سے ملا تو سلطان نے بتایا ــــ "مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ ساحل پر صلیبی جاسوسوں کا ایک گروہ موجود ہے اور اُن میں سے کچھ اِدھر بھی آ گئے ہوں گے۔ محاذ پر میرا کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔ میں کمان اپنے رفیقوں کو دے کر یہاں آ گیا۔ دل اس قدر بے چین تھا کہ میں یہاں بہت بڑا خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ یہاں کی کیا خبر ہے؟"

علی بن سفیان نے اُسے ساری خبر سنا دی اور کہا ــــ "اگر آپ چاہیں تو میں زبان کا ہتھیار استعمال کر کے بغاوت کو روکنے کی کوشش کروں یا سلطان زنگی کی مدد آنے تک ملتوی کرا دوں۔ میں جاسوسوں کو ہی استعمال کر سکتا ہوں۔ ہماری فوج بہت کم ہے۔ حملے کو نہیں روک سکے گی۔"

سلطان ایوبی ٹہلنے لگا۔ اُس کا سر جُھکا ہُوا تھا۔ وہ گہری سوچ میں کھو گیا تھا اور علی بن سفیان اسے دیکھ رہا تھا۔ سلطان نے رُک کر کہا ــــ "ہاں علی! تم اپنی زبان اور اپنے جاسوس استعمال کرو لیکن حملے کو روکنے کے لیے نہیں بلکہ حملے کے حق میں۔ سوڈانیوں کو حملہ کرنا چاہیے مگر رات کے وقت جب ہماری فوج خیموں میں سوئی ہوئی ہو گی" ــــ علی بن سفیان نے حیرت سے سلطان کو دیکھا۔ سلطان نے کہا ــ "یہاں کے تمام کمانداروں کو بلوا لو اور تم بھی آ جاؤ" ــ سلطان ایوبی نے علی بن سفیان کو یہ ہدایت بڑی سختی سے دی ــ "سب کو یہ بتا دینا کہ میرے متعلق اُن کے سوا کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ میں محاذ سے یہاں آ گیا ہوں سوڈانیوں سے میری یہاں موجودگی کو پوشیدہ رکھنا بے حد ضروری ہے، میں بڑی احتیاط سے خفیہ طریقے سے آیا ہوں۔"

☆

تین راتیں بعد ——

قاہرہ تاریک رات کی آغوش میں گہری نیند سویا ہُوا تھا۔ ایک روز پہلے قاہرہ کے لوگوں نے دیکھا تھا کہ اُن کی فوج جو مصر سے تیار کی گئی تھی شہر سے باہر جا رہی ہے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ فوج جنگی مشق کے لیے شہر سے باہر گئی ہے۔ نیل کے کنارے جہاں ریتلی چٹانیں اور ٹیلے ہیں وہاں، دریا اور ٹیلوں کے درمیان فوج نے جا کر خیمے گاڑ دیئے تھے۔ فوج پیادہ بھی تھی، سوار بھی .... رات کا پہلا نصف گزر رہا تھا کہ قاہرہ کے سوتے ہوئے باشندوں کو دُور قیامت کا شور سنائی دیا۔ گھوڑوں کے سرپٹ بھاگنے کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ سوئے ہوئے لوگ جاگ اُٹھے، وہ سمجھے کہ فوج جنگی مشق کر رہی ہے مگر شور قریب آتا اور بلند ہوتا گیا۔ لوگوں نے چھتوں پر چڑھ کر دیکھا۔ آسمان لال سرخ ہو رہا تھا۔ بعض نے دیکھا کہ دور دریائے نیل سے آگ کے شعلے اُٹھتے اور تاریک رات کا سینہ چاک کرتے خشکی پر کہیں گرتے تھے۔ پھر شہر میں سینکڑوں سرپٹ دوڑتے گھوڑوں کے ٹاپ سنائی دیئے۔ شہر والوں کو ابھی معلوم نہیں تھا کہ یہ جنگی مشق نہیں، باقاعدہ جنگ ہے اور جو آگ لگی ہوئی ہے اس میں سوڈانی لشکر کا خاصا بڑا حصہ زندہ جل رہا ہے۔

یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی ایک بے مثال چال تھی۔ اس نے دارالحکومت میں مقیم قلیل فوج کو دریائے نیل اور ریتلے ٹیلوں کے درمیان وسیع میدان میں خیمہ زن کر دیا تھا۔ علی بن سفیان نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے سوڈانی لشکر میں اپنے آدمی بھیج کر بغاوت کی آگ بھڑکا دی تھی اور اس کے کمانداروں سے یہ فیصلہ کروا لیا تھا کہ رات کو جب سلطان کی فوج گہری نیند سوئی ہوئی ہوگی، اس پر سوڈانی فوج حملہ کر دے گی اور صبح تک ایک ایک سپاہی کا صفایا کر کے دارالحکومت پر بے خوف و خطر قابض ہو جائے گی اور سوڈانی فوج کا دوسرا حصہ بحیرۂ روم کے ساحل پر مقیم فوج پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا جائے گا —— اس

فیصلے اور منصوبے کے مطابق سوڈانی فوج کا ایک حصّہ نہایت خفیہ طریقے سے رات کو بحیرۂ روم کے محاذ کی طرف روانہ کردیا گیا اور دوسرا حصہ دریائے نیل کے کنارے خیمہ زن فوج پر ٹوٹ پڑا۔

اس فوج نے سیلاب کی طرح ایک میل وسعت میں پھیلی ہوئی خیمہ گاہ پر ہلّہ بول دیا اور بہت ہی تیزی سے اس علاقے میں پھیل گئی۔ اچانک خیموں پر آگ کے تیر اور تیل میں بھیگے ہوئے کپڑوں کے جلتے گولے برسنے لگے۔ نیل بھی آگ برسانے لگا۔ خیموں کو آگ لگ گئی اور شعلے آسمان تک پہنچنے لگے۔ سوڈانی فوج کو خیموں میں سلطان ایوبی کی فوج کا نہ کوئی سپاہی ملا نہ گھوڑا نہ کوئی سوار۔ اس فوج کو وہاں تمام خالی خیمے ملے۔ کوئی مقابلے کے لئے نہ اٹھا اور اچانک آگ ہی آگ پھیل گئی۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ سلطان ایوبی نے رات کے پہلے پہر خیموں سے اپنی فوج کو نکال کر ریتلے ٹیلوں کے پیچھے چھپا دیا تھا اور خیموں میں خشک گھاس کے ڈھیر لگوا دیئے تھے۔ خیموں پر اور اندر بھی تیل چھڑک دیا تھا۔ اس نے کشتیوں میں چھوٹی منجنیقیں رکھوا کر شام کے بعد ضرورت کی جگہ بھجوا دی تھیں۔

جونہی سوڈانی فوج خیمہ گاہ میں آئی سلطان کی چھپی ہوئی فوج نے آگ والے تیر اور نیل سے کشتیوں میں رکھی ہوئی منجنیقوں نے آگ کے گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔ خیموں کو آگ لگی تو گھاس اور تیل نے وہاں دوزخ کا منظر بنا دیا۔ سوڈانیوں کے گھوڑے اپنے پیادہ سپاہیوں کو روندنے لگے۔ سپاہیوں کے لیے آگ سے نکلنا ناممکن ہوگیا۔ چیخوں نے آسمان کا جگر چاک کردیا۔ اس قدر آگ نے رات کو دن بنا دیا۔ سلطان ایوبی کی مٹھی بھر فوج نے آگ میں جلتی سوڈانیوں کی فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ جو آگ سے بچ کر نکلتا تھا وہ تیروں کا نشانہ بن جاتا تھا۔ جو فوج بچ گئی وہ بھاگ نکلی۔

اُدھر سوڈانیوں کی جو فوج محاذ کی طرف سلطان کی فوج پر حملہ کرنے جا رہی تھی اُس کا بھی صلاح الدین ایوبی نے انتظام کر رکھا تھا۔ چند یک دستے گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اِن دستوں نے اُس فوج کے پچھلے

حصے پر حملہ کرکے ساری فوج میں بھگدڑ مچا دی۔ یہ دستے ایک حملے میں جو نقصان کر سکتے تھے کرکے اندھیرے میں غائب ہوگئے۔ سوڈانی فوج سنبھل کر چلی تو پچھلے حصے پر ایک اور حملہ ہوا۔ یہ برق رفتار سوار تھے جو حملہ کرکے غائب ہوگئے۔ صبح تک اس فوج کے پچھلے حصے پر تین حملے ہوئے۔ سوڈانی سپاہی اسی سے بد دل ہوگئے۔ انہیں مقابلہ کرنے کا تو موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ دن کے وقت کمانداروں نے بڑی مشکل سے فوج کا حوصلہ بحال کیا مگر رات کو کوچ کے دوران اُن کا پھر وہی حشر ہوا۔ دوسری رات تاریکی میں اُن پر تیر بھی برسے۔ انہیں اندھیرے میں گھوڑے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں جو اُن کی فوج کے عقب میں گشت و خون کرتی دور چلی جاتی تھیں۔

تین چار یورپی مورخوں نے جن میں لین پول اور ولیم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں لکھا ہے کہ دشمن کی کثیر نفری پر رات کے وقت چند ایک سواروں سے عقبی حصے پر شبخون مارنا اور غائب ہو جانا سلطان ایوبی کی ایسی جنگی چال تھی جس نے آگے چل کر صلیبیوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ اس طرح سلطان ایوبی دشمن کی پیش قدمی کی رفتار کو بہت سست کر دیتا تھا اور دشمن کو مجبور کر دیتا تھا کہ وہ اُس کی پسند کے میدان میں لڑے جہاں سلطان ایوبی نے جنگ کا پانسہ پلٹنے کا انتظام کر رکھا ہوتا تھا۔ ان مورخین نے سلطان ایوبی کے ان جانباز سواروں کی جرأت اور برق رفتاری کی بہت تعریف کی ہے۔ آج کے جنگی مبصر جن کی نظر جنگوں کی تاریخ پر ہے رائے دیتے ہیں کہ آج کے کمانڈو اور گوریلا آپریشن کا موجد صلاح الدین ایوبی ہے۔ وہ اس طریقۂ جنگ سے دشمن کے منصوبے درہم برہم کر دیا کرتا تھا۔

سوڈانیوں پر اس نے یہی طریقہ آزمایا اور صرف دو راتوں کے بار بار کے شبخون سے اس نے سوڈانی سپاہیوں کا لڑنے کا جذبہ ختم کر دیا۔ ان کی قیادت میں کوئی دماغ نہ تھا۔ یہ قیادت فوج کو سنبھال نہ سکی۔ اس فوج میں علی بن سفیان کے بھی آدمی سوڈانی سپاہیوں کے بھیس میں موجود تھے۔ انہوں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ عرب سے ایک لشکر آرہا ہے جو

انہیں کاٹ کر رکھ دے گا۔ انہوں نے بد دلی اور فرار کا رجحان پیدا کرتے ہیں پوری کامیابی حاصل کی۔ فوج غیر منظم ہو کر بکھر گئی۔ نیل کے کنارے اس فوج کا جو حشر ہوا وہ عبرت ناک تھا .... یہ افواہ غلط ثابت نہ ہوئی کہ عرب سے فوج آرہی ہے۔ نورالدین زنگی کی فوج آگئی جس کی نفری بہت زیادہ نہیں تھی۔ بعض مورخین نے دو ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ لکھی ہے۔ بعض کے اعداد و شمار اس سے کچھ زیادہ ہیں۔ تاہم یہ صلاح الدین ایوبی کو سہارا مل گیا اور اُس نے فوراً اس کمک کی قیادت سنبھال لی۔ اس کیفیت میں جب کہ سوڈانیوں کا پچاس ہزار لشکر سلطان ایوبی کے آگ کے پھندے میں اور اُدھر صحرا میں شبخونوں کی وجہ سے بدنظمی کا شکار ہوگیا تھا یہ تھوڑی سی کمک بھی کافی تھی۔

سلطان ایوبی اس کمک سے اور اپنی فوج سے سوڈانیوں کا قتلِ عام کر سکتا تھا لیکن اُس نے ڈپلومیسی سے کام لیا۔ سوڈانی کمان کے کمانداروں کو پکڑا اور انہیں ذہن نشین کرایا کہ اُن کے لیے تباہی کے سوا کچھ نہیں رہا، لیکن وہ انہیں تباہ نہیں کرے گا۔ کمانداروں نے اپنا حشر دیکھ لیا تھا۔ وہ اب سلطان کے عتاب اور سزا سے خائف تھے لیکن سلطان نے انہیں بخش دیا اور سزا دینے کی بجائے سوڈانیوں کی بچی کھچی فوج کو سپاہیوں سے کاشتکاروں میں بدل دیا۔ انہیں زمینیں دیں اور کھیتی باڑی میں انہیں سرکاری طور پر مدد دی اور پھر انہیں یہ اجازت بھی دے دی کہ ان میں سے جو لوگ فوج میں بھرتی ہونا چاہتے ہیں ہو سکتے ہیں۔

سوڈانیوں کو یوں دانشمندی سے ٹھکانے لگا کر صلاح الدین ایوبی نے نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی فوج اور اپنی فوج کو یکجا کر کے اس میں وفادار سوڈانیوں کو بھی شامل کر کے ایک فوج منظم کی اور صلیبیوں پر حملے کے منصوبے بنانے لگا۔ اُس نے علی بن سفیان سے کہا کہ وہ اپنے جاسوسوں اور شبخون مارنے والے جانبازوں کے دستے فوراً تیار کرے۔ اُدھر صلیبیوں نے بھی جاسوسی اور تخریب کاری کا انتظام مستحکم کرنا شروع کر دیا۔

# ساتویں لڑکی

# جب صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنے آئی

صلاح الدین ایوبی کے دور کے وقائع نگاروں کی تحریروں میں ایک شخص سیف اللہ کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے کہ اگر کسی انسان نے سلطان ایوبی کی عبادت کی ہے تو وہ سیف اللہ تھا۔ سلطان ایوبی کے گہرے دوست اور دستِ راست بہاؤالدین شداد کی اس ڈائری میں جو آج بھی عربی زبان میں محفوظ ہے، سیف اللہ کا ذکر ذرا تفصیل سے ملتا ہے۔ یہ شخص جس کا نام کسی باقاعدہ تاریخ میں نہیں ملتا، صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد سترہ سال زندہ رہا۔ وقائع نگار لکھتے ہیں کہ اس نے عمر کے یہ آخری سترہ سال سلطان ایوبی کی قبر کی مجاوری میں گزارے تھے۔ اس نے وصیت کی تھی کہ وہ مر جائے تو اسے سلطان کے ساتھ دفن کیا جائے مگر سیف اللہ کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ وہ ایک گمنام انسان تھا جسے عام قبرستان میں دفن کیا گیا اور وہ وقت جلدی ہی آگیا کہ اس قبرستان پر انسانوں نے بستی آباد کر لی اور قبرستان کا نام و نشان مٹا ڈالا۔

تاریخی لحاظ سے سیف اللہ کی اہمیت یہ تھی کہ وہ سمندر پار سے صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنے آیا تھا۔ اس وقت اس کا نام میگنا ناماریوس تھا۔ اس نے اسلام کا صرف نام سنا تھا۔ اسے کچھ علم نہیں تھا کہ اسلام کیسا مذہب ہے۔ صلیبیوں کے پروپیگنڈے کے مطابق اسے یقین تھا کہ اسلام ایک قابلِ نفرت مذہب اور مسلمان ایک قابلِ نفرت فرقہ ہے جو عورتوں کا شیدائی اور انسانی گوشت کھانے کا عادی ہے۔ لہٰذا میگنا ناماریوس جب کبھی مسلمان کا لفظ سنتا تھا تو وہ نفرت سے تھوک دیا کرتا تھا۔ وہ بے مثال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب صلاح الدین

ایوبی تک پہنچا تو میگنانا ماریوس قتل ہوگیا اور اس کے مُردہ وجود سے سیف اللہ نے جنم لیا۔

تاریخ میں ایسے حکمرانوں کی کمی نہیں جنہیں قتل کیا گیا یا جن پر قاتلانہ حملے ہوئے لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی تاریخ کی اُن معدودے چند شخصیتوں میں سے ہے جسے قتل کرنے کی کوششیں دشمنوں نے بھی کیں اور اپنوں نے بھی، بلکہ اپنوں نے اسے قتل کرنے کی غیروں سے زیادہ سازشیں کیں۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ سلطان ایوبی کی داستانِ ایمان افروز کے ساتھ ساتھ ایمان فروشوں کی کہانی بھی چلتی ہے۔ اسی لیے صلاح الدین ایوبی نے بارہا کہا تھا۔ "تاریخِ اسلام وہ وقت جلدی دیکھے گی، جب مسلمان رہیں گے تو مسلمان ہی لیکن اپنا ایمان بیچ ڈالیں گے اور صلیبی ان پر حکومت کریں گے۔"

آج ہم وہ وقت دیکھ رہے ہیں۔

سیف اللہ کی کہانی اُس وقت سے شروع ہوتی ہے جب سلطان ایوبی نے صلیبیوں کا متحدہ بیڑہ بحیرۂ روم میں نذرِ آب و آتش کیا تھا۔ ان کے کچھ بحری جہاز بچ کر نکل گئے تھے۔ سلطان ایوبی بحیرۂ روم کے ساحل پر اپنی فوج کے ساتھ موجود رہا اور سمندر میں سے زندہ نکلنے والے صلیبیوں کو گرفتار کرتا رہا۔ ان میں سات لڑکیاں بھی تھیں جن کا تفصیلی ذکر آپ پڑھ چکے ہیں۔ مصر میں سلطان کی سوڈانی سپاہ نے بغاوت کردی جسے سلطان نے دبا لیا۔ اُسے سلطان زنگی کی بھیجی ہوئی کمک بھی مل گئی۔ وہ اب صلیبیوں کے عزائم کو ختم کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔

بحیرۂ روم کے پار روم شہر کے مضافات میں صلیبی سربراہوں کی کانفرنس ہو رہی تھی۔ ان میں شاہ آگسٹس تھا، شاہ ریمانڈ اور شہنشاہ لوئی ہفتم کا بھائی رابرٹ بھی۔ اس کانفرنس میں سب سے زیادہ قہر و غضب میں آیا ہُوا ایک شخص تھا جس کا نام ایملرک تھا۔ وہ صلیبیوں کے اس متحدہ بیڑے کا کمانڈر تھا جو مصر پر فوج کشی کے لیے گیا تھا مگر صلاح الدین ایوبی ان پر ناگہانی آفت کی طرح ٹوٹ پڑا اور اس بیڑے کے ایک بھی سپاہی کو مصر کے ساحل پر قدم نہ رکھنے دیا۔ مصر کے ساحل پر جو صلیبی پہنچے وہ سلطان ایوبی کے ہاتھ میں جنگی قیدی تھے۔ صلیبیوں کی کانفرنس میں ایملرک کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اس کا بیڑہ غرق ہوئے

پندرہ دن گزر گئے تھے۔ وہ پندرھویں دن اٹلی کے ساحل پر پہنچا تھا۔ سلطان ایوبی کے آگنشیں تیر اندازوں نے اس کے جہاز کے باربان اور مستول جلا ڈالے تھے۔ یہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے ملاحوں اور سپاہیوں نے آگ پر قابو پا لیا تھا اور وہ جہاز کو بچا لے گئے تھے مگر بادبانوں کے بغیر جہاز سمندر پر ڈولتا رہا۔ پھر طوفان آگیا۔ اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ بہت سے بچے کھچے جہاز اور کشتیاں اس طوفان میں غرق ہو گئی تھیں۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ ایلرک کا جہاز ڈولتا، بھٹکتا، ڈوب ڈوب کر ابھرتا اٹلی کے ساحل سے جا لگا تھا۔ اس میں اس کے ملاحوں کا بھی کمال شامل تھا۔ انہوں نے چپوؤں کے زور پر جہاز کو قابو میں رکھا تھا۔

ساحل پر پہنچتے ہی اس نے ان تمام ملاحوں اور سپاہیوں کو بے دریغ انعام دیا۔ صلیبی سربراہ وہیں اس کے منتظر تھے۔ وہ اس پر غور کرنا چاہتے تھے کہ انہیں دھوکہ کس نے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ شک سوڈانی سالار ناجی پر ہی ہو سکتا تھا۔ اسی کے خط کے ملاپ انہوں نے مصلے کے لیے بیڑہ روانہ کیا تھا مگر اُن کے ساتھ ناجی کا تحریری رابطہ پہلے بھی موجود تھا۔ انہوں نے ناجی کے اس خط کی تحریر پہلے کے خطوں سے ملائی تو انہیں شک ہوا کہ یہ کوئی گڑبڑ ہے۔ انہوں نے قاہرہ میں جاسوس بھیج رکھے تھے مگر ان کی طرف سے بھی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ انہیں یہ بتانے والا کوئی نہ تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ناجی اور اس کے سازشی سالاروں کو خفیہ طریقے سے مروا دیا اور رات کی تاریکی میں گمنام قبروں میں دفن کر دیا تھا اور صلیبی سربراہوں اور ان کے جاسوسوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ جس خط پر انہوں نے بیڑہ روانہ کیا تھا، وہ خط ناجی کا ہی تھا، مگر مصلے کی تاریخ سلطان ایوبی نے تبدیل کر کے لکھی تھی۔ جاسوسوں کو ایسی باتیں کہیں سے بھی نہیں مل سکتی تھیں۔

یہ کانفرنس کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔ ایلرک کے منہ سے بات تک نہیں نکلتی تھی۔ وہ شکست خوردہ تھا۔ غصے میں بھی تھا اور تھکا ہوا بھی تھا۔ کانفرنس اگلے روز کے لیے ملتوی کر دی گئی ..... رات کے وقت یہ تمام سربراہ شکست کا غم شراب میں ڈبو رہے تھے۔ ایک آدمی اس محفل

میں آیا۔ اسے صرف ریمانڈ جانتا تھا۔ وہ ریمانڈ کا قابلِ اعتماد جاسوس تھا۔ وہ حملے کی شام مصر کے ساحل پر اُترا تھا۔ اس سے تھوڑی ہی دیر بعد صلیبیوں کا بیڑہ آیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے یہ بیڑہ سلطان ایوبی کی قلیل فوج کے ہاتھوں تباہ ہوا تھا۔

یہ جاسوس مصر کے ساحل پر رہا اور اس نے بہت سی معلومات مہیا کر لی تھیں۔ ریمانڈ نے اس کا تعارف کرایا تو سب اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس جاسوس کو معلوم تھا کہ صلیبی سربراہوں نے سلطان ایوبی کو قتل کرانے کے لیے رابن نام کا ایک ماہر جاسوس سمندر پار بھیجا تھا اور اس کی مدد کے لیے پانچ آدمی اور سات جوان اور خوبصورت لڑکیاں بھیجی گئی تھیں۔

اس جاسوس نے بتایا کہ رابن زخمیوں کے ساتھ زخمی ہونے کا بہانہ کر کے صلاح الدین ایوبی کے کیمپ میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے پانچ آدمی تاجروں کے بھیس میں تھے۔ ان میں کرسٹوفر نام کے ایک آدمی نے ایوبی پر تیر چلایا مگر تیر خطا گیا۔ پانچوں آدمی پکڑے گئے اور ساتوں لڑکیاں بھی پکڑی گئیں۔ انہوں نے کہانی تو اچھی گھڑ لی تھی۔ سلطان ایوبی نے لڑکیوں کو پناہ میں لے لیا اور پانچوں آدمیوں کو چھوڑ دیا تھا مگر ایوبی کا ایک ماہر سراغرساں جس کا نام علی بن سفیان ہے۔ اچانک آ گیا۔ اس نے سب کو گرفتار کر لیا اور پانچ میں سے ایک آدمی کو سب کے سامنے قتل کرا کے دوسروں سے اقبالِ جرم کروا لیا۔ جاسوس نے کہا ــــ "میں نے اپنے متعلق بتایا تھا کہ میں ڈاکٹر ہوں اس لیے سلطان نے مجھے زخمیوں کی مرہم پٹی کی ڈیوٹی دے دی۔ وہیں مجھے یہ اطلاع ملی کہ سوڈانیوں نے بغاوت کی تھی جو دبا لی گئی ہے اور سوڈانی افسروں اور لیڈروں کو ایوبی نے گرفتار کر لیا ہے۔ رابن، چار آدمی اور چھ لڑکیاں ایوبی کی قید میں ہیں لیکن ابھی تک ساحل پر ہیں۔ ساتویں لڑکی جو سب سے زیادہ ہوشیار ہے لاپتہ ہے۔ اس کا نام موبینا ازتلاس ہے، موبی کہلاتی ہے۔ ایوبی بھی کیمپ میں نہیں ہے اور اس کا سراغرساں علی بن سفیان بھی وہاں نہیں ہے۔ میں بڑی مشکل سے نکل کر آیا ہوں۔ بڑی زیادہ اُجرت پر تیز رفتار کشتی مل گئی تھی۔ میں یہ خبر دینے آیا ہوں کہ رابن، اس کے آدمی اور لڑکیاں موت کے خطرے میں ہیں۔ مردوں کا ہمیں

فکر نہیں کرنا چاہیے، لڑکیوں کو بچانا لازمی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ سب جوان ہیں اور چنی ہوئی خوبصورت ہیں۔ مسلمان ان کا جو حال کر رہے ہوں گے اس کا تصور آپ کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں یہ قربانی دینی پڑے گی"۔۔۔ شاہ آگسٹس نے کہا۔

"اگر مجھے یقین دلا دیا جائے کہ لڑکیوں کو جان سے مار دیا جائے گا تو میں یہ قربانی دینے کے لیے تیار ہوں"۔۔۔ ریمانڈ نے کہا۔ "مگر ایسا نہیں ہوگا مسلمان ان کے ساتھ وحشیوں کا سلوک کر رہے ہوں گے۔ لڑکیاں ہم پر لعنت بھیج رہی ہوں گی۔ میں انہیں بچانے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے"۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔۔۔ "کہ مسلمان ان لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کر کے ہمارے خلاف جاسوسی کے لیے استعمال کرنے لگیں۔ بہرحال ہمارا یہ فرض ہے کہ انہیں قید سے آزاد کرائیں۔ میں اس کے لیے اپنا آدھا خزانہ خرچ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ لڑکیاں صرف اس لیے قیمتی نہیں کہ یہ لڑکیاں ہیں"۔۔۔ جاسوس نے کہا۔ "وہ دراصل تربیت یافتہ ہیں۔ اتنے خطرناک کام کے لیے ایسی لڑکیاں ملتی ہی کہاں ہیں۔ آپ کسی جوان لڑکی کو ایسے کام کے لیے تیار نہیں کر سکتے کہ وہ دشمن کے پاس جا کر اپنا آپ دشمن کے حوالے کر دے۔ دشمن کی عیاشی کا ذریعہ بنے اور جاسوسی اور تخریب کاری کرے۔ اس کام میں عزت تو سب سے پہلے دینی پڑتی ہے اور یہ خطرہ تو ہر وقت لگا رہتا ہے کہ جوں ہی دشمن کو پتہ چلے گا کہ یہ لڑکی جاسوس ہے تو اسے اذیتیں دی جائیں گی پھر اسے جان سے مار دیا جائے گا۔۔۔۔ ان لڑکیوں کو ہم نے زرِ کثیر صرف کر کے حاصل کیا پھر ٹریننگ دی تھی اور انہیں بڑی محنت سے مصر اور عرب کی زبان سکھائی تھی۔ ایک ہی بار سات تجربہ کار لڑکیوں کو ضائع کرنا عقل مندی نہیں۔"

"کیا تم اعتماد سے کہہ سکتے ہو کہ لڑکیوں کو ایوبی کے کیمپ سے نکالا جا سکتا ہے؟"۔۔۔ آگسٹس نے پوچھا۔

"جی ہاں!"۔۔۔ جاسوس نے کہا۔۔۔ "نکالا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے غیر معمولی طور پر دلیر اور پختہ کار آدمیوں کی ضرورت ہے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دو دنوں تک رابن، اس کے چاروں آدمیوں اور لڑکیوں کو قاہرہ لے جائیں۔

وہاں سے نکالنا بہت ہی مشکل ہوگا۔ اگر ہم وقت ضائع نہ کریں تو ہم انہیں کیمپ میں ہی جالیں گے۔ آپ مجھے بیس آدمی دے دیں۔ میں ان کی راہنمائی کروں گا لیکن آدمی ایسے ہوں جو جان پر کھیلنا جانتے ہوں۔"

"ہمیں ہر قیمت پر ان لڑکیوں کو واپس لانا ہے"۔۔۔ ایملرک نے گرج کر کہا۔ اس پر بحیرۂ روم میں جو بیتی تھی اس کا وہ انتقام لینے کو پاگل ہوا جا رہا تھا۔ وہ صلیبیوں کے متحدہ بیڑے اور اس بیڑے میں سوار لشکر کا سپریم کمانڈر بن کر اس امید پر گیا تھا کہ مصر کی فتح کا سہرا اس کے سر بندھے گا مگر صلاح الدین ایوبی نے اسے مصر کے ساحل کے قریب بھی نہ جانے دیا۔ وہ جلتے ہوئے جہاز میں زندہ جل جانے سے بچا تو طوفان نے گھیر لیا۔ اب بات کرتے اس کے ہونٹ کانپتے تھے اور وہ زیادہ تر باتیں میز پر مکے مار کر یا اپنی ران پر زور زور سے ہاتھ مار کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا تھا۔ اس نے کہا۔۔۔ "میں لڑکیوں کو بھی لاؤں گا اور صلاح الدین کو قتل بھی کرواؤں گا۔ میں انہی لڑکیوں کو مسلمانوں کی سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے استعمال کروں گا۔"

"میں سچے دل سے آپ کی تائید کرتا ہوں شاہ ایملرک!"۔۔۔ ریمانڈ نے کہا۔۔۔ "ہمیں تربیت یافتہ لڑکیوں کو اتنی آسانی سے ضائع نہیں کرنا چاہیئے نہ ہم کریں گے۔ آپ سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ شام کے حرموں میں ہم کتنی لڑکیاں داخل کر چکے ہیں۔ کئی مسلمان گورنر اور امیر ان لڑکیوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ بغداد میں یہ لڑکیاں امراء کے ہاتھوں ایسے متعدد افراد کو قتل کرا چکی ہیں جو صلیب کے خلاف نعرہ لے کر اٹھے تھے۔ مسلمانوں کی خلافت کو ہم نے عورت اور شراب سے تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں اتحاد نہیں رہا۔ وہ عیش و عشرت میں غرق ہوتے جا رہے ہیں۔ صرف دو آدمی ہیں جو اگر زندہ رہے تو ہمارے لیے مستقل خطرہ بنے رہیں گے۔ ایک نور الدین زنگی اور دوسرا صلاح الدین ایوبی۔ اگر ان دونوں میں سے ایک بھی زیادہ دیر تک زندہ رہا تو ہمارے لیے اسلام کو ختم کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اگر صلاح الدین نے سوڈانیوں کی بغاوت دبا لی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص اس حد سے زیادہ خطرناک ہے جس حد تک ہم اسے سمجھتے رہے ہیں۔ ہمیں میدان جنگ سے ہٹ کر تخریب کاری کا محاذ بھی کھولنا پڑے گا۔ مسلمانوں میں تفرقہ اور بے اطمینانی پھیلانے کے

لیے ہمیں ان لڑکیوں کی ضرورت ہے۔"

"ہمیں اپنے کامیاب تجربوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے"۔۔۔ لوئی ہفتم کے بھائی رابرٹ نے کہا۔ "عرب میں ہم مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ مسلمان عورت، شراب اور دولت سے اندھا ہو جاتا ہے۔ مسلمان کو مارنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے مسلمان کے ہاتھوں مرواؤ۔ مسلمان کو ذہنی عیاشی کا سامان مہیا کردو تو وہ اپنے دین اور ایمان سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ تم مسلمان کا ایمان آسانی سے خرید سکتے ہو"۔۔۔ اس نے عرب کے کئی امرا اور وزرا کی مثالیں دیں جنہیں صلیبیوں نے عورت، شراب اور دولت سے خرید لیا تھا اور انہیں اپنا درپردہ دوست بنا لیا تھا۔

کچھ دیر مسلمانوں کی کمزوریوں کے متعلق باتیں ہوئیں پھر لڑکیوں کو آزاد کرانے کے عملی پہلوؤں پر غور ہوا۔ آخر یہ طے پایا کہ بیس نہایت دلیر آدمی اس کام کے لیے روانہ کیے جائیں اور وہ اگلی شام تک روانہ ہو جائیں۔ اسی وقت چار پانچ کمانڈروں کو بلایا گیا۔ انہیں اصل مقصد اور مہم بتا کر کہا گیا کہ بیس آدمی منتخب کریں۔ کمانڈروں نے تھوڑی دیر اس مہم کے خطروں کے متعلق بحث مباحثہ کیا۔ ایک کمانڈر نے کہا۔۔۔ "ہم پہلے ہی ایک ایسی فورس تیار کر رہے ہیں جو مسلمانوں کے کیمپوں پر شب خون مارا کرے گی اور ان کی متحرک فوج پر بھی رات کو حملے کر کے پریشان کرتی رہے گی۔ اس فورس کے لیے ہم نے چند ایک آدمی منتخب کیے ہیں"۔

"لیکن یہ آدمی سو فیصد قابل اعتماد ہونے چاہئیں"۔۔۔ آگسٹس نے کہا۔ "وہ ہماری تمہاری نظروں سے اوجھل ہو کر یہ کام کریں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کریں اور واپس آ کر کہیں کہ وہ بہت کچھ کر کے آئے ہیں"۔

"آپ یہ سن کر حیران ہوں گے"۔۔۔ ایک کمانڈر نے کہا۔۔۔ "کہ ہماری فوج میں ایسے سپاہی بھی ہیں جنہیں ہم نے جیل خانوں سے حاصل کیا ہے، یہ ڈاکو، چور اور رہزن تھے۔ انہیں بڑی بڑی لمبی سزائیں دی گئی تھیں۔ انہیں جیل خانوں میں مرنا ہی تھا۔ ہم نے ان سے بات کی تو وہ جوش و خروش سے فوج میں آ گئے۔ آپ کو شاید یہ معلوم کر کے بھی حیرت ہو کہ ناکام حملے میں ان سزا یافتہ مجرموں نے بڑی بہادری سے کئی جہاز بچائے ہیں۔۔۔

میں لڑکیوں کو مسلمانوں سے آزاد کرانے کی مہم میں ایسے تین آدمی بھیجوں گا۔"

مورخوں نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں عیش و عشرت کا رجحان بڑھ گیا اور اتحاد ختم ہو رہا تھا۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کو اخلاقی تباہی تک پہنچاتے میں ذہنی عیاشی کا ہر سامان مہیا کیا۔۔۔۔ اب انہیں یہ توقع تھی کہ مسلمانوں کو ایک ہی حملے میں ختم کر دیں گے۔ چنانچہ ان کے خلاف عیسائی دنیا میں نفرت کی طوفانی مہم چلائی گئی اور ہر کسی کو اسلام کے خلاف جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی۔ اس کے جواب میں معاشرے کے ہر شعبے کے لوگ صلیبی لشکر میں شامل ہونے لگے۔ ان میں پادری بھی شامل ہوئے اور عادی مجرم بھی گناہوں سے توبہ کر کے مسلمانوں کے خلاف مسلح ہو گئے۔ بعض ملکوں کے جیل خانوں میں جو مجرم لمبی قید کی سزائیں بھگت رہے تھے، وہ بھی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ان مجرموں کے متعلق عیسائیوں کا تجربہ غالباً اچھا تھا جس کے پیشِ نظر ایک کمانڈر نے لڑکیوں کو آزاد کرانے اور صلاح الدین کو قتل کرنے کے لیے قیدی مجرموں کا انتخاب کیا تھا۔

صبح تک بیس انتہائی دلیر اور ذہین آدمی چُن لیے گئے۔ ان میں میگنانا ماریوس بھی تھا جسے روم کے جیل خانے سے لایا گیا تھا۔ اُس جاسوس کو جو ڈاکٹر کے بہروپ میں سلطان ایوبی کے کیمپ میں رہا اور فرار ہو آیا تھا اس کمانڈو پارٹی کا کمانڈر اور گائیڈ مقرر کیا گیا۔ اس پارٹی کو یہ مشن دیا گیا کہ لڑکیوں کو مسلمانوں کی قید سے نکالنا ہے۔ اگر رابن اور اس کے چار ساتھیوں کو بھی آزاد کرایا جا سکے تو کرا لینا ورنہ ان کے لیے کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔ دوسرا مشن تھا، صلاح الدین کا قتل۔ اس پارٹی کو کوئی عملی ٹریننگ نہ دی گئی۔ صرف زبانی ہدایات اور ضروری ہتھیار دے کر اسی روز ایک بادبانی کشتی میں ماہی گیروں کے بھیس میں روانہ کر دیا گیا۔

☆

جس وقت یہ کشتی اٹلی کے ساحل سے روانہ ہوئی۔ صلاح الدین ایوبی سوڈانیوں کی بغاوت کو مکمل طور پر دبا چکا تھا۔ سوڈانیوں کے بہت سے کمانڈر مارے گئے یا زخمی ہو گئے تھے اور بہت سے سلطان ایوبی کے دستر کے

سامنے کھڑے تھے۔ انہوں نے ہتھیار ڈال کر شکست اور سلطان ایوبی کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ وہ سلطان کے حکم کے منتظر تھے۔ سلطان اندر بیٹھا اپنے سالاروں وغیرہ کو احکام دے رہا تھا۔ علی بن سفیان بھی موجود تھا۔ اس فتح میں اس کا بہت عمل دخل تھا۔ صلیبیوں کو شکست دینے میں بھی اس کے نظامِ جاسوسی نے بہت کام کیا تھا بلکہ یہ دونوں کامیابیاں جاسوسی کے نظام کی ہی کامیابیاں تھیں۔ سلطان ایوبی کو جیسے اچانک کچھ یاد آگیا ہو۔ اس نے علی بن سفیان سے کہا ــــ "علی! ہمیں ان جاسوس لڑکیوں اور ان کے ساتھیوں کے متعلق سوچنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ وہ ابھی تک ساحل پر قیدی کیمپ میں ہیں۔ ان سب کو فوراً یہاں لانے کا بندوبست کرو اور قید خانے میں ڈال دو۔"

"میں ابھی پیغام بھجوا دیتا ہوں" ــــ علی بن سفیان نے کہا ــــ "ان سب کو یہاں پہرے میں بلوا لیتا ہوں .... سلطان! آپ شاید ساتویں لڑکی کو بھول گئے ہیں۔ وہ سوڈانیوں کے ایک کماندار بالیان کے پاس تھی۔ اسی لڑکی سے جاسوسوں اور بغاوت کا انکشاف ہوا تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بالیان ان کمانداروں میں نہیں ہے جو باہر موجود ہیں اور وہ زخمیوں میں بھی نہیں ہے اور وہ مرے ہوؤں میں بھی نہیں ہے۔ مجھے شک ہے کہ ساتویں لڑکی جس کا نام فخر المصری نے موبی بتایا تھا۔ بالیان کے ساتھ کہیں روپوش ہوگئی ہے۔"

"اپنا شک رفع کرو علی" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "یہاں مجھے اب تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ بالیان لاپتہ ہے تو وہ بحیرۂ روم کی طرف نکل گیا ہوگا۔ صلیبیوں کے سوا اسے اور کون پناہ دے سکتا ہے۔ بہرحال ان جاسوسوں کو تہہ خانوں میں ڈالو اور اپنے جاسوس فوراً تیار کر کے سمندر پار بھیج دو۔"

"زیادہ ضروری تو یہ ہے کہ اپنے جاسوس اپنے ہی ملک میں پھیلا دیے جائیں" یہ مشورہ دینے والا سلطان نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی فوج کا سالار تھا۔ اس نے کہا "ہمیں صلیبیوں کی طرف سے اتنا خطرہ نہیں جتنا اپنے مسلمان امراء سے ہے۔ اپنے جاسوس ان کے حرموں میں داخل کر دیئے جائیں تو بہت سی سازشیں بے نقاب ہوں گی" ــ اس نے تفصیل سے بتایا کہ یہ خود ساختہ حکمران کس طرح صلیبیوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ سلطان زنگی اکثر پریشان رہتے

ہیں کہ باہر کے حملوں کو روکیں یا اپنے گھر کو اپنے ہی چراغ سے جلنے سے بچائیں۔

صلاح الدین ایوبی نے یہ روئیداد غور سے سنی اور کہا "اگر تم لوگ جن کے پاس ہتھیار ہیں دیانت دار اور اپنے مذہب سے مخلص رہے تو باہر حملے اور اندر کی سازشیں قوم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ تم اپنی نظر سرحدوں سے دور آگے لے جاؤ۔ سلطنتِ اسلامیہ کی کوئی سرحد نہیں۔ تم نے جس روز اپنے آپ کو اور خدا کے اس عظیم مذہب اسلام کو سرحدوں میں پابند کر لیا اس روز سے یوں سمجھو کہ تم اپنے ہی قید خانے میں قید ہو جاؤ گے۔ پھر تمہاری سرحدیں سکڑنے لگیں گی۔ اپنی نظریں بحیرۂ روم سے آگے لے جاؤ۔ سمندر تمہارا راستہ نہیں روک سکتے۔ گھر کے چراغوں سے نہ ڈرو۔ یہ تو ایک پھونک سے گُل ہو جائیں گے۔ ان کی جگہ ہم ایمان کے چراغ روشن کریں گے۔"

"ہمیں اُمید ہے کہ ہم ایمان فروشی کو روک لیں گے سلطانِ محترم!" — سالار نے کہا — "ہم مایوس نہیں۔"

"صرف دو لعنتوں سے بچو میرے عزیز رفیقو!" — سلطان ایوبی نے کہا — "مایوسی اور ذہنی عیاشی۔ انسان پہلے مایوس ہوتا ہے، پھر ذہنی عیاشی کے ذریعے راہِ فرار اختیار کرتا ہے۔"

اس دوران علی بن سفیان جا چکا تھا۔ اس نے فوراً ایک قاصد بحیرۂ روم کے کیمپ کی طرف اس پیغام کے ساتھ روانہ کر دیا کہ رابن، اس کے چار ساتھیوں اور لڑکیوں کو گھوڑوں یا اونٹوں پر سوار کر کے بیس محافظوں کے پہرے میں دارالحکومت کو بھیج دو۔۔۔۔ قاصد کو روانہ کر کے اس نے اپنے ساتھ چھ سات سپاہی لیے اور کمانڈر بالیان کی تلاش میں نکل گیا۔ اس نے ان سوڈانی کمانداروں سے جو باہر بیٹھے تھے بالیان کے متعلق پوچھ لیا تھا۔ سب نے کہا تھا کہ اسے لڑائی میں کہیں بھی نہیں دیکھا گیا تھا اور نہ ہی وہ اس فوج کے ساتھ گیا تھا جو بحیرۂ روم کی طرف سلطان کی فوج پر حملہ کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی۔ علی بن سفیان بالیان کے گھر گیا تو وہاں اس کی دو بوڑھی خادماؤں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ انہوں نے بتایا کہ بالیان کے گھر میں پانچ لڑکیاں تھیں۔ ان میں جس کی عمر فوراً زیادہ ہو جاتی تھی اسے وہ غائب کر دیتا اور اس کی جگہ جوان لڑکی لے آتا تھا۔ ان خادماؤں نے بتایا کہ بغاوت سے پہلے اس کے پاس ایک فرنگی لڑکی آئی تھی جو غیر معمولی

فور پر خوبصورت اور ہوشیار تھی۔ بالیان اس کا غلام ہوگیا تھا۔ بغاوت کے ایک روز بعد جب سوڈانیوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو بالیان رات کے وقت گھوڑے پر سوار ہوا، دوسرے گھوڑے پر اس فرنگی لڑکی کو سوار کیا اور معلوم نہیں دونوں کہاں روانہ ہوگئے۔ ان کے ساتھ سات گھوڑ سوار تھے۔ حرم کی لڑکیوں کے متعلق بوڑھیوں نے بتایا کہ وہ گھر میں جو ہاتھ لگا اٹھا کر چلی گئی ہیں۔

علی بن سفیان وہاں سے واپس ہوا تو ایک گھوڑا سرپٹ دوڑتا آیا اور علی بن سفیان کے سامنے رکا۔ اس پر فخر المصری سوار تھا۔ کود کر گھوڑے سے اترا اور ہانپتی کانپتی آواز میں بولا ــــ "میں آپ کے پیچھے آیا ہوں۔ میں بھی اسی بدبخت بالیان اور اس کافر لڑکی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ میں ان سے انتقام لوں گا۔ جب تک ان دونوں کو اپنے ہاتھوں قتل نہیں کرلوں گا، مجھے چین نہیں آئے گا۔ میں جانتا ہوں وہ کدھر گئے ہیں۔ میں نے ان کا پیچھا کیا ہے لیکن ان کے ساتھ سات مسلح محافظ ہیں۔ میں اکیلا تھا۔ وہ بحیرۂ روم کی طرف جا رہے ہیں مگر عام راستے سے ہٹ کر جا رہے ہیں" ــــ اس نے علی بن سفیان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "خدا کے لیے مجھے صرف چار سپاہی دے دیں۔ میں ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور انہیں ختم کر کے آؤں گا"۔

علی بن سفیان نے اسے اس وعدے سے ٹھنڈا کیا کہ وہ اسے چار کی بجائے بیس سوار دے گا۔ وہ ساحل سے آگے اتنی جلدی نہیں جا سکتے۔ میرے ساتھ رہو۔ علی بن سفیان مطمئن ہوگیا کہ یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ وہ کس طرف گئے ہیں۔

☆

اُس وقت بالیان اس صلیبی لڑکی کے ساتھ جس کا نام موبی تھا، ساحل کی طرف جانے والے عام راستے سے ہٹ کر دور جا چکا تھا۔ ان علاقوں سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ سوڈانی فوج اور اس کے کمانداروں کو صلاح الدین ایوبی نے معافی دے دی ہے۔ ایک تو وہ سلطان کے عتاب سے بھاگ رہا تھا اور دوسرے یہ کہ وہ موبی جیسی حسین لڑکی کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ دنیا کی حسین لڑکیاں صرف مصر اور سوڈان میں ہی ہیں مگر اٹلی کی اس لڑکی کے حسن اور دل کشی نے اسے اندھا

کر دیا تھا۔ اس کی خاطر وہ اپنا رتبہ، اپنا مذہب اور اپنا ملک ہی چھوڑ رہا تھا لیکن اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ موبی اس سے جان چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جس مقصد کے لیے آئی تھی وہ ختم ہو چکا تھا گو مقصد تباہ ہو گیا تھا تاہم موبی اپنا کام کر چکی تھی۔ اس کے لیے اس نے اپنے جسم اور اپنی عزت کی قربانی دی تھی۔ وہ ابھی تک اپنی عمر سے دُگنی عمر کے آدمی کی عیاشی کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔

بالیان اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ موبی اسے بُری طرح چاہتی ہے مگر موبی اس سے نفرت کرتی تھی۔ وہ چونکہ مجبور تھی اس لیے اکیلی بھاگ نہیں سکتی تھی۔ وہ اس مقصد کے لئے بالیان کو ساتھ لیے ہوئے تھی کہ اسے اپنی حفاظت کی ضرورت تھی۔ اُسے بحیرۂ روم پار کرنا تھا یا رابن تک پہنچنا تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ رابن اور اس کے ساتھی جو تاجروں کے بھیس میں تھے پکڑے جا چکے ہیں اس مجبوری کے تحت وہ بالیان کے ہاتھ میں کھلونا بنی ہوئی تھی۔ وہ کئی بار اسے کہہ چکی تھی کہ تیز چلو اور پڑاؤ کم کرو ورنہ پکڑے جائیں گے لیکن بالیان جہاں اچھی سایہ دار جگہ دیکھتا رک جاتا۔ اس نے شراب کا ذخیرہ اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔

ایک رات موبی نے ایک ترکیب سوچی۔ اس نے بالیان کو اتنی زیادہ پلا دی کہ وہ بے سدھ ہو گیا۔ ان کے ساتھ جو سات محافظ تھے وہ کچھ پرے سو گئے تھے۔ موبی نے دیکھا تھا کہ ان میں ایک ایسا ہے جو جوان ہے اور سب پر چھایا رہتا ہے۔ بالیان زیادہ تر اسی کے ساتھ ہر بات کیا کرتا تھا۔ موبی نے اسے جگایا اور تھوڑی دور لے گئی۔ اسے کہا ــــ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کون ہوں، کہاں سے آئی ہوں اور یہاں کیوں آئی تھی۔ میں تم لوگوں کے لیے مدد لائی تھی تاکہ تم صلاح الدین ایوبی جیسے غیر ملکیوں سے آزاد ہو سکو مگر تمہارا یہ کمانڈر بالیان اس قدر عیاش آدمی ہے کہ اس نے شراب پی کر بدمست ہو کر میرے جسم کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔ بجائے اس کے کہ وہ عقل مندی سے بغاوت کا منصوبہ بناتا اور فتح حاصل کرتا اس نے مجھے اپنے حرم کی لونڈی بنا لیا اور اندھا دھند فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایسی لاپروائی سے حملہ کروایا کہ ایک ہی رات میں تمہاری اتنی بڑی فوج ختم ہو گئی ....

"تمہاری شکست کا ذمہ دار یہ شخص ہے۔ اب یہ میرے ساتھ صرف عیاشی کے لیے جا رہا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ میں اسے سمندر پار لے جاؤں، اسے اپنی فوج میں رتبہ دلاؤں اور اس کے ساتھ شادی کرلوں مگر مجھے اس شخص سے نفرت ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر مجھے شادی ہی کرنی ہے اور اپنے ملک میں لے جاکر اسے فوج میں رتبہ دلانا ہے تو مجھے ایسے آدمی کا انتخاب کرنا چاہیئے جو میرے دل کو اچھا لگے۔ وہ آدمی تم ہو، تم جوان ہو، دلیر ہو، عقلمند ہو، میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے تمہیں چاہ رہی ہوں۔ مجھے اس بوڑھے سے بچاؤ۔ میں تمہاری ہوں۔ سمندر پار چلو۔ فوج کا رتبہ اور مال و دولت تمہارے قدموں میں ہوگا مگر اس آدمی کو یہیں ختم کرو۔ وہ سویا ہُوا ہے اسے قتل کردو اور آؤ نکل چلیں۔"

اس نے محافظ کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ محافظ اس کے حسن میں گرفتار ہوگیا اس نے دیوانہ وار لڑکی کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ موبی اس جادوگری کی ماہر تھی، وہ ذرا پرے ہٹ گئی۔ محافظ اس کی طرف بڑھا تو عقب سے ایک برچھی اس کی پیٹھ میں اُتر گئی۔ اس کے منہ سے ہائے نکلی اور وہ پہلو کے بل لڑھک گیا۔ برچھی اس کی پیٹھ سے نکلی اور اسے آواز سنائی دی ۔" نمک حرام کو زندہ رہنے کا حق نہیں"۔ لڑکی کی چیخ نکل گئی۔ وہ اٹھی اور اتنا ہی کہنے پائی تھی کہ تم نے اسے قتل کردیا ہے کہ پیچھے سے ایک ہاتھ نے اس کے بازو کو جکڑ لیا اور جھٹکا دے کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اسے بالیان کے پاس پھینک کر کہا "ہم اس شخص کے پالے ہوئے دوست ہیں۔ ہماری زندگی اسی کے ساتھ ہے۔ تم ہم میں سے کسی کو اس کے خلاف گمراہ نہیں کرسکتیں۔ جو گمراہ ہُوا اس نے سزا پالی ہے"
بالیان شراب کے نشے میں بیہوش پڑا تھا۔

"تم لوگوں نے یہ بھی سوچا ہے کہ تم کہاں جارہے ہو؟"۔ موبی نے پوچھا۔

"سمندر میں ڈوبنے"۔ ایک نے جواب دیا ۔" تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جہاں تک بالیان جائے گا ہم وہیں تک جائیں گے"۔ اور وہ دونوں جاکر لیٹ گئے۔

دوسرے دن بالیان جاگا تو اسے رات کا واقعہ بتایا گیا۔ موبی نے کہا کہ وہ مجھے جان کی دھمکی دے کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ بالیان نے اپنے محافظوں کو شاباش دی مگر ان کی یہ بات سُنی اَن سنی کردی کہ یہ لڑکی اسے گمراہ کرکے لے

گئی تھی اور انہوں نے اس کی باتیں سنی تھیں۔ وہ موبی کے حسن اور شراب میں مدہوش ہو کر سب کچھ بھول گیا۔ موبی نے اسے ایک بار پھر کہا کہ تیز چلنا چاہیے مگر بالیان نے پروا نہ کی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ موبی اب آزاد نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ لوگ اپنے دوستوں کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

علی بن سفیان نے نہ جانے کیا سوچ کر ان کا تعاقب نہ کیا۔ بغاوت کے بعد کے حالات کو معمول پر لانے کے لیے وہ سلطان ایوبی کے ساتھ بہت مصروف ہو گیا تھا۔

☆

ساحل کے کیمپ سے رابن، اس کے چاروں ساتھیوں اور چھ لڑکیوں کو پندرہ محافظوں کی گارد میں قاہرہ کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ قاصد ان سے پہلے روانہ ہو چکا تھا۔ قیدی اونٹوں پر تھے اور گارد گھوڑوں پر۔ وہ معمول کی رفتار پر جا رہے تھے اور معمول کے مطابق پڑاؤ کر رہے تھے۔ وہ بے خوف و خطر جا رہے تھے۔ وہاں کسی دشمن کے حملے کا ڈر نہیں تھا۔ قیدی نہتے تھے اور ان میں چھ لڑکیاں تھیں۔ کسی کے بھاگنے کا بھی ڈر نہیں تھا، مگر وہ یہ بھول رہے تھے کہ یہ قیدی تربیت یافتہ جاسوس ہیں بلکہ یہ لڑاکے جاسوس تھے۔ ان میں جو تاجروں کے بھیس میں پکڑے گئے تھے، وہ چنے ہوئے تیر انداز اور تیغ زن تھے اور لڑکیاں محض لڑکیاں نہیں تھیں جنہیں وہ کمزور عورت ذات سمجھ رہے تھے۔ ان لڑکیوں کی جسمانی دل کشی، یورپی رنگت کی جاذبیت، جوانی اور ان کی بے حیائی ایسے ہتھیار تھے جو اچھے اچھے جابر حکمرانوں سے ہتھیار ڈلوا لیتے تھے۔

محافظوں کا کمانڈر مصری تھا۔ اس نے دیکھا کہ ان چھ میں سے ایک لڑکی اس کی طرف دیکھتی رہتی ہے اور وہ جب اسے دیکھتا ہے تو لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے۔ یہ مسکراہٹ اس مصری کو موم کر رہی تھی۔ شام کے وقت انہوں نے پہلا پڑاؤ کیا تو سب کو کھانا دیا گیا۔ اس لڑکی نے کھانا نہ کھایا۔ کمانڈر کو بتایا گیا، تو اس نے لڑکی کے ساتھ بات کی۔ لڑکی اس کی زبان بولتی اور سمجھتی تھی۔ لڑکی کے آنسو نکل آئے۔ اس نے کہا کہ وہ اس کے ساتھ علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہے۔

رات کو جب سب سو گئے تو کمانڈر اٹھا۔ اس نے لڑکی کو جگایا اور الگ لے گیا۔ لڑکی نے اسے بتایا کہ وہ ایک مظلوم لڑکی ہے، اسے فوجیوں نے ایک گھر سے اغوا کیا اور اپنے ساتھ رکھا۔ پھر اسے جہاز میں اپنے ساتھ لائے جہاں وہ ایک افسر کی داشتہ بنی رہی۔ دوسری لڑکیوں کے متعلق اس نے بتایا کہ ان کے ساتھ اس کی ملاقات جہاز میں ہوئی تھی۔ انہیں بھی اغوا کرکے لایا گیا تھا۔ اچانک جہازوں پر آگ برسنے لگی اور جہاز جلنے لگا۔ ان لڑکیوں کو ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر میں ڈال دیا گیا۔ کشتی انہیں اس ساحل پر لے آئی جہاں انہیں جاسوس سمجھ کر قید میں ڈال دیا گیا۔

یہ وہی کہانی تھی جو تاجروں کے بھیس میں جاسوسوں نے ان لڑکیوں کے متعلق صلاح الدین ایوبی کو سنائی تھی۔ مصری گارد کمانڈر کو معلوم نہیں تھا۔ وہ یہ کہانی پہلی بار سن رہا تھا۔ اسے تو حکم ملا تھا کہ یہ خطرناک جاسوس ہیں۔ انہیں قاہرہ لے جاکر سلطان کے ایک خفیہ محکمے کے حوالے کرنا ہے۔ اس حکم کے پیش نظر وہ ان لڑکیوں کی یا اس لڑکی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اس لڑکی کو اپنی مجبوری بتا دی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ لڑکی کی ترکش میں ابھی بہت سے تیر باقی ہیں۔ لڑکی نے کہا۔ "میں تم سے کوئی مدد نہیں مانگتی۔ تم اگر میری مدد کرو گے تو میں تمہیں روک دوں گی کیونکہ تم مجھے اتنے اچھے لگتے ہو کہ میں اپنی خاطر تمہیں کسی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ میرا کوئی غمخوار نہیں۔ میں ان لڑکیوں کو بالکل نہیں جانتی اور ان آدمیوں کو بھی نہیں جانتی۔ تم مجھے رحمدل بھی لگتے ہو اور میرے دل کو بھی اچھے لگتے ہو اس لیے تمہیں یہ باتیں بتا رہی ہوں۔"

اتنی خوبصورت لڑکی کے منہ سے اس قسم کی باتیں سن کر کون سا مرد اپنے آپ میں رہ سکتا ہے۔ یہ لڑکی مجبور بھی تھی۔ رات کی تنہائی بھی تھی۔ مصری کی مردانگی پگھلنے لگی۔ اس نے لڑکی کے ساتھ دوستانہ باتیں شروع کر دیں۔ لڑکی نے ایک اور تیر چلایا اور صلاح الدین ایوبی کے کردار پر زہر اگلنے لگی۔ اس نے کہا۔ "میں نے تمہارے گورنر صلاح الدین ایوبی کو اپنی مظلومیت کی یہ کہانی سنائی تھی۔ مجھے امید تھی کہ وہ میرے حال پر رحم کرے گا مگر اس نے مجھے اپنے خیمے میں رکھ لیا اور شراب پی کر میرے ساتھ مزاری کرتا رہا۔ اس وحشی نے میرا جسم توڑ دیا ہے۔ شراب پی کر وہ اتنا وحشی بن جاتا ہے کہ اس میں انسانیت رہتی ہی نہیں۔"

مصری کا خون کھولنے لگا۔ اس نے بدک کر کہا ــــ "ہمیں کہا گیا تھا کہ صلاح الدین ایوبی مومن ہے، فرشتہ ہے، شراب اور عورت سے نفرت کرتا ہے۔"

"مجھے اب اسی کے پاس لے جایا جا رہا ہے" ــــ لڑکی نے کہا۔ "اگر تمہیں یقین نہ آئے تو رات کو دیکھ لینا کہ میں کہاں ہوں گی۔ وہ مجھے قید خانے میں نہیں ڈالے گا، اپنے حرم میں رکھے گا۔ مجھے اس آدمی سے ڈر آتا ہے" ــــ اس قسم کی بہت سی باتوں سے لڑکی نے اس مصری کے دل میں صلاح الدین ایوبی کے خلاف نفرت پیدا کر دی اور وہ پوری طرح مصری پر چھا گئی۔ اس کے دل اور دماغ پر قبضہ کر لیا۔ مصری کو معلوم نہیں تھا کہ یہی ان لڑکیوں کا ہتھیار ہے۔ لڑکی نے آخر میں اسے کہا ــــ "اگر تم مجھے اس ذلیل زندگی سے نجات دلا دو تو میں ہمیشہ کے لیے تمہاری ہو جاؤں گی اور میرا باپ تمہیں سونے کی اشرفیوں سے مالا مال کر دے گا۔" اُس نے اس کا طریقہ یہ بتایا ــــ "میرے ساتھ سمندر پار بھاگ چلو۔ کشتیوں کی کمی نہیں۔ میرا باپ بہت امیر آدمی ہے۔ میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی اور میرا باپ تمہیں نہایت اچھا مکان اور بہت سی دولت دے گا۔ تم تجارت کر سکتے ہو۔"

مصری کو یہ یاد رہ گیا تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس نے کہا کہ وہ اپنا مذہب ترک نہیں کر سکتا۔ لڑکی نے ذرا سوچ کر کہا ــــ "میں تمہارے لیے اپنا مذہب چھوڑ دوں گی" ــــ اس کے بعد وہ فرار اور شادی کا پروگرام بنانے لگے۔ لڑکی نے اسے کہا ــــ "میں تم پر زور نہیں دیتی۔ اچھی طرح سوچ لو۔ میں صرف جاننا چاہتی ہوں کہ میرے دل میں تمہاری جو محبت پیدا ہو گئی ہے اتنی تمہارے دل میں پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر تم مجھے قبول کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہو تو سوچ لو اور کوشش کرو کہ قاہرہ تک ہمارا سفر لمبا ہو جائے۔ ہم ایک بار وہاں پہنچ گئے تو پھر تم میری بُو بھی نہیں سونگھ سکو گے۔"

لڑکی کا مقصد صرف اتنا سا تھا کہ سفر لمبا ہو جائے اور تین دنوں کی بجائے چھ دن راستے میں ہی گزر جائیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ راین اور اس کے ساتھی فرار کی ترکیبیں سوچ رہے تھے۔ وہ اس کوشش میں تھے کہ رات کو سوئے ہوئے محافظوں کے ہتھیار اٹھا کر انہیں قتل کیا جائے جو ناممکن سا کام تھا یا اُن کے گھوڑے چُرا کر بھاگا جائے۔ ابھی تو پہلا ہی پڑاؤ تھا۔ اُن کی ضرورت یہ تھی کہ

سفر لمبا ہو جائے تاکہ وہ اطمینان سے سوچ سکیں اور عمل کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اس لڑکی کو استعمال کیا وہ محافظوں کے کمانڈر کو قبضے میں لے لے۔ لڑکی نے پہلی ملاقات میں ہی یہ مقصد حاصل کر لیا اور مصری کو منہ مانگی قیمت دے دی۔ مصری کوئی ایسا بڑا رتبے والا آدمی نہیں تھا۔ معمولی سا عہدیدار تھا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی اتنی حسین لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ کہاں ایک جیتی جاگتی لڑکی جو اس کے تصوروں سے بھی زیادہ خوبصورت تھی اس کی لونڈی بن گئی تھی۔ وہ اپنا آپ، اپنا فرض اور اپنا مذہب ہی بھول گیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی لڑکی سے الگ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

اس پاگل پن میں اُس نے صبح کے وقت پہلا حکم یہ دیا کہ جانور بہت تھکے ہوئے ہیں، لہٰذا آج سفر نہیں ہوگا۔ محافظوں اور شتربانوں کو اس حکم سے بہت خوشی ہوئی۔ وہ محاذ کی سختیوں سے اکتائے ہوئے تھے۔ انہیں منزل تک پہنچنے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ وہ دن بھر آرام کرتے رہے۔ گپ شپ لگاتے رہے اور ان کا کمانڈر اس لڑکی کے پاس بیٹھا بدمست ہوتا رہا۔ دن گزر گیا۔ رات آئی اور جب سب سو گئے تو مصری لڑکی کو ساتھ لیے دُور چلا گیا۔ لڑکی نے اُسے آسمان پر پہنچا دیا۔

صبح جب یہ قافلہ چلنے لگا تو مصری کمانڈر نے راستہ بدل دیا۔ اپنے دستے سے اس نے کہا کہ اس طرف اگلے پڑاؤ کے لیے بہت خوبصورت جگہ ہے۔ قریب ایک گاؤں بھی ہے جہاں مرغیاں اور انڈے مل جائیں گے۔ اس کا دستہ اس پر بھی خوش ہُوا کہ کمانڈر انہیں عیش کرا رہا ہے۔ البتہ اس دستے میں دو عسکری ایسے تھے جو کمانڈر کی ان حرکتوں سے خوش نہیں تھے۔ انہوں نے اسے کہا کہ ہمارے پاس خطرناک قیدی ہیں۔ یہ سب جاسوس ہیں۔ انہیں بہت جلدی حکومت کے حوالے کر دینا چاہیے۔ بلاوجہ سفر لمبا کرنا ٹھیک نہیں۔ مصری نے انہیں یہ کہہ کر چپ کروا دیا کہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ جلدی پہنچوں یا دیر سے۔ جواب طلبی ہوئی تو مجھ سے ہوگی۔ دونوں خاموش تو ہو گئے لیکن وہ الگ جا کر آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے۔

☆

تھا۔ صحرائی درخت بھی تھے۔ چلتے چلتے وہ ان ٹیلوں میں داخل ہو گئے۔ راستہ اوپر ہوتا گیا اور ایک بلند جگہ سے انہیں ایک میدان نظر آیا جہاں گدھوں کے غول اترتے ہوئے شور بپا کر رہے تھے۔ ذرا اور آگے گئے تو نظر آیا کہ یہ لاشیں ہیں۔ بدبو بھی تھی۔ یہ اُن سوڈانیوں کی لاشیں تھیں جو بحیرۂ روم کے ساحل پر مقیم سلطان ایوبی کی فوج پر حملہ کرنے چلے تھے۔ سلطان ایوبی کے جانباز سواروں نے راتوں کو ان کے عقبی حصے پر حملے کر کے یہ کشت و خون کیا اور سوڈانی فوج کو تتر بتر کر دیا تھا۔ یہاں سے آگے میلوں وسعت میں لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ سوڈانیوں کو اپنی لاشیں اٹھانے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ قیدیوں اور محافظوں کا قافلہ چلتا رہا اور ذرا سا رُخ بدل کر لاشوں اور گدھوں سے ہٹ گیا۔

قافلہ جب وہاں سے گزر رہا تھا تو انہوں نے دیکھا کہ لاشوں کے ارد گرد اُن کے ہتھیار بھی بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں کمانیں اور ترکش تھے۔ برچھیاں تلواریں اور ڈھالیں بھی تھیں۔ قیدیوں نے یہ ہتھیار دیکھ لیے۔ انہوں نے آپس میں باتیں کیں اور رابن نے اس لڑکی سے کچھ کہا جس نے مصری کمانڈر پر قبضہ کر رکھا تھا۔ لاشیں اور ہتھیار دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ دائیں طرف ٹیلوں کے قریب سرسبز جگہ تھی۔ پانی بھی نظر آ رہا تھا۔ سبزہ ٹیلوں کے اوپر تک گیا ہُوا تھا۔ لڑکی نے کمانڈر کو اشارہ کیا تو وہ اس کے قریب چلا گیا۔ لڑکی نے کہا ــــــ "یہ جگہ بہت اچھی ہے۔ یہیں رُک جاتے ہیں" ــــــ مصری نے قافلے کا رُخ پھیر دیا اور سرسبز ٹیلے کے قریب پانی کے چشمے پر جا روکا۔ رات یہیں بسر کرنی تھی۔ سب گھوڑوں اور اونٹوں سے اترے، جانور پانی پر ٹوٹ پڑے۔ رات گزارنے کے لیے اچھی جگہ دیکھی جانے لگی۔ دو ٹیلوں کے درمیان جگہ کشادہ بھی تھی اور وہاں سبزہ بھی تھا۔ یہی جگہ منتخب کر لی گئی۔

جب رات کا اندھیرا گہرا ہُوا تو سب سو گئے۔ مصری جاگ رہا تھا اور لڑکی بھی جاگ رہی تھی۔ اس رات اسے خاص طور پر جاگنا اور مصری کمانڈر کو پوری طرح مدہوش کرنا تھا۔ اُسے جب خراٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں تو وہ مصری کے پاس چلی گئی۔ اسی لڑکی کی خاطر وہ سب سے الگ اور دُور ہٹ کر لیٹا تھا۔ لڑکی اسے ٹیلے کی اوٹ میں لے گئی اور وہاں سے اور زیادہ دُور جانے کی خواہش ظاہر کی۔ مصری اس کی خواہشوں کا غلام ہو گیا تھا۔ اسے احساس

یہ تھا کہ آج رات لڑکی اُسے ایک خاص مقصد کے لیے دور لے جا رہی ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور لڑکی اسے تین ٹیلوں سے بھی پرے لے گئی۔ وہ رکی اور مصری کو باہوں میں لے لیا۔ مصری بے خود ہوگیا۔

اُدھر رابن نے جب دیکھا کہ کمانڈر جا چکا ہے اور دوسرے محافظ گہری نیند سوئے ہوئے ہیں تو اس نے لیٹے لیٹے اپنے ایک ساتھی کو جگایا۔ اس نے ساتھ والے کو جگایا۔ اس طرح رابن کے چاروں ساتھی جاگ اٹھے..... محافظ اُن سے ذرا دُور سوئے ہوئے تھے۔ مصری کمانڈر کو لڑکی نے اتنا بے پروا کر دیا تھا کہ رات کو وہ سنتری کھڑا نہیں کرتا تھا۔ پہلے رابن پیٹ کے بل رینگتا محافظوں سے دُور چلا گیا۔ اس کے بعد اس کے چاروں ساتھی بھی چلے گئے۔ ٹیلے کی اوٹ میں ہوکر وہ تیز تیز چلنے لگے اور لاشوں تک پہنچ گئے۔ ٹٹول ٹٹول کر انہوں نے تین کمانیں اور ترکش اٹھائے اور ایک ایک برچھی اٹھالی۔ اسی مقصد کے لیے انہوں نے لڑکی سے کہا تھا کہ وہ کمانڈر سے کہے کہ یہاں پڑاؤ کیا جائے۔ وہ ہتھیار لے کر واپس ہوئے۔ اب وہ اکٹھے تھے۔

وہ سوئے ہوئے محافظوں کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ رابن نے ایک محافظ کے سینے میں برچھی مارنے کے لیے برچھی ذرا اوپر اٹھائی۔ باقی چار بھی ایک ایک محافظ کے سر پر کھڑے تھے۔ یہ نہایت کامیاب چال تھی۔ وہ بیک وقت چار محافظوں کو ختم کر سکتے تھے اور باقی گیارہ کے سنبھلنے تک انہیں بھی ختم کرنا مشکل نہیں تھا۔ پیچھے تین شتربان تھے اور مصری کمانڈر۔ وہ آسان شکار تھے۔ رابن نے جونہی برچھی اوپر اٹھائی، زناٹہ سا سنائی دیا اور ایک تیر رابن کے سینے میں اتر گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک تیر رابن کے ایک ساتھی کے سینے میں لگا۔ وہ ڈولے۔ ان کے تین ساتھی ابھی دیکھ ہی رہے تھے کہ یہ کیا ہوا ہے کہ دو اور تیر آئے اور دو اور قیدی اوندھے ہوگئے۔ آخری قیدی بھاگنے کے لیے پیچھے کو مڑا تو ایک تیر اس کے پہلو میں اتر گیا۔ یہ کام اتنی خاموشی سے ہوگیا کہ ان محافظوں میں سے کسی کی آنکھ ہی نہ کھلی جن کے سروں پر موت آن کھڑی ہوئی تھی۔

تیر انداز آگے آئے۔ انہوں نے مشعلیں روشن کیں۔ یہ وہ دو محافظ تھے جنہوں نے اپنے کمانڈر سے کہا تھا کہ انہیں منزل پر جلدی پہنچنا چاہیے۔ وہ

دیانت دار تھے۔ وہ سوئے ہوئے تھے جب جاروں قیدی ان کے قریب سے گزرے تو اُن میں سے ایک کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے اپنے ساتھی کو جگایا اور قیدیوں کا تعاقب دبے پاؤں کیا۔ انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا۔ کہ اگر قیدیوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو انہیں تیروں سے ختم کر دیں گے، مگر اس سے پہلے وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ اندھیرے میں انہیں جو کچھ نظر آتا رہا وہ دیکھتے رہے۔ قیدی ہتھیار اٹھا کر واپس آئے تو دونوں محافظ آکر ٹیلے کے ساتھ چھپ کر بیٹھ گئے۔ جونہی قیدیوں نے محافظوں کو برچھیاں مارنے کے لیے برچھیاں اٹھائیں انہوں نے تیر چلا دیئے۔ پھر پہاروں کو ختم کر دیا۔ انہوں نے اپنے کمانڈر کو آواز دی تو اسے لاپتہ پایا۔ اس آواز سے لڑکیاں جاگ اٹھیں اور باقی محافظ بھی جاگے۔ لڑکیوں نے اپنے آدمیوں کی لاشیں دیکھیں۔ ہر ایک لاش میں ایک تیر اُترا ہُوا تھا۔ لڑکیاں خاموشی سے لاشوں کو دیکھتی رہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ آدمی آج رات کیا کریں گے۔

مصری کمانڈر وہاں نہیں تھا اور ایک لڑکی بھی غائب تھی۔

محافظوں کو معلوم نہیں تھا کہ جب ان قیدی جاسوسوں کے سینوں میں تیر داخل ہوئے تھے بالکل اسی وقت اُن کے مصری کمانڈر کی پیٹھ میں ایک خنجر اتر گیا تھا۔ اس کی لاش تیسرے ٹیلے کے ساتھ پڑی تھی۔ اس رات صحرا کی ریت خون کی پیاسی معلوم ہوتی تھی۔ مصری کمانڈر اپنے محافظ دستے اور قیدیوں سے بے خبر اس لڑکی کے ساتھ چلا گیا اور لڑکی اسے خاصا دور لے گئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھی ایک خونی ڈرامہ کھیلیں گے۔ لڑکی مصری کو ایک ٹیلے کے ساتھ لے کے بیٹھ گئی۔

اسی ٹیلے سے ذرا پرے بالیان اور اس کے چھ محافظوں نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ اُن کے گھوڑے کچھ دور بندھے ہوئے تھے۔ بالیان موبی کو ساتھ لیے ٹیلے کی طرف آگیا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ موبی نے نیچے بچھانے کے لیے دری اٹھا رکھی تھی۔ بالیان محافظوں سے دُور جا کر عیش و عشرت کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دری بچھا دی اور موبی کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ رات کے سکوت میں انہیں قریب سے کسی کی باتوں کی آوازیں سنائی دیں۔

وہ چونکے اور دم سادھ کر سننے لگے۔ آواز کسی لڑکی کی تھی۔ بالیان اور موبی دبے پاؤں اس طرف آئے اور ٹیلے کی اوٹ سے دیکھا۔ انہیں دو سائے بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ ایک عورت ہے اور ایک مرد۔ موبی اور زیادہ قریب ہوگئی اور غور سے باتیں سننے لگی۔ مصری کمانڈر کے ساتھ اس لڑکی نے ایسی واضح باتیں کیں کہ موبی کو یقین ہوگیا کہ یہ اس کی ساتھی لڑکی ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اسے قاہرہ لے جایا جارہا ہے۔

مصری نے جو حرکتیں اور باتیں کیں وہ تو بالکل ہی صاف تھیں۔ کسی شک کی گنجائش نہیں تھی۔ موبی جان گئی کہ یہ مصری اس لڑکی کو اس کی مجبوری کے عالم میں عیاشی کا ذریعہ بنا رہا ہے۔ موبی نے یہ بالکل نہ سوچا کہ ارد گرد کوئی اور بھی ہوگا اور اس نے جو ارادہ کیا ہے اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس نے پیچھے ہٹ کر بالیان کے کان میں کہا۔۔۔ "یہ مصری ہے اور یہ میرے ساتھ کی ایک لڑکی کے ساتھ عیش کر رہا ہے۔ اس لڑکی کو بچالو۔ یہ مصری تمہارا دشمن ہے اور لڑکی تمہاری دوست"۔۔۔ اس نے بالیان کو اور زیادہ بھڑکانے کے لئے کہا "یہ بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔ اسے بچالو اور اپنے سفری حرم میں اضافہ کرلو"۔

بالیان شراب پیئے ہوئے تھا۔ اس نے کمربند سے خنجر نکالا اور بہت تیزی سے آگے بڑھ کر خنجر مصری کمانڈر کی پیٹھ میں گھونپ دیا۔ خنجر نکال کر اسی تیزی سے ایک اور وار کیا۔ لڑکی مصری سے آزاد ہوکر اٹھ کھڑی ہوئی۔ موبی دوڑی اور اسے آواز دی۔ وہ دوڑ کر موبی سے لپٹ گئی۔ موبی نے اس سے پوچھا کہ دوسری کہاں ہیں۔ اس نے رابن اور دوسرے ساتھیوں کے متعلق بھی بتایا اور یہ بھی کہ وہ پندرہ محافظوں کے پہرے میں ہیں۔ بالیان دوڑتا گیا اور اپنے چھ ساتھیوں کو بلا لایا۔ اُن کے پاس کمانیں اور دوسرے ہتھیار تھے۔ اتنے میں قیدیوں کے محافظوں میں سے ایک اپنے مصری کمانڈر کو آوازیں دیتا اِدھر آیا۔ بالیان کے ایک ساتھی نے تیر چلایا اور اس محافظ کو ختم کردیا۔ وہ لڑکی انہیں اپنی جگہ لے جانے کے لیے آگے آگے چل پڑی۔

بالیان کو آخری ٹیلے کے پیچھے روشنی نظر آئی۔ اس نے ٹیلے کی اوٹ میں جاکر دیکھا۔ وہاں بڑی بڑی دو مشعلیں جل رہی تھیں۔ ان کے ڈنڈے زمین میں گڑھے ہوئے تھے۔ ان کے اوپر والے سروں پر تیل میں بھیگے ہوئے کپڑے لپٹے ہوئے تھے

ہو بل رہے تھے۔ بالیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندھیرے میں تھا۔ اسے روشنی میں پانچ لڑکیاں الگ کھڑی نظر آرہی تھیں اور محافظ بھی دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے درمیان پانچ لاشیں پڑی تھیں جن میں تیر اُترے ہوئے تھے۔ موبی اور دوسری لڑکی کی سسکیاں نکلنے لگیں۔ موبی کے اکسانے پر بالیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ تمہارا شکار ہے، تیروں سے ختم کردو۔ ان کی تعداد اب چودہ تھی۔ یہ اُن کی بدقسمتی تھی کہ وہ روشنی میں تھے۔

بالیان کے ساتھیوں نے کمانوں میں تیر ڈالے۔ تمام تیر ایک ہی بار کمانوں سے نکلے۔ دوسرے ہی لمحے کمانوں میں چھ اور تیر آچکے تھے۔ ایک ہی بار تیرلیل کے چھ محافظ ختم ہوگئے۔ باقی ابھی سمجھ ہی نہ سکے تھے کہ یہ تیر کہاں سے آئے ہیں۔ چھ اور تیروں نے چھ اور محافظوں کو گرا دیا۔ باقی دو رہ گئے تھے۔ اُن میں سے ایک اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ دوسرا ذرا سست نکلا اور وہ بھی سوڈانیوں کے بیک وقت تین تیروں کا شکار ہوگیا۔ تین تنتربان رہ گئے تھے جو سامنے نہیں تھے۔ وہ اندھیرے میں کہیں اِدھر اُدھر ہوگئے۔ مشعلوں کی روشنی میں اب لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ ہر لاش ایک ایک تیر لیے ہوئے تھی اور ایک میں تین تیر پیوست تھے۔ موبی دوڑ کر لڑکیوں سے ملی۔ اتنے میں انہیں ایک گھوڑے کے سرپٹ دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں جو دور نکل گئیں۔ بالیان نے کہا ــــ "یہاں رکنا ٹھیک نہیں۔ ان میں ایک بچ کر نکل گیا ہے۔ وہ قاہرہ کی سمت گیا ہے۔ فوراً یہاں سے نکلو۔"

انہوں نے محافظوں کے گھوڑے کھولے اور اپنی جگہ گئے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ ایک گھوڑا بمع زین غائب تھا۔ اسے بچ کر نکل جانے والا محافظ لے گیا تھا۔ وہ اپنے گھوڑوں تک نہیں جاسکا تھا۔ چھپ کر اُدھر چلا گیا جہاں اسے آٹھ گھوڑے بندھے نظر آئے۔ زینیں پاس ہی پڑی تھیں۔ اُس نے ایک گھوڑے پر زین کسی اور بھاگ نکلا۔ بالیان نے چودہ گھوڑوں پر زینیں کسوائیں۔ سامان دو گھوڑوں پر لادا۔ باقی گھوڑے ساتھ لیے اور روانہ ہوگئے۔ لڑکیوں نے موبی کو سنایا کہ اُن پر کیا بیتی ہے اور انہیں کہاں لے جایا جارہا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ رابن اور اس کے ساتھی لاشوں کے ہتھیار اٹھانے گئے تھے مگر معلوم نہیں کہ وہ کس طرح مارے گئے۔

موبی نے کہا ۔" ایوبی کے کیمپ میں میری اور رابن کی ملاقات اچانک ہوگئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ مجھے یوں نظر آرہا ہے کہ یسوع مسیح کو ہماری کامیابی منظور ہے ورنہ ہم اس طرح خلافِ توقع نہ ملتے۔ آج ہماری ملاقات بالکل خلافِ توقع ہوگئی ہے لیکن میں یہ نہیں کہوں گی کہ یسوع مسیح کو ہماری کامیابی منظور ہے۔ خدائے یسوع مسیح ہم سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے جس کام میں ہاتھ ڈالا وہ چوپٹ ہوا۔ بحیرۂ روم میں ہماری فوج کو شکست ہوئی اور مصر میں ہماری دوست سوڈانی فوج کو شکست ہوئی۔ اِدھر رابن اور کرسٹوفر جیسے دلیر اور قابل آدمی اور ان کے اتنے اچھے ساتھی مارے گئے۔ معلوم نہیں ہمارا انجام کیا ہوگا۔"

" ہمارے جیتے جی تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔" بالیان نے کہا ۔" میرے شیروں کا کمال تم نے دیکھ لیا ہے۔"

☆

جس وقت قیدیوں کا قافلہ لاشوں کے پاس ٹیلوں میں رکا تھا۔ اُس وقت ساحل پر سلطان ایوبی کی فوج کے کیمپ میں تین آدمی داخل ہوئے۔ وہ اٹلی کی زبان بولتے تھے۔ ان کا لباس اٹلی کے دیہاتیوں جیسا تھا۔ ان کی زبان کوئی نہیں سمجھتا تھا۔ اٹلی کے جنگی قیدیوں سے معلوم کیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ اٹلی سے آئے ہیں اور اپنی لڑکیوں کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ یہ یہاں کے سالار سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہیں بہاؤالدین شدّاد کے پاس پہنچا دیا گیا۔ صلاح الدین ایوبی کی غیر حاضری میں شدّاد کیمپ کمانڈر تھا۔ اٹلی کا ایک جنگی قیدی بلایا گیا۔ وہ مصر کی زبان بھی جانتا تھا۔ اس کی وساطت سے ان آدمیوں کے ساتھ باتیں ہوئیں۔ ان تین آدمیوں میں ایک ادھیڑ عمر تھا اور دو جوان تھے۔ تینوں نے ایک ہی جیسی بات سنائی۔ تینوں کی ایک ایک جوان بہن کو صلیبی فوجی اُن کے گھروں سے اٹھا لائے تھے۔ انہیں کسی نے بتایا تھا کہ وہ لڑکیاں مسلمانوں کے کیمپ میں پہنچ گئی ہیں۔ یہ اپنی بہنوں کی تلاش میں آئے تھے۔

انہیں بتایا گیا کہ یہاں سات لڑکیاں آئی تھیں۔ انہوں نے یہی کہانی سنائی تھی مگر سائلوں جاسوس نکلیں۔ ان تینوں نے کہا کہ ہماری بہنوں کا جاسوسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو غریب اور مظلوم لوگ ہیں۔ کسی سے کشتی مانگ کر اتنی دور آئے ہیں۔

ہم غریبوں کی بہنیں جاسوسی کی جرأت کیسے کر سکتی ہیں۔ ہمیں اِن سات لڑکیوں کا کچھ پتہ نہیں۔ معلوم نہیں وہ کون ہوں گی۔ ہم تو اپنی بہنوں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔

"ہمارے پاس اور کوئی لڑکی نہیں" شمدآد نے بتایا۔ "یہی سات لڑکیاں تھیں جن میں سے ایک لاپتہ ہوگئی تھی اور باقی چھ کو پرسوں صبح یہاں سے روانہ کر دیا گیا ہے۔ اگر انہیں دیکھنا چاہتے ہو تو قاہرہ چلے جاؤ۔ ہمارا سلطان رحمدل انسان ہے تمہیں لڑکیاں دکھا دے گا۔"

"نہیں" ایک نے کہا — "ہماری بہنیں جاسوس نہیں۔ وہ سات کوئی اور ہوں گی۔ ہماری بہنیں سمندر میں ڈوب گئی ہوں گی یا ہمارے ہی فوجیوں نے انہیں اپنے پاس رکھا ہوا ہوگا۔"

بہاالدین شمدآد نیک خصلت انسان تھا۔ اُس نے ان دیہاتیوں کی مظلومیت سے متاثر ہوکر اُن کی خاطر تواضع کی اور انہیں عزت سے رخصت کیا۔ اگر وہاں علی بن سفیان ہوتا تو ان تینوں کو اتنی آسانی سے نہ جانے دیتا۔ اس کی سراغرساں نظریں بھانپ لیتیں کہ یہ تینوں جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔۔ تینوں چلے گئے۔ کسی نے بھی نہ دیکھا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ وہ چلتے ہی چلے گئے اور شام تک چلتے ہی رہے۔ کیمپ سے دُور جہاں کوئی خطرہ نہ تھا وہ چٹانوں کے اندر چلے گئے۔ وہاں ان جیسے اٹھارہ آدمی بیٹھے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ان تینوں میں جو ادھیڑ عمر تھا، وہ میگنانا ماریوس تھا۔ یہ صلیبیوں کی وہ کمانڈو پارٹی تھی جسے لڑکیوں کو آزاد کرانے اور اگر ممکن ہو سکے تو سلطان ایوبی کو قتل کرنے کا مشن دیا گیا تھا۔ ان تینوں نے کیمپ سے کچھ اور ضروری معلومات بھی حاصل کر لی تھیں۔ یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ صلاح الدین ایوبی یہاں نہیں قاہرہ میں ہے۔ شمدآد کے ساتھ باتیں کرتے جہاں انہیں یہ معلوم ہوگیا تھا کہ لڑکیاں قاہرہ کو روانہ کر دی گئی ہیں، وہاں انہوں نے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ ان کے ساتھ پانچ مرد قیدی بھی ہیں۔

یہ پارٹی ایک بڑی کشتی میں آئی تھی۔ انہوں نے کشتی ساحل پر ایک ایسی جگہ باندھ دی تھی جہاں سمندر چٹان کو کاٹ کر اندر تک گیا ہوا تھا۔ ان لوگوں کو اب قاہرہ کے لیے روانہ ہونا تھا مگر سواری نہیں تھی۔ یہ تین آدمی جو کیمپ میں گئے تھے، یہ بھی دیکھ آئے تھے کہ اس فوج کے گھوڑے اور اونٹ کہاں بندھے ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ کیمپ سے جانور چوری کرنا آسان نہیں۔ اکیس گھوڑے یا

اونٹ چوری نہیں کیے جا سکتے تھے۔ ابھی سورج طلوع ہونے میں بہت دیر تھی۔ وہ پیدل ہی چل پڑے۔ اگر انہیں سواری مل جاتی تو وہ قیدیوں کو راستے میں ہی جا لینے کی کوشش کرتے۔ اب وہ یہ سوچ کر پیدل چلے کہ قاہرہ میں جا کر قیدیوں کو چھڑانے کی کوشش کریں گے۔ سب جانتے تھے کہ یہ زندگی اور موت کی مہم ہے۔ صلیبی فوج کے سربراہوں اور شاہوں نے انہیں کامیابی کی صورت میں جو انعام دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اتنا زیادہ تھا کہ کوئی کام کیے بغیر اپنے کنبوں سمیت ساری عمر آرام اور بے فکری کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔

میگنانا ماریوس کو جیل خانے سے لایا گیا تھا۔ اُسے ڈاکہ زنی کے جرم میں تیس سال سزائے قید دی گئی تھی۔ اس کے ساتھ دو اور قیدی تھے جن میں ایک کی سزا چوبیس سال اور دوسرے کی ستائیس سال تھی۔ اُس زمانے میں قید خانے قصاب خانے ہوتے تھے۔ مجرم کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بڑی ظالمانہ مشقت لی جاتی اور مویشیوں کی طرح کھانے کو بیکار خوراک دی جاتی تھی۔ قیدی رات کو بھی آرام نہیں کر سکتے تھے۔ ایسی قید سے موت بہتر تھی۔ ان تینوں کو انعام کے علاوہ سزا معاف کرنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ صلیب پر حلف لے کر انہیں اس پارٹی میں شامل کیا گیا تھا۔ جس پادری نے اُن سے حلف لیا تھا اس نے انہیں بتایا تھا کہ وہ جتنے مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اس سے دس گنا ان کے گناہ بخشے جائیں گے اور اگر انہوں نے صلاح الدین ایوبی کو قتل کیا تو اُن کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اگلے جہان خدائے یسوع مسیح انہیں جنت میں جگہ دیں گے۔

یہ معلوم نہیں کہ یہ تینوں قید خانے کے جہنم سے آزاد ہونے کے لیے موت کی اس مہم میں شامل ہوئے تھے یا اگلے جہان جنّت میں داخل ہونے کے لیے یا انعام کا لالچ انہیں لے آیا تھا یا وہ نفرت جو اُن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف ڈالی گئی تھی۔ بہرحال وہ عزم کے پختہ معلوم ہوتے تھے اور اُن کا جوش و خروش بتا رہا تھا کہ وہ کچھ کر کے ہی مصر سے نکلیں گے یا جانیں قربان کر دیں گے۔ باقی اٹھارہ تو فوج کے منتخب آدمی تھے۔ انہوں نے جلتے ہوئے جہازوں سے جانیں بچائی تھیں اور بڑی مشکل سے واپس گئے تھے۔ وہ مسلمانوں سے اس ذلّت آمیز شکست کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ انعام کا لالچ تو تھا ہی ۔۔۔ یہی جذبہ تھا جس کے جوش سے وہ اُن دیکھی منزل کی سمت پیدل ہی چل پڑے۔

دوپہر کے وقت ایک گھوڑا سوار صلاح الدین ایوبی کے ہیڈ کوارٹر ۔۔۔ میں جا رکا۔ گھوڑے کا پسینہ پھوٹ رہا تھا اور سوار کے منہ سے تھکن کے مارے بات نہیں نکل رہی تھی۔ وہ گھوڑے سے اترا تو گھوڑے کا سارا جسم بڑی زور سے کانپا۔ گھوڑا گر پڑا اور مر گیا۔ سوار نے اسے آرام دیئے بغیر اور پانی پلائے بغیر ساری رات اور آدھا دن مسلسل دوڑایا تھا۔ سلطان ایوبی کے محافظوں نے سوار کو گھیرے میں لے لیا۔ اُسے پانی پلایا اور جب وہ بات کرنے کے قابل ہُوا تو اس نے کہا کہ کسی سالار یا کمانڈر سے ملا دو ـــــ سلطان ایوبی خود ہی باہر آ گیا تھا۔ سوار اُسے دیکھ کر اٹھا اور سلام کر کے کہا ـــ "سلطان کا اقبال بلند ہو۔ بُری خبر لایا ہوں" ـــ سلطان ایوبی اسے اندر لے گیا اور کہا ـــ "خبر جلدی سناؤ"

"قیدی لڑکیاں بھاگ گئی ہیں۔ ہمارا پورا دستہ مارا گیا ہے"۔ اس نے کہا۔ "مرد قیدیوں کو ہم نے جان سے مار دیا ہے۔ میں اکیلا بچ کے نکلا ہوں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حملہ آور کون تھے۔ ہم مشعلوں کی روشنی میں اور وہ اندھیرے میں۔ اندھیرے سے تیر آئے اور میرے تمام ساتھی ختم ہو گئے"

یہ قیدیوں کے محافظوں کے دستے کا وہ آدمی تھا جو اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا اور سوڈانیوں کا گھوڑا کھول کر بھاگ آیا تھا۔ اس نے گھوڑے کو بلا روکے سرپٹ دوڑایا تھا اور اتنا طویل سفر آدھے سے بھی تھوڑے وقت میں طے کر لیا تھا۔

سلطان صلاح الدین نے علی بن سفیان اور فوج کے ایک نائب سالار کو بلا لیا۔ وہ آئے تو اس آدمی سے کہا کہ وہ اب ساری بات سنائے۔ اُس نے کیمپ سے روانگی کے وقت سے بات شروع کی اور اپنے کمانڈر کے متعلق بتایا کہ وہ ایک قیدی لڑکی کے ساتھ دل بہلاتا رہا اور قیدیوں سے لاپروا ہو گیا۔ پھر راستے میں جو کچھ ہوتا رہا اور آخر میں جو کچھ ہُوا اس نے سنا دیا۔ مگر وہ یہ نہ بتا سکا کہ حملہ آور کون تھے۔

سلطان ایوبی نے علی بن سفیان اور نائب سالار سے کہا ـــ "اس کا مطلب یہ ہے کہ صلیبی چھاپہ مار مصر کے اندر موجود ہیں"

"ہو سکتا ہے" علی بن سفیان نے کہا ـــ "یہ صحرائی ڈاکو بھی ہو سکتے ہیں۔ اتنی خوبصورت چھ لڑکیاں ڈاکوؤں کے لیے بہت بڑی کشش تھی"

"تم نے اس کی بات غور سے نہیں سنی۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "اس نے کہا ہے کہ مرد تیدی لاشوں کے ہتھیار اٹھا لائے تھے اور محافظوں کو قتل کرنے لگے تھے۔ محافظوں میں سے دو نے انہیں تیروں سے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد اُن پر حملہ ہُوا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ صلیبی چھاپہ مار اُن کے تعاقب میں تھے۔"

"وہ کوئی بھی تھے سلطان محترم!" نائب سالار نے کہا۔ "فوری طور پر کرنے والا کام یہ ہے کہ اس عسکری کو راہنمائی کے لیے ساتھ بھیجا جائے اور کم از کم بیس گھوڑا سوار جو تیز رفتار ہوں تعاقب کے لیے بھیجے جائیں۔ یہ بعد کی بات ہے کہ وہ کون تھے۔"

"میں اپنے ایک نائب کو ساتھ بھیجوں گا۔" علی بن سفیان نے کہا۔

"اس عسکری کو کھانا کھلاؤ۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "اسے تھوڑی دیر آرام کر لینے دو۔ اتنی دیر میں بیس سوار تیار کرو اور تعاقب میں روانہ کر دو۔ اگر ضرورت سمجھو تو زیادہ سوار بھیج دو۔"

"میں نے جہاں سے گھوڑا کھولا تھا وہاں آٹھ گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔" محافظ نے کہا۔ "وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ حملہ آور وہی ہو سکتے ہیں۔ اگر گھوڑے آٹھ تھے تو وہ بھی آٹھ ہی ہوں گے۔"

"چھاپہ ماروں کی تعداد زیادہ نہیں ہو سکتی۔" نائب سالار نے کہا۔ "ہم انشاءاللہ انہیں پکڑ لیں گے۔"

"یہ یاد رکھو کہ وہ چھاپہ مار ہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "اور لڑکیاں جاسوس ہیں۔ اگر تم ایک جاسوس یا چھاپہ مار کو پکڑ لو تو سمجھ لو کہ تم نے دشمن کے دو سو عسکری پکڑ لیے ہیں۔ میں ایک جاسوس کو ہلاک کرنے کے لیے دشمن کے دو سو عسکریوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔ ایک عورت کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مگر ایک جاسوس اور تخریب کار عورت اکیلی پورے ملک کا بیڑہ غرق کر سکتی ہے۔ یہ لڑکیاں بے حد خطرناک ہیں۔ اگر وہ مصر کے اندر رہ گئیں تو تمہارا پورے کا پورا لشکر بیکار ہو جائے گا۔ ایک جاسوس یا جاسوسہ کو پکڑنے یا جان سے مارنے کے لیے اپنے ایک سو سپاہی قربان کر دو۔ یہ سودا پھر بھی سستا ہے۔ چھاپہ مار اگر نہ پکڑے جائیں تو مجھے پروا نہیں ان لڑکیوں کو ہر قیمت پر پکڑنا ہے۔ ضرورت سمجھو تو تیروں سے انہیں ہلاک کر دو۔ زندہ نکل کر نہ جائیں۔"

ایک گھنٹے کے اندر اندر بیس تیز رفتار سوار روانہ کر دیئے گئے۔ ان کا راہنما یہ

محافظ تھا اور کمانڈر علی بن سفیان کا ایک نائب زاہدین تھا۔ ان سواروں میں فخر المصری کو علی بن سفیان نے خاص طور پر شامل کیا تھا۔ یہ فخر کی خواہش تھی کہ اسے بالیان اور موبی کے تعاقب کے لیے بھیجا جائے۔ یہ تو نہ علی بن سفیان کو علم تھا نہ فخر المصری کو کہ جن کے تعاقب میں سوار جا رہے ہیں وہ بالیان، موبی اور ان کے چھ وفادار ساتھی ہیں۔

ادھر سے یہ بیس سوار روانہ ہوئے جن میں اکیسواں ان کا کمانڈر تھا۔ ان کا ہدف لڑکیاں تھیں اور انہیں چھڑا کر لے جانے والے۔ اُدھر سے صلیبیوں کے بیس کمانڈو آ رہے تھے جن میں اکیسواں اُن کا کمانڈر تھا۔ ان کا بھی ہدف یہی لڑکیاں تھیں، مگر ان کی کمزوری یہ تھی کہ وہ پیدل آ رہے تھے۔ دونوں پارٹیوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ جن کے تعاقب میں وہ جا رہے ہیں، وہ کہاں ہیں۔

☆

صلیبیوں کی کمانڈو پارٹی اگلے روز سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے خاصا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ راستہ اوپر چڑھ رہا تھا۔ وہ علاقہ نشیب و فراز کا تھا۔ یہ لوگ بلندی پر گئے تو انہیں دور ایک میدان میں جہاں کھجور کے بہت سے درختوں کے ساتھ دوسری قسم کے درخت بھی تھے، بے شمار اونٹ کھڑے نظر آئے۔ انہیں بٹھا بٹھا کر اُن سے سامان اتارا جا رہا تھا۔ بارہ چودہ گھوڑے بھی تھے۔ ان کے سوار فوجی معلوم ہوتے تھے، باقی تمام شتربان تھے۔ یہ اکیس صلیبی رک گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ اونٹ اور گھوڑے ہیں۔ یہی ان کی ضرورت تھی۔ اُن کے کمانڈر نے پارٹی کو روک لیا اور کہا ــــ "ہم سچے دل سے صلیب پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا کر آئے ہیں۔ وہ دیکھو صلیب کا کرشمہ ــــ یہ معجزہ ہے۔ خدا نے آسمان سے تمہارے لیے سواری بھیجی ہے۔ تم میں سے جس کے دل میں کسی بھی گناہ کا یا فرض سے کوتاہی کا، جان بچا کر بھاگنے کا خیال ہے وہ فوراً نکال دو۔ خدا کا بیٹا جو مظلوموں کا دوست اور ظالموں کا دشمن ہے تمہاری مدد کے لیے آسمان سے اُتر آیا ہے۔"

سب کے چہروں پر تھکن کے جو آثار تھے وہ غائب ہو گئے اور چہروں پر رونق آ گئی۔ انہوں نے ابھی اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا کہ اتنے بے شمار اونٹوں اور گھوڑوں میں سے جن کے ساتھ اتنے زیادہ شتربان اور فوجی ہیں وہ اپنی ضرورت

کے مطابق جانور کس طرح حاصل کریں گے۔

یہ ایک سو کے لگ بھگ اونٹوں کا قافلہ تھا جو محاذ پر فوج کے لیے راشن لے جا رہا تھا۔ چونکہ ملک کے اندر دشمن کا کوئی خطرہ نہیں تھا اس لیے قافلے کی حفاظت کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ صرف دس گھوڑا سوار ساتھ بھیج دیئے گئے تھے۔ مگر بالیان بے فکرے بادشاہوں کی طرح قہقہہ لگا کر اس کی بات سنی ان سنی کر دیتا تھا۔ لڑکیوں کو جس رات آزاد کرایا گیا تھا اس سے اگلی رات وہ ایک جگہ رُکے ہوئے تھے۔ بالیان نے موبی سے کہا کہ ہم سات مرد ہیں اور تم سات لڑکیاں ہو۔ میرے ان چھ دوستوں نے میرا ساتھ بڑی دیانت داری سے دیا ہے۔ میں اُن کی موجودگی میں تمہارے ساتھ رنگ رلیاں مناتا رہا پھر بھی وہ نہیں بولے۔ اب میں انہیں انعام دینا چاہتا ہوں۔ تم ایک ایک لڑکی میرے ایک ایک دوست کے حوالے کر دو اور انہیں کہو کہ یہ تمہاری وفاداری کا تحفہ ہے۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" موبی نے غصّے سے کہا ـــــ "ہم فاحشہ نہیں ہیں۔ میری مجبوری تھی کہ میں تمہارے ہاتھ میں کھلونہ بنی رہی۔ یہ لڑکیاں تمہاری خریدی ہوئی لونڈیاں نہیں ہیں۔"

"میں نے تمہیں کسی وقت بھی شریف لڑکی نہیں سمجھا۔" بالیان نے شاہانہ جلال سے کہا ـــ "تم سب ہمارے لیے اپنے جسموں کا تحفہ لائی ہو۔ یہ لڑکیاں معلوم نہیں کتنے مردوں کے ساتھ کھیل چکی ہیں۔ ان میں ایک بھی مریم نہیں۔"

"ہم اپنا فرض پورا کرنے کے لیے جسموں کا تحفہ دیتی ہیں۔" موبی نے کہا ـــ "ہم عیاشی کے لیے مردوں کے پاس نہیں جاتیں۔ ہمیں ہماری قوم اور ہمارے مذہب نے ایک فرض سونپا ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے لیے ہم اپنا جسم، اپنا حسن اور اپنی عصمت کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ ہمارا فرض پورا ہو چکا ہے۔ اب تم جو کچھ کہہ رہے ہو، یہ عیاشی ہے جو ہمیں منظور نہیں۔ جس روز ہم عیاشی میں اُلجھ گئیں اس روز سے صلیب کا زوال شروع ہو جائے گا۔ صلیب ٹوٹ جائے گی۔ ہم اپنی عصمت کے شیشے کو توڑ دیتی ہیں تاکہ صلیب نہ ٹوٹے۔ ہمیں ٹریننگ دی گئی ہے کہ ایک مسلمان سربراہ کو تباہ کرنے کے لیے دس مسلمانوں کے ساتھ راتیں بسر کرنا جائز ہے اور کارِ ثواب ہے۔ مسلمانوں کے ایک مذہبی پیشوا کو اپنے جسم سے ناپاک کرنے کو ہم ایک عظیم کارِ خیر سمجھتی ہیں۔"

شتربان بنتے تھے۔ ابھی چھاپہ مار اور شبخون مارنے والے میدان میں نہیں آئے تھے۔ صلیبیوں کے یہ اکیس آدمی پہلے چھاپہ مار تھے یا اس سے پہلے صلاح الدین ایوبی نے شبخون کا وہ طریقہ آزمایا تھا جس میں تھوڑے سے سواروں نے سوڈانیوں کی فوج کے عقبی حصے پر حملہ کیا اور غائب ہو گئے تھے۔

اس "وار کرو اور بھاگو" کے طریقۂ جنگ کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے سلطان ایوبی نے تیز رفتار، ذہین اور جسمانی لحاظ سے غیر معمولی طور پر صحت مند عسکریوں کے دستے تیار کرنے کا حکم دے دیا تھا اور دشمن کے ملک میں لڑاکا جاسوس بھیجنے کی سکیم بھی تیار کر لی تھی۔ لیکن صلیبیوں کو ابھی شبخون اور چھاپوں کی نہیں سوجھی تھی۔ کسی نہ کسی قافلے کو ڈاکو بعض اوقات لوٹ لیا کرتے تھے، سرکاری قافلے ہمیشہ محفوظ رہتے تھے۔ اسی لیے فوجوں کے رسد کے قافلے بے خوف و خطر رواں دواں رہتے تھے۔ اس سے پہلے بھی اسی محاذ کے لیے دوبارہ رسد کے قافلے جا چکے تھے اور اسی علاقے سے گزرے تھے۔ لہٰذا حفاظتی اقدامات کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔

یہ قافلہ بھی خطروں سے بے پروا محاذ کو جا رہا تھا اور رات کے لیے یہاں پڑاؤ کر رہا تھا۔ اس سے تھوڑی ہی دور قافلے کے لیے بہت بڑا خطرہ آ رہا تھا۔ صلیبی کمانڈر نے اپنی پارٹی کو ایک نشیب میں بٹھا لیا اور دو آدمیوں سے کہا کہ وہ جا کر یہ دیکھیں کہ قافلے میں کتنے اونٹ، کتنے گھوڑے، کتنے مسلح آدمی اور خطرے کیا کیا ہیں۔ پھر وہ رات کو حملہ کرنے کی سکیم بنانے لگا۔ اُن کے پاس ہتھیاروں کی کمی نہیں تھی۔ سنجیدگی کی بھی کمی نہیں تھی۔ ہر ایک آدمی جان پر کھیلنے کو تیار تھا۔

نصف شب سے بہت پہلے وہ دو آدمی واپس آئے جو قافلے کو قریب سے دیکھنے گئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ قافلے کے ساتھ دس مسلح سوار ہیں جو ایک ہی جگہ سوئے ہوئے ہیں۔ گھوڑے الگ بندھے ہیں۔ شتربان ٹولیوں میں بٹ کر سوئے ہوئے ہیں۔ سامان میں زیادہ تر بوریاں ہیں۔ شتربانوں کے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔

یہ بڑی اچھی معلومات تھیں۔ کام مشکل نہیں تھا۔

قافلے والے گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ دس عسکریوں کی آنکھ بھی نہ کھلی کہ تلواروں اور خنجروں نے انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ صلیبی چھاپہ ماروں نے یہ کام اتنی خاموشی اور آسانی سے کر لیا کہ بیشتر شتربانوں کی آنکھ ہی نہ کھلی اور جن کی آنکھ کھلی وہ سمجھ ہی نہ پائے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جس کے منہ سے آواز نکلی وہ اس کی زندگی کی

آخری آواز ثابت ہوئی۔ چھاپہ ماروں نے شتر بانوں کو ہراساں کرنے کے لیے چیخنا شروع کر دیا۔ سوئے ہوئے شتر بان گھبرا اور ہڑبڑا کر اٹھے۔ اونٹ بھی بدک کر اٹھنے لگے۔ صلیبیوں نے شتر بانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ بہت تھوڑے بھاگ سکے۔ صلیبی کمانڈر نے چلا کر کہا ــــ "یہ مسلمانوں کا راشن ہے۔ تباہ کر دو۔ اونٹوں کو بھی ہلاک کر دو۔" انہوں نے اونٹوں کے پٹھوں میں تلواریں گھونپنی شروع کر دیں۔ اونٹوں کے واویلے سے رات کانپنے لگی۔ کمانڈر نے گھوڑے دیکھے۔ بارہ تھے۔ بیس سواروں کے لیے اور دو فالتو۔ اُس نے نو اونٹ الگ کر لیے۔

سورج طلوع ہُوا تو پڑاؤ کا منظر بڑا بھیانک تھا۔ بے شمار لاشیں بکھری ہوئی تھیں بہت سے اونٹ مر چکے تھے۔ کئی تڑپ رہے تھے۔ کچھ اِدھر اُدھر بھاگ گئے تھے۔ ہر طرف خون ہی خون تھا۔ جدھر نگاہ جاتی تھی اونٹ مرے ہوئے یا تڑپتے نظر آتے تھے۔ راشن کی بوریاں پھٹی ہوئی تھیں۔ آٹا اور کھانے کا دیگر سامان خون میں بکھرا ہُوا تھا۔ بارہ کے بارہ گھوڑے غائب تھے اور وہاں کوئی زندہ انسان موجود نہیں تھا۔ چھاپہ مار دُور نکل گئے تھے۔ ان کی سواری کی ضرورت پوری ہو گئی تھی۔ اب وہ تیز رفتاری سے اپنے شکار کو ڈھونڈ سکتے تھے۔

شکار دُور نہیں تھا۔ بالیان کا دماغ پہلے ہی موبی کے حسن و جوانی اور شراب نے ماؤف کر رکھا تھا۔ اب اُس کے پاس سات حسین اور جوان لڑکیاں تھیں۔ وہ خطروں کو بھول ہی گیا تھا۔ موبی اُسے بار بار کہتی تھی کہ اتنا زیادہ نہیں رُکنا ٹھیک نہیں، جتنی جلدی ہو سکے سمندر تک پہنچنے کی کوشش کرو، ہمارا تعاقب ہو گا

"تو اس کا مطلب یہ ہُوا کہ تم صلیب کی بقا کے لیے مجھے استعمال کر رہی ہو۔" بالیان کے احساسات آہستہ آہستہ جاگنے لگے۔ "کیا تم مجھے صلیب کا محافظ بنانا چاہتی ہو؟"

"کیا تم ابھی تک شک میں ہو؟" موبی نے کہا ــــ "تم نے صلیب کے ساتھ کیوں دوستی کی ہے؟"

"صلاح الدین ایوبی کی حکمرانی سے آزاد ہونے کے لیے۔" بالیان نے کہا ــــ "صلیب کی حفاظت کے لیے نہیں۔ میں مسلمان ہوں لیکن اس سے پہلے میں سوڈانی ہوں۔"

"میں سب سے پہلے صلیبی ہوں" موبی نے کہا۔ "عیسائی ہوں اور اس کے بعد اس ملک کی بیٹی ہوں جہاں میں پیدا ہوئی تھی" موبی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا ــــ "اسلام کوئی مذہب نہیں۔ اسی لیے تم اپنے ملک کو اس پر ترجیح دے رہے ہو۔ یہ تمہاری نہیں تمہارے مذہب کی کمزوری ہے۔ تم میرے ساتھ سمندر پار چلو تو میں تمہیں اپنا مذہب دکھاؤں گی۔ تم اپنے مذہب کو بھول جاؤ گے"

"میں اس مذہب پر لعنت بھیجوں گا جو اپنی بیٹیوں کو غیر مردوں کے ساتھ راتیں بسر کرنے اور شراب پینے پلانے کو ثواب کا کام سمجھتا ہے" بالیان اچانک بیدار ہوگیا۔ اس نے کہا ــــ "تم نے اپنی عصمت مجھ سے نہیں لٹائی بلکہ میری عصمت لوٹی ہے۔ میں نے تمہیں نہیں بلکہ تم نے مجھے کھلونا بنائے رکھا ہے"

"ایک مسلمان کا ایمان خریدنے کے لیے عصمت کوئی زیادہ قیمت نہیں" لڑکی نے کہا ــــ "میں نے تمہاری عصمت نہیں لوٹی، تمہارا ایمان خریدا ہے مگر تمہیں راستے میں بھٹکتا ہوا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تمہیں ایک عظیم روشنی کی طرف لے جا رہی ہوں جہاں تمہیں اپنا مستقبل اور اپنی عاقبت ہیروں کی طرح چمکتی نظر آئے گی"

"میں اس روشنی میں نہیں جاؤں گا" بالیان نے کہا۔

"دیکھو بالیان!" موبی نے کہا ــــ "مرد، جنگجو مرد وعدے اور سودے سے پھرا نہیں کرتے۔ تم میرا سودا قبول کر چکے ہو۔ میں نے تمہارا ایمان خرید کر شراب میں ڈبو دیا ہے اور تمہیں منہ مانگی قیمت دی ہے۔ اتنے دنوں سے تمہاری لونڈی اور بے نکاحی بیوی بنی ہوئی ہوں۔ اس سودے سے پھرو نہیں۔ ایک کمزور لڑکی کو دھوکہ نہ دو"

"تم نے مجھے وہ عظیم روشنی نہیں دکھا دی ہے جو تم مجھے سمندر پار لے جا کر دکھانا چاہتی ہو" بالیان نے کہا ــــ "مجھے اپنا مستقبل اور اپنی عاقبت ہیروں کی طرح چمکتی نظر آنے لگی ہے"..... موبی نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو بالیان گرج کر بولا: "خاموش رہو لڑکی! صلاح الدین ایوبی میرا دشمن ہو سکتا ہے لیکن میں اس رسولؐ کا دشمن نہیں ہو سکتا جس کا صلاح الدین ایوبی بھی نام لیوا ہے۔ میں اس رسولؐ کے نام پر مصر اور سوڈان قربان کر سکتا ہوں۔ اس کے عظیم اور مقدس نام پر میں صلاح الدین ایوبی کے آگے ہتھیار ڈال سکتا ہوں"

"میں تم کو کئی بار کہہ چکی ہوں کہ شراب کم پیا کرو۔" سوبی نے کہا۔ "ایک شراب دوسرے رات بھر جاگنا اور میرے جسم کے ساتھ کھیلتے رہنا۔ دیکھو تمہارا دماغ بالکل بیکار ہو گیا ہے۔ تم یہ بھی بھول گئے ہو کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔"

"میں کسی فاحشہ صلیبی کا خاوند نہیں ہو سکتا۔" اس کی نظر شراب کی بوتل پر پڑی اس نے بوتل اٹھا کر پرے پھینک دی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے دوستوں کو بلایا۔ وہ دوڑتے آئے۔ اُس نے کہا۔ "یہ لڑکیاں اور یہ لڑکی بھی تمہاری قیدی ہیں۔ انہیں واپس قاہرہ لے چلو۔"

"قاہرہ؟" ایک نے حیران ہو کے کہا۔ "آپ قاہرہ جانا چاہتے ہیں؟"

"ہاں!" اس نے کہا۔ "قاہرہ! حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس ریگزار میں کب تک بھٹکتے رہو گے؟ کہاں جاؤ گے؟ چلو۔ گھوڑوں پر زینیں کسو اور ہر لڑکی کو ایک ایک گھوڑے کی پیٹھ پر باندھ کر لے چلو۔"

☆

صحرا میں اونٹ کا سفر بے آواز بپا ہوتا ہے۔ گھوڑوں کے ٹاپوؤں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن اونٹ کے پاؤں خدا نے ایسے بنائے ہیں کہ ہلکی سی آواز بھی پیدا نہیں ہوتی۔ بالیان جس وقت سوبی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اسے محسوس تک نہ ہوا کہ ایک اونٹ ایک چھوٹے سے ریتلے ٹیلے کی اوٹ میں کھڑا ان دونوں کو اور چھ لڑکیوں کو اور چھ آدمیوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ صلیبی کمانڈو پارٹی کا ایک آدمی تھا۔ اس پارٹی کا کمانڈر عقل مند آدمی تھا۔ بالیان کے ڈیرے سے تقریباً نصف میل دُور اس نے پڑاؤ کیا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کا شکار اُس سے نصف میل دُور ہے۔ اس نے فوجی دانشمندی سے کام لیتے ہوئے رات کو تین آدمیوں کو یہ ڈیوٹی دی تھی کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر دُور دُور تک گھوم آئیں اور جہاں انہیں کوئی خطرہ یا کام کی کوئی چیز نظر آئے آ کر اطلاع دیں۔ اس کام کے لیے اونٹ ہی موزوں سواری تھی کیونکہ اس کے پاؤں کی آواز نہیں ہوتی۔ تینوں سوار مختلف سمتوں کو چلے گئے تھے۔ یہ سارا علاقہ ایسا تھا کہ پڑاؤ کے لیے نہایت اچھا تھا، اس لیے کمانڈر نے سوچا تھا کہ یہاں کسی اور نے بھی ڈیرے ڈال رکھے ہوں گے۔

ایک شتر سوار کو روشنی سی نظر آئی تو وہ اس طرف چل پڑا۔ یہ ایک چھوٹی

مشعل تھی جو بالیان کے عارضی کیمپ میں جل رہی تھی۔ شتر سوار آگے گیا تو ایک ٹیلے کے پیچھے ہوگیا۔ یہ اتنا ہی اونچا تھا کہ اونٹ پر سوار ہوکر آگے دیکھا جا سکتا تھا۔ اونٹ اور سوار اس کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ اسے ہلکی ہلکی روشنی میں لڑکیاں نظر آئیں جو بالیان کے فوجی دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگا رہی تھیں۔ اُن سے کچھ دُور ایک اور لڑکی ایک آدمی کے ساتھ باتیں کرتی نظر آئی۔ ذرا پرے بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ان میں وہ گھوڑے بھی تھے جو ان لوگوں نے صلیبیوں کے محافظوں کو قتل کرکے حاصل کیے تھے۔

صلیبی شتر سوار نے اونٹ کو موڑا۔ کچھ دُور تک آہستہ آہستہ چلا اور پھر اونٹ دوڑا دیا۔ اونٹ کے لیے نصف میل کا فاصلہ کچھ بھی نہیں تھا۔ سوار نے اپنی پارٹی کو خوشخبری سنائی کہ شکار ہمارے قدموں میں ہے۔ کمانڈر نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ شتر سوار سے ہدف کی تفصیل پوچھی اور پارٹی کو پیدل چلا دیا۔ گھوڑوں کے قدموں کی آواز سے شکار کے چوکنا ہوجانے کا خطرہ تھا۔۔۔۔ جس وقت یہ پارٹی بالیان کے ڈیرے تک پہنچی، بالیان حکم دے چکا تھا کہ ایک ایک لڑکی کو گھوڑے کی پیٹھ پر باندھ دو۔ اس کے دوست حیرت زدہ ہوکر بالیان کو دیکھ رہے تھے کہ اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ انہوں نے اس کے ساتھ بحث شروع کردی اور وقت ضائع ہوتا رہا۔ بالیان نے انہیں بڑی مشکل سے قائل کیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے ہوش ٹھکانے رکھ کر کہہ رہا ہے اور قاہرہ چلے جانے میں ہی مصلحت اور عافیت ہے۔

لڑکیاں پریشانی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھیں۔ بالیان کے آدمیوں نے گھوڑوں پر زینیں ڈالیں اور لڑکیوں کو پکڑ لیا۔ اچانک اُن پر آفت ٹوٹ پڑی۔ بالیان نے بلند آواز سے بار بار کہا — "بم ہتھیار ڈالنا چاہتے ہیں۔ لڑکیوں کو قاہرہ لے جا رہے ہیں" — وہ حملہ آوروں کو سلطان ایوبی کے فوجی سمجھ رہا تھا لیکن ایک خنجر نے اس کے دل میں اُتر کر اُسے خاموش کردیا۔ اس کے دوست اتنے زیادہ آدمیوں کے ایسے اچانک حملے کا مقابلہ نہ کرسکے۔ سنبھلنے سے پہلے ہی ختم ہوگئے۔ صلیبیوں کا چھاپہ کامیاب تھا۔ لڑکیاں آزاد ہوچکی تھیں۔ چھاپہ مار انہیں فوراً اپنی جگہ لے گئے۔ انہوں نے کمانڈر کو پہچان لیا۔ وہ بھی ان کی پارٹی کا جاسوس تھا۔ انہوں نے رات وہیں بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور پہرے کے لیے دو

سنتری کھڑے کر دیئے جو ڈیرے کے ارد گرد گھومنے لگے۔

سلطان ایوبی کے بھیجے ہوئے سوار اس جگہ سے ابھی دُور تھے جہاں سے تیدی لڑکیاں بالیان کے آدمیوں نے رہا کرائی تھیں۔ رات کو بھی چلے جا رہے تھے۔ وہ تعاقب میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ راہنما اُن کے ساتھ تھا۔ وہ راستہ اور جگہ بھولا نہیں تھا۔ وہ انہیں اس جگہ لے گیا جہاں اُن پر حملہ ہُوا تھا ایک مشعل جلا کر دیکھا گیا۔ وہاں رابن اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں اور اُن کے محافظوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ یہ چیری پھاڑی اور کھائی ہوئی تھیں۔ اُس وقت بھی صحرائی لومڑیاں اور گیدڑ انہیں کھا رہے تھے۔ سواروں کو دیکھ کر یہ درندے بھاگ گئے۔ دن کے وقت انہیں گدھ کھاتے رہے تھے۔ محافظ اپنے کمانڈر کو اُس جگہ لے گیا جہاں سے اس نے گھوڑا کھولا تھا۔ وہاں سے مشعل کی روشنی میں زمین دیکھی گئی۔ گھوڑوں کے قدموں کے نشان نظر آ رہے تھے اور سمت کی نشان دہی کر رہے تھے جدھر یہ گئے تھے مگر رات کے وقت ان نشانوں کو دیکھ دیکھ کر چلنا بہت مشکل تھا۔ وقت ضائع ہونے کا اور بھٹک جانے کا ڈر تھا۔ رات کو وہیں قیام کیا گیا۔

صلیبی پارٹی کے کیمپ میں سب جاگ رہے تھے۔ وہ بہت خوش تھے۔ کمانڈر نے فیصلہ کیا تھا کہ سحر کی تاریکی میں بحیرۂ روم کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اس وقت میگنانا ماریوس نے کہا کہ مقصد ابھی پورا نہیں ہُوا۔ صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنا باقی ہے۔ کمانڈر نے کہا کہ یہ اُس صورت میں ممکن تھا کہ وہ لڑکیوں کے پیچھے قاہرہ چلے جاتے۔ اب وہ قاہرہ سے بہت دور ہیں اس لیے قتل کی مہم ختم کی جاتی ہے۔

"یہ میری مہم ہے جسے موت کے سوا کوئی ختم نہیں کر سکتا۔" میگنانا ماریوس نے کہا۔ "میں نے صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنے کا حلف اٹھایا تھا۔ مجھے ایک ساتھی اور ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔"

"یہ فیصلہ مجھے کرنا ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔" کمانڈر نے کہا۔ "سب پر فرض ہے کہ میرا حکم مانیں۔"

"میں کسی کے حکم کا پابند نہیں۔" میگنانا ماریوس نے کہا۔ "تم سب خدا کے حکم کے

پابند ہو۔"

کمانڈر نے اُسے ڈانٹ دیا۔ میگنانا ماریوس کے پاس تلوار تھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہُوا اور کمانڈر پر تلوار سونت لی۔ اُن کے ساتھی درمیان میں آ گئے۔ میگنانا ماریوس نے کہا ــــ "میں خدا کا دھتکارا ہُوا انسان ہوں۔ میں گناہ اور بے انصافی کے درمیان بھٹک رہا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو مجھے تیس سالوں کے لیے قید خانے میں کیوں کیا گیا تھا؟ پانچ سال گزرے میری ایک بہن جس کی عمر سولہ سال تھی اغوا کر لی گئی تھی۔ میں غریب آدمی ہوں۔ میرا باپ مر چکا ہے۔ ماں اندھی ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ محنت مشقت کر کے میں ان سب کا پیٹ پالتا تھا۔ میں نے گرجے میں صلیب پر لٹکے ہوئے یسوع مسیح کے بُت سے بہت دفعہ پوچھا تھا کہ میں غریب کیوں ہوں؟ میں نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ میں دیانتداری سے اتنی محنت کرتا ہوں مگر میرے کنبے کے پیٹ پھر بھی خالی رہتے ہیں۔ میری ماں کو خدا نے کیوں اندھا کیا ہے؟ یسوع مسیح نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور جب کنواری بہن اغوا ہو گئی تو میں نے گرجے میں جا کر کنواری مریم کی تصویر سے پوچھا تھا کہ میری کنواری بہن کے کنوارپنے پر تجھے ترس کیوں نہیں آیا؟ وہ معصوم تھی۔ اس پر خدا نے یہ ظلم کیا تھا کہ اسے خوبصورتی دے دی تھی۔ مجھے یسوع مسیح نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے کنواری مریم نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔

"ایک روز مجھے ایک بہت ہی امیر آدمی کے نوکر نے بتایا کہ تمہاری بہن اس امیر آدمی کے گھر میں ہے۔ وہ عیاش آدمی ہے۔ کنواریوں کو اغوا کراتا ہے، تھوڑے دن اُن کے ساتھ کھیلتا ہے اور انہیں کہیں غائب کر دیتا ہے لیکن وہ آدمی بادشاہ کے دربار میں بیٹھتا ہے۔ لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ بادشاہ نے اسے رتبے کی تلوار دی ہے۔ گناہ گار ہوتے ہوئے خدا اس پر خوش ہے۔ دُنیا کا قانون اُس کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔۔۔۔ میں اس کے گھر گیا اور اپنی بہن واپس مانگی۔ اس نے مجھے دھکے دے کر اپنے محل سے نکال دیا۔ میں پھر گرجے میں گیا۔ یسوع مسیح کے بُت اور کنواری مریم کی تصویر کے آگے رویا۔ خدا کو پکارا۔ مجھے کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں گرجے میں اکیلا تھا۔ پادری آ گیا۔ اس نے مجھے ڈانٹ کر گرجے سے نکال دیا۔ کہنے لگا ــــ 'یہاں سے دو تصویریں چوری ہو چکی ہیں۔ نکل جاؤ ورنہ پولیس کے حوالے کر دوں گا' ــــ میں نے حیران ہو کر اس سے پوچھا ــــ

کیا یہ خدا کا گھر نہیں ہے؟" — اس نے جواب دیا — "تم مجھ سے پوچھے بغیر خدا کے گھر میں کیسے آئے۔ اگر گناہوں کی معافی مانگنی ہے تو میرے پاس آؤ۔ اپنا گناہ بیان کرو۔ میں خدا سے کہوں گا کہ تمہیں بخش دے۔ تم خدا سے براہِ راست کوئی بات نہیں کر سکتے۔ جاؤ نکلو یہاں سے" — اور میرے دوستو! مجھے خدا کے گھر سے نکال دیا گیا۔"

وہ ایسے لہجے میں بول رہا تھا کہ سب پر سناٹا طاری ہو گیا۔ لڑکیوں کے آنسو نکل آئے۔ صحرا کی رات کے سکوت میں اس کی باتوں کا تاثر سب پر طلسم بن کر طاری ہو گیا۔

وہ کہہ رہا تھا — "میں پادری کو، یسوع مسیح کے بُت کو، کنواری مریم کی تصویر کو اور اُس خدا کو جو مجھے گرجے میں نظر نہیں آیا شک کی نظروں سے دیکھتا نکل آیا۔ گھر گیا تو اندھی ماں نے پوچھا "میری بچی آئی یا نہیں؟" میری بیوی نے پوچھا۔ میرے بچّوں نے پوچھا۔ میں بھی بُت اور تصویر کی طرح چپ رہا مگر میرے اندر سے ایک طوفان اٹھا اور میں باہر نکل گیا۔ میں سارا دن گھومتا پھرتا رہا۔ شام کے وقت میں نے ایک خنجر خریدا اور دریا کے کنارے ٹہلتا رہا۔ رات اندھیری ہو گئی اور بہت دیر بعد میں ایک طرف چل پڑا۔ مجھے اس محل کی بتیاں نظر آئیں جہاں میری بہن قید تھی۔ میں بہت تیز چل پڑا اور اس محل کے پچھواڑے چلا گیا۔ میں اتنا چالاک اور ہوشیار آدمی نہیں تھا لیکن مجھ میں چالاکی آ گئی۔ میں پچھلے دروازے سے اندر چلا گیا۔ محل کے کسی کمرے میں شور شرابا تھا۔ شاید کچھ لوگ شراب پی رہے تھے۔ میں ایک کمرے میں داخل ہوا تو ایک نوکر نے مجھے روکا۔ میں نے خنجر اس کے سینے پر رکھ دیا اور اپنی بہن کا نام بتا کر پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ نوکر مجھے اندر کی سیڑھیوں سے اوپر لے گیا اور ایک کمرے میں داخل کر کے کہا کہ یہاں ہے۔ میں اندر گیا تو میرے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ کمرہ خالی تھا.....

"دروازہ کھلا اور بہت سے لوگ اندر آ گئے۔ اُن کے پاس تلواریں اور ڈنڈے تھے۔ میں نے کمرے کی چیزیں اٹھا اٹھا کر اُن پر پھینکنی شروع کر دیں۔ بہت توڑ پھوڑ کی۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔ مجھے مارا پیٹا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو میں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ میرے خلاف الزام

یہ تھے کہ میں نے ڈاکہ ڈالا، بادشاہ کے درباری کا گھر برباد کیا اور تین آدمیوں کو قتل کی نیت سے زخمی کیا۔ میری فریاد کسی نے نہ سنی اور مجھے تیس سال سزائے قید دے کر قید خانے کے جہنم میں پھینک دیا۔ ابھی پانچ سال پورے ہوئے ہیں۔ میں انسان نہیں رہا۔ تم قید خانے کی سختیاں نہیں جانتے۔ دن کے وقت مویشیوں جیسا کام لیتے ہیں اور رات کو کتوں کی طرح زنجیر ڈال کر کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میری اندھی ماں زندہ ہے یا مر چکی ہے۔ بیوی بچوں کا بھی کچھ پتہ نہ تھا۔ مجھے خطرناک ڈاکو سمجھ کر کسی سے ملنے نہیں دیا جاتا تھا....

"میں ہر وقت سوچتا رہتا تھا کہ خدا سچا ہے یا میں سچا ہوں۔ سنا تھا کہ خدا بے گناہوں کو سزا نہیں دیتا۔ مگر مجھے خدا نے کس گناہ کی سزا دی تھی؟ میرے بچوں کو کس گناہ کی سزا دی تھی؟..... میں پانچ سال اسی اُلجھن میں مبتلا رہا۔ کچھ دن گزرے فوج کے دو افسر قید خانے میں آئے۔ وہ اس کام کے لیے جس پر ہم آئے ہوئے ہیں آدمی تلاش کر رہے تھے۔ میں اپنے آپ کو پیش نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ بادشاہوں کے لڑائی جھگڑے تھے۔ مجھے کسی بادشاہ کے ساتھ دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن میں نے جب سنا کہ چند ایک عیسائی لڑکیوں کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کرانا ہے تو میرے دل میں اپنی بہن کا خیال آ گیا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ مسلمان قابلِ نفرت قوم ہے۔ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں عیسائی لڑکیوں کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کراؤں گا تو خدا اگر سچا ہے تو میری بہن کو اُس ظالم عیسائی کے پنجے سے چھڑا دے گا۔ پھر فوجی افسروں نے کہا کہ ایک مسلمان بادشاہ کو قتل کرنا ہے تو میں نے اسے جزا کا کام سمجھا اور اپنے آپ کو پیش کر دیا مگر شرط یہ رکھی کہ مجھے اتنی رقم دی جائے جو میں اپنے کنبے کو دے سکوں۔ انہوں نے رقم دینے کا وعدہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر تم سمندر پار مارے گئے تو تمہارے کنبے کو اتنی زیادہ رقم دی جائے گی کہ ساری عمر کے لیے وہ کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔"

اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا — "یہ دو میرے ساتھ قید خانے میں تھے۔ انہوں نے بھی اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ ہم سے سینکڑوں باتیں پوچھی گئیں۔ ہم تینوں نے انہیں یقین دلا دیا کہ ہم اپنی قوم اور اپنے مذہب کو

دھوکہ نہیں دیں گے۔ میں نے دراصل اپنے کنبے کے لیئے اپنی جان فروخت کردی ہے۔ قید خانے سے نکالنے سے پہلے ایک پادری نے ہمیں بتایا کہ مسلمانوں کا قتل تمام گناہ بخشوا دیتا ہے اور عیسائی لڑکیوں کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کراؤ گے تو سیدھے جنت میں جاؤ گے۔ میں نے پادری سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے جو جواب دیا اس سے میری تسلّی نہ ہوئی۔ میں نے صلیب پر ہاتھ رکھ کر حلف اُٹھایا۔ ہمیں باہر نکالا گیا۔ مجھے میرے گھر لے گئے۔ میرے گھر والوں کو انہوں نے بہت سی رقم دی۔ میں مطمئن ہوگیا۔ اب میرے دوستو! مجھے اپنا حلف پورا کرنا ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرا خدا کہاں ہے۔ کیا ایک مسلمان بادشاہ کو قتل کرکے خدا نظر آجائے گا؟"

"تم پاگل ہو" کمانڈر نے کہا۔ "تم نے جتنی باتیں کی ہیں ان میں مجھے عقل کی ذرا سی بُو بھی نہیں آئی۔"

"اس نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں" اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ "میں اس کا ساتھ دوں گا۔"

"مجھے ایک لڑکی کی ضرورت ہے" میگنانا ماریوس نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میں لڑکی کی جان اور عزت کا ذمہ دار ہوں۔ لڑکی کے بغیر میں صلاح الدین ایوبی تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ میں جب سے آیا ہوں سوچ رہا ہوں کہ صلاح الدین ایوبی کے ساتھ تنہائی میں کس طرح مل سکتا ہوں۔"

موبی اُٹھ کر اس کے ساتھ جا کھڑی ہوئی اور بولی۔ "میں اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"ہم تمہیں بڑی مشکل سے آزاد کرا کے لائے ہیں موبی!" کمانڈر نے کہا۔ "میں تمہیں ایسی خطرناک مہم پر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"مجھے اپنی عصمت کا انتقام لینا ہے" موبی نے کہا۔ "میں صلاح الدین ایوبی کی خواب گاہ میں آسانی سے داخل ہوسکتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ مسلمان کا رتبہ جتنا اونچا ہوتا ہے وہ خوبصورت لڑکیوں کا اتنا ہی زیادہ شیدائی ہوجاتا ہے۔ صلاح الدین ایوبی کو مرنے تک نہ ہوگا کہ وہ اپنی زندگی میں آخری لڑکی دیکھ رہا ہے۔"

بہت دیر کی بحث اور تکرار کے بعد میگنانا ماریوس اپنے ایک ساتھی اور موبی کے ساتھ اپنی پارٹی سے رخصت ہوا۔ سب نے انہیں دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا۔

انہوں نے دو اونٹ لیے۔ ایک پر موبی سوار ہوئی اور دوسرے پر دونوں مرد۔ اُن کے پاس مصر کے سکے تھے اور سونے کی اشرفیاں بھی۔ دونوں مردوں نے چغے اوڑھ لیے تھے۔ میگنانا ماریوس کی داڑھی خاصی لمبی ہوگئی تھی۔ قید خانے میں دھوپ میں مشقت کرکرکے اس کا رنگ اٹلی کے باشندوں کی طرح گورا نہیں رہا تھا۔ سیاہی مائل ہوگیا تھا۔ اس سے اس پر یہ شک نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ یورپی ہے۔ بھیس بدلنے کے لیے انہیں کپڑے دے کر بھیجا گیا تھا۔ مگر ایک رکاوٹ تھی جس کا بظاہر کوئی علاج نہیں تھا۔ وہ یہ کہ میگنانا ماریوس اٹلی کی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتا تھا۔ موبی مصر کی زبان بول سکتی تھی۔ دوسرا جو آدمی ان کے ساتھ گیا تھا وہ بھی مصر کی زبان نہیں جانتا تھا۔ انہیں اس کا کوئی علاج کرنا تھا۔

وہ رات کو ہی چل پڑے۔ موبی راستے سے واقف ہوچکی تھی۔ وہ قاہرہ سے ہی آئی تھی۔ میگنانا ماریوس نے اس پر بھی ایک چغہ ڈال دیا اور اس کے سر پر دوپٹے کی طرح چادر اوڑھا دی۔

☆

صبح کی روشنی میں سلطان ایوبی کے اُن سواروں کا دستہ جو اُن کے تعاقب میں گیا تھا گھوڑوں کے کھُرے دیکھ کر روانہ ہوگیا۔ یہ بہت سے گھوڑوں کے نشان تھے جو چھپ ہی نہیں سکتے تھے۔ صبح سے پہلے صلیبیوں کی پارٹی لڑکیوں کو ساتھ لے کر چل پڑی۔ اُن کی رفتار خاصی تیز تھی۔ ان کے تعاقب میں جانے والوں کا سفر رک گیا کیونکہ رات کے وقت وہ زمین کو نہیں دیکھ سکتے تھے مگر صلیبیوں نے سفر جاری رکھا۔ وہ آدھی رات کے وقت پڑاؤ کرنا چاہتے تھے، وہ بہت جلدی میں تھے۔

صبح کے دھندلکے میں صلیبی جو آدھی رات کے وقت رُکے تھے چل پڑے۔ اُن کے تعاقب میں جانے والوں کی پارٹی صبح کی روشنی میں روانہ ہوئی۔ میگنانا ماریوس نے عقل مندی کی تھی کہ وہ اونٹوں پر گیا تھا۔ اونٹ بھوک اور پیاس کی پروا نہیں کرتا۔ رُکے بغیر گھوڑے کی نسبت بہت زیادہ سفر کرلیتا ہے۔ اس سے میگنانا ماریوس کا سفر تیزی سے طے ہو رہا تھا۔

سورج غروب ہونے میں ابھی بہت دیر تھی جب انہیں لاشیں نظر آئیں۔ علی

بن سفیان کے نائب نے بالیان کی لاش پہچان لی۔ اُس کا چہرہ سلامت تھا۔ اُس کے قریب اس کے چھ دوستوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ گدھوں اور درندوں نے زیادہ تر گوشت کھا لیا تھا۔ سوار حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ خون بتاتا تھا کہ انہیں مرے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے۔ اگر یہ بغاوت کی رات مرے ہوتے تو خون کا نشان نہ ہوتا اور اُن کی صرف ہڈیاں رہ جاتیں۔ یہ ایک معمہ تھا جسے کوئی نہ سمجھ سکا۔ وہاں سے پھر گھوڑوں کے نشان چلے۔ سواروں نے گھوڑے دوڑا دیئے۔ نصف میل تک گئے تو اونٹوں کے پاؤں کے نشان بھی نظر آئے۔ وہ بڑھتے ہی چلے گئے۔ سورج غروب ہوا تو بھی نہیں رُکے کیونکہ اب مٹی کے اونچے نیچے ٹیلوں کا علاقہ شروع ہوگیا تھا جس میں ایک راستہ بل کھاتا ہُوا گزرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں سے گزرنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

صلیبی اسی راستے سے گزرے تھے اور بحیرۂ روم کی طرف چلے جا رہے تھے۔ ٹیلوں کا علاقہ دُور تک پھیلا ہُوا تھا۔ وہاں سے تعاقب کرنے والے نکلے تو رک گئے کیونکہ آگے ریتلا میدان آگیا تھا۔

صبح کے وقت چلے تو کسی نے کہا کہ سمندر کی ہوا آنے لگی ہے۔ سمندر دُور نہیں تھا مگر صلیبی ابھی تک نظر نہیں آئے تھے۔ راستے میں ایک جگہ کھانے کے بچے کھچے ٹکڑوں سے پتہ چلا کہ رات یہاں کچھ لوگ رُکے تھے۔ گھوڑے بھی یہاں باندھے گئے تھے۔ پھر یہ گھوڑے وہاں سے چلے۔ زمین کو دیکھ کر تعاقب کرنے والوں نے گھوڑوں کو ایڑیں لگا دیں۔ سورج اپنا سفر طے کرتا گیا اور آگے نکل گیا۔ گھوڑوں کو ایک جگہ آرام دیا گیا۔ پانی پلایا اور یہ دستہ روانہ ہوگیا۔ سمندر کی ہوائیں تیز ہوگئی تھیں اور ان میں سمندر کی بُو صاف محسوس ہوتی تھی۔ پھر ساحل کی چٹانیں نظر آنے لگیں۔ زمین بتا رہی تھی کہ گھوڑے آگے آگے جا رہے ہیں اور یہ بے شمار گھوڑے ہیں۔

ساحل کی چٹانیں گھوڑوں کی رفتار سے قریب آ رہی تھیں۔ تعاقب کرنے والوں کو ایک چٹان پر دو آدمی نظر آئے، وہ اس طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ تیزی سے سمندر کی طرف اتر گئے۔ گھوڑے اور تیز ہوگئے۔ چٹانوں کے قریب گئے تو انہیں گھوڑے روکنے پڑے کیونکہ کئی جگہوں سے چٹانوں کے پیچھے جایا جا سکتا تھا۔ ایک آدمی کو چٹان پر چڑھ کر آگے دیکھنے کو بھیجا گیا۔ وہ آدمی گھوڑے سے اُتر کر دوڑتا گیا اور ایک چٹان پر چڑھنے لگا۔ اوپر جا کر اس نے لیٹ

کر دوسری طرف دیکھا اور پیچھے ہٹ آیا۔ وہیں سے اس نے سواروں کو اشارہ کیا کہ پیدل آؤ۔ سوار گھوڑوں سے اترے اور دوڑتے ہوئے چٹان تک گئے۔ سب سے پہلے علی بن سفیان کا نائب اوپر گیا۔ اس نے آگے دیکھا اور دوڑ کر نیچے اترا۔ اس نے اپنے دستے کو بکھیر دیا اور انہیں مختلف جگہوں پر جانے کو کہا۔

دوسری طرف سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ صلیبی وہاں موجود تھے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں سمندر چٹانوں کو کاٹ کر اندر آجاتا تھا۔ اس پارٹی نے اپنی کشتی وہاں باندھی تھی۔ وہ گھوڑوں سے اتر کر کشتی میں سوار ہو رہے تھے۔ کشتی بہت بڑی تھی۔ لڑکیاں کشتی میں سوار ہو چکی تھیں۔ گھوڑے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اچانک اُن پر تیر برسنے لگے۔ تمام کو ہلاک نہیں کرنا تھا۔ انہیں زندہ پکڑنا تھا۔ بہت سے کشتی میں کود گئے اور کشتی کے چپو مارنے لگے۔ پیچھے جو رہ گئے وہ تیروں کا نشانہ بن گئے تھے۔ کشتی میں جانے والوں کو للکارا گیا مگر وہ نہ رُکے۔ وہاں سمندر گہرا تھا۔ کشتی آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ اِدھر سے اشارے پر تیر اندازوں نے کشتی پر تیر برسا دیئے۔ چپوؤں کی حرکت بند ہو گئی۔ تیروں کی دوسری باڑ گئی پھر تیسری اور چوتھی باڑ لاشوں میں پیوست ہو گئی۔ اُن میں اب کوئی بھی زندہ نہ تھا۔ کشتی وہیں ڈولنے لگی۔ سمندر کی موجیں ساحل کی طرف آتیں اور چٹانوں سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی تھیں۔ ذرا سی دیر میں کشتی ساحل پر واپس آگئی۔ سواروں نے نیچے جا کر کشتی پکڑ لی۔ وہاں صرف لاشیں تھیں۔ لڑکیاں بھی مر چکی تھیں۔ بعض کو دو دو تیر لگے تھے۔

کشتی کو باندھ دیا گیا اور سواروں کا دستہ محاذ کی طرف روانہ ہو گیا۔ کیمپ دُور نہیں تھا۔

میگنانا ماریوس قاہرہ کی ایک سرائے میں قیام پذیر تھا۔ اس سرائے کا ایک حصہ عام اور کمتر مسافروں کے لیے تھا اور دوسرا حصہ امراء اور اونچی حیثیت کے مسافروں کے لیے۔ اس حصے میں دولت مند تاجر بھی قیام کیا کرتے تھے۔ اُن کے لیے شراب اور ناچنے گانے والیاں بھی مہیا کی جاتی تھیں۔ میگنانا ماریوس اسی خاص حصے میں ٹھہرا۔ موبی کو اُس نے اپنی بیوی بتایا اور اپنے ساتھی کو معتمد ملازم۔ موبی کی خوبصورتی اور جوانی نے سرائے والوں پر میگنانا ماریوس کا رعب طاری کر دیا۔

ایسی حسین اور جوان بیوی کسی بڑے دولت مند ہی کی ہو سکتی تھی۔ سرائے والوں نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی۔ موبی نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے صلاح الدین ایوبی کے گھر اور دفتر کے متعلق معلومات حاصل کر لیں۔ اس نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ سلطان ایوبی نے سوڈانیوں کو معافی دے دی ہے اور سوڈانی فوج توڑ دی ہے۔ اسے یہ بھی پتہ چل گیا کہ سوڈانی سالاروں اور کمانداروں وغیرہ کے حرم خالی کر دیئے گئے ہیں اور یہ بھی کہ انہیں زرعی زمینیں دی جا رہی ہیں۔

یہ میگنانا ماریوس کی غیر معمولی دلیری تھی یا غیر معمولی حماقت کہ وہ اس ملک کی زبان تک نہیں جانتا تھا۔ پھر بھی اتنے خطرناک مشن پر آ گیا تھا۔ اُسے اس قسم کے قتل کی اور اتنے بڑے رتبے کے انسان تک رسائی حاصل کرنے کی کوئی ٹریننگ نہیں دی گئی تھی۔ وہ ذہنی لحاظ سے انتشار اور خلفشار کا مریض تھا۔ پھر بھی وہ صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنے آیا جس کے ارد گرد محافظوں کا پورا دستہ موجود رہتا تھا۔ اس کے دستے کے کمانڈر نے اسے کہا تھا کہ تم پاگل ہو، تم نے جتنی باتیں کی ہیں ان میں مجھے ذرا سی بھی عقل کی بُو نہیں آئی۔ بظاہر میگنانا ماریوس پاگل ہی تھا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بڑے آدمیوں کو قتل کرنے والے عموماً پاگل ہوتے ہیں۔ اگر پاگل نہیں تو اُن کے ذہنی توازن میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہوتی ہے۔ یہی کیفیت اٹلی کے اس سزا یافتہ آدمی کی تھی۔ اس کے پاس ایک ہتھیار ایسا تھا جو ڈھال کا کام بھی دے سکتا تھا۔ یہ تھی موبی۔ موبی مصر کی صرف زبان ہی نہیں جانتی تھی بلکہ اُسے اور اس کی مری ہوئی چھ ساتھی لڑکیوں کو مصری اور عربی مسلمانوں کے رہن سہن، تہذیب و تمدّن اور دیگر معاشرتی اونچ نیچ کے متعلق لمبے عرصے کے لیے ٹریننگ دی گئی تھی۔ وہ مسلمان مردوں کی نفسیات سے بھی واقف تھی۔ اداکاری کی ماہر تھی اور سب سے بڑی خوبی یہ کہ وہ مردوں کو انگلیوں پر نچانا اور بوقتِ ضرورت اپنا پورا جسم ننگا کر کے کسی مرد کو پیش کرنا بھی جانتی تھی۔

یہ تو کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ بند کمرے میں میگنانا ماریوس، موبی اور ان کے ساتھی نے کیا باتیں کیں اور کیا منصوبہ بنایا۔ البتہ ایسا ثبوت پرانی تحریروں میں ملتا ہے کہ تین چار روز سرائے میں قیام کے بعد میگنانا ماریوس باہر نکلا، تو

اس کی داڑھی دھلی دھلائی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ سوڈانیوں کی طرح گہرا بادامی تھا جو مصنوعی ہو سکتا تھا لیکن مصنوعی لگتا نہیں تھا۔ اس نے معمولی قسم کا چغہ اور سر پر معمولی قسم کا رومال اور عمامہ باندھ رکھا تھا۔ موبی سر سے پاؤں تک سیاہ برقعہ نما لبادے میں تھی اور اس کے چہرے پر باریک نقاب اس طرح پڑا تھا کہ ہونٹ اور ٹھوڑی ڈھکی ہوئی تھی۔ پیشانی تک چہرہ ننگا تھا۔ پیشانی پر اس کے بھورے ریشمی بال پڑے ہوئے تھے اور اس کا حسن ایسا نکھرا ہوا تھا کہ راہ جاتے لوگ رک کر دیکھنے لگتے تھے۔ ان کا ساتھی معمولی سے لباس میں تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ نوکر ہے۔ سرائے کے باہر دو نہایت اعلیٰ نسل کے گھوڑے کھڑے تھے۔ یہ سرائے والوں نے میگنانا ماریوس کے لیے اجرت پر منگوائے تھے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ سیر کے لیے جانا چاہتا ہے۔ میگنانا ماریوس اور موبی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور جب گھوڑے چلے تو ان کا ساتھی نوکروں کی طرح پیچھے پیچھے چل پڑا۔

صلاح الدین ایوبی اپنے نائبین کو سامنے بٹھائے سوڈانیوں کے متعلق احکامات دے رہا تھا۔ وہ یہ کام بہت جلدی ختم کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ سلطان زنگی کی بھیجی ہوئی فوج، مصر کی نئی فوج اور وفادار سوڈانیوں کو ساتھ ملا کر ایک فوج بنائے گا اور فوری طور پر یروشلم پر چڑھائی کرے گا۔ بحیرۂ روم کی شکست کے بعد جب کہ سلطان زنگی نے فرینکوں کو بھی شکست دے دی تھی، ایک لمبے عرصے تک صلیبیوں کے سنبھلنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی سلطان ایوبی ان سے یروشلم چھین لینے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ اس سے پہلے وہ سوڈانیوں کو زمینوں پر آباد کر دینا چاہتا تھا تاکہ کھیتی باڑی میں الجھ جائیں اور ان کی بغاوت کا امکان نہ رہے۔

نئی فوج کی تنظیم نو اور ہزارہا سوڈانیوں کو زمینوں پر آباد کرنے کا کام آسان نہیں تھا۔ ان دونوں کاموں میں خطرہ یہ تھا کہ سلطان ایوبی کی فوج اور اپنی انتظامیہ میں ایسے اعلیٰ افسر موجود تھے جو اسے مصر کی امارت کے سربراہ کی حیثیت سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ سوڈانیوں کی فوج کو توڑ کر بھی سلطان ایوبی نے اپنے خلاف خطرہ پیدا کر لیا تھا۔ اس فوج کے چند ایک اعلیٰ حکام زندہ تھے۔ انہوں نے سلطان کی

اطاعت قبول کر لی تھی مگر علی بن سفیان کی انٹیلی جنس بتا رہی تھی کہ بغاوت کی جڑ میں ابھی کچھ چنگاریاں موجود ہیں۔

انٹیلی جنس کی رپورٹ یہ بھی تھی کہ ان باغی سربراہوں کو اپنی شکست کا اتنا افسوس نہیں جتنا صلیبیوں کی شکست کا غم ہے کیونکہ وہ بغاوت دب جانے کے بعد بھی صلیبیوں سے مدد لینا چاہتے تھے اور مصر کی انتظامیہ اور فوج کے دو تین اعلیٰ حکام کو سوڈانیوں کی شکست کا افسوس تھا کیونکہ وہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ صلاح الدین ایوبی مارا جائے گا یا بھاگ جائے گا۔ یہ ایمان فروشوں کا ٹولہ تھا، لیکن سلطان ایوبی کا ایمان مضبوط تھا۔ اس نے مخالفین سے واقف ہوتے ہوئے بھی اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ اُن کے ساتھ نرمی سے اور خلوص سے پیش آتا رہا۔ کسی محفل میں اُس نے ان کے خلاف کوئی بات نہ کی اور جب کبھی اس نے ماتحتوں سے اور فوج سے خطاب کیا تو ایسے الفاظ کبھی نہ کہے، کہ میں اپنے مخالفین کو مزہ چکھا دوں گا۔ کبھی دھمکی آمیز یا طنزیہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ البتہ ایسے الفاظ اکثر اس کے منہ سے نکلتے تھے ۔" اگر کسی ساتھی کو ایمان بیچتا دیکھو تو اُسے روکو۔ اسے یاد دلاؤ کہ وہ مسلمان ہے اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کرو تاکہ وہ دشمن کے اثر سے آزاد ہو جائے "۔۔۔ لیکن درپردہ وہ مخالفین کی سرگرمیوں سے باخبر رہتا تھا۔ علی بن سفیان کا محکمہ بہت ہی زیادہ مصروف ہو گیا تھا۔ سلطان ایوبی کو زیرِ زمین سیاست کی اطلاعیں باقاعدگی سے دی جا رہی تھیں۔

اب اس محکمے کی ذمہ داری اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ محافظوں اور شتربانوں کے قتل کی اطلاع بھی قاہرہ آ چکی تھی۔ اس سے پہلے جاسوسوں کا گروہ جس میں لڑکیاں بھی تھیں، محافظوں سے نامعلوم افراد نے آزاد کرا لیا تھا۔ ان دو واقعات نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ملک میں صلیبی جاسوس اور چھاپہ مار موجود ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ انہیں یہاں کے باشندوں کی پشت پناہی اور پناہ حاصل ہے۔ ابھی یہ اطلاع نہیں پہنچی تھی کہ چھاپہ ماروں اور لڑکیوں کو عین اس وقت ختم کر دیا گیا ہے جب وہ کشتی میں سوار ہو رہے تھے۔ چھاپہ ماروں کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے فوج کے دو دستے سارے علاقے میں گشت کے لیے گزشتہ شام روانہ کر دیئے گئے اور انٹیلی جنس کے نظام کو اور زیادہ وسیع کر دیا گیا تھا۔

صلاح الدین ایوبی قدرے پریشان بھی تھا۔ وہ کیا عزم لے کے مصر میں آیا تھا اور اب سلطنتِ اسلامیہ کے استحکام اور وسعت کے لیے اس نے کیا کیا منصوبے بنائے تھے مگر اُس کے خلاف زمین کے اوپر سے بھی اور زمین کے نیچے سے بھی ایسا طوفان اٹھا تھا کہ اس کے منصوبے لرزنے لگے تھے۔ اُسے پریشانی یہ تھی کہ مسلمان کی تلوار مسلمان کی گردن پر لٹک رہی تھی۔ ایمان کا نیلام ہونے لگا تھا۔ سلطنتِ اسلامیہ کی خلافت بھی سازشوں کے جال میں اُلجھ کر سازشوں کا حصہ اور آلۂ کار بن گئی تھی۔ زن اور زر نے عرب کی سرزمین کو ہلا ڈالا تھا۔ سلطان ایوبی اس سے بھی بے خبر نہیں تھا کہ اسے قتل کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں لیکن اس پر وہ کبھی پریشان نہیں ہوا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ میری جان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی ذاتِ باری کو جب زمین پر میرا وجود بیکار لگے گا تو مجھے اٹھا لے گا۔ لہٰذا اس نے اپنے طور پر اپنی حفاظت کا کبھی فکر نہیں کیا تھا۔ یہ تو اُس کی فوجی انتظامیہ کا بندوبست تھا کہ اس کے گرد محافظوں کے دستے اور انٹیلی جنس کے آدمی موجود رہتے تھے اور علی بن سفیان تو اس معاملے میں بہت چوکس تھا۔ ایک تو یہ اُس کی ڈیوٹی تھی، دوسرے یہ کہ وہ سلطان ایوبی کو اگر پیغمبر نہیں تو اپنا پیر و مُرشد ضرور سمجھتا تھا۔

اس روز سلطان ایوبی نائبین کو احکامات اور ہدایات دے رہا تھا جب دو گھوڑے اس کے محافظ دستے کی بنائی ہوئی حد پر رُکے۔ انہیں محافظوں کے کمانڈر نے روک لیا تھا۔ سوار میگنانا ماریوس اور موبی تھے۔ وہ گھوڑوں سے اُترے تو گھوڑوں کی باگیں ان کے ساتھی نے تھام لیں۔ موبی نے کمانڈر سے کہا کہ وہ اپنے باپ کو ساتھ لائی ہے۔ سلطان ایوبی سے ملنا ہے۔ کمانڈر نے میگنانا ماریوس سے بات کی اور ملاقات کی وجہ پوچھی۔ میگنانا ماریوس نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ وہ یہ زبان سمجھتا ہی نہیں تھا۔ موبی نے اپنا نام اسلامی بتایا تھا۔ اس نے کمانڈر سے کہا ــــ "اس سے بات کرنا بیکار ہے۔ یہ گونگا اور بہرہ ہے .... ملاقات کا مقصد ہم سلطان کو یا اس کے کسی بڑے افسر کو بتائیں گے۔"

علی بن سفیان باہر ٹہل رہا تھا۔ اس نے میگنانا ماریوس اور موبی کو دیکھا تو ان کے پاس آگیا۔ اس نے اسلام وعلیکم کہا تو موبی نے وعلیکم السلام

کمانڈر نے اسے بتایا کہ یہ سلطان سے ملنا چاہتے ہیں۔ علی بن سفیان نے میگنا ناما۔ لیوس سے ملاقات کی وجہ پوچھی تو موبی نے اسے بھی کہا کہ یہ میرا باپ ہے، گونگا اور بہرہ ہے۔ علی بن سفیان نے انہیں بتایا کہ سلطان ابھی بہت مصروف ہیں۔ فارغ ہو جائیں گے تو اُن سے ملاقات کا وقت لیا جائے گا۔ اس نے کہا ــــ "آپ ملاقات کا مقصد بتائیں۔ ہو سکتا ہے آپ کا کام سلطان سے ملے بغیر ہو جائے۔ سلطان چھوٹی چھوٹی شکائتوں کے لیے ملاقات کا وقت نہیں نکال سکتے۔ متعلقہ محکمہ از خود ہی شکایت رفع کر دیا کرتا ہے۔"

"کیا سلطان ایوبی اسلام کی ایک مظلوم بیٹی کی فریاد سننے کے لیے وقت نہیں نکال سکیں گے؟" ــــ موبی نے کہا ــــ "مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ میں انہی سے کہوں گی۔"

"مجھے بتائے بغیر آپ سلطان سے نہیں مل سکیں گی" ــــ علی بن سفیان نے کہا۔ "میں سلطان تک آپ کی فریاد پہنچاؤں گا۔ وہ ضروری سمجھیں گے تو آپ کو اندر بلائیں گے" ــــ علی بن سفیان انہیں اپنے کمرے میں لے گیا۔

موبی نے شمالی علاقے کے کسی قصبے کا نام لے کر کہا ــــ "دو سال گزرے سوڈانی فوج وہاں سے گزری۔ میں بھی لڑکیوں کے ساتھ فوج دیکھنے کے لیے باہر آ گئی۔ ایک کمانڈر نے اپنا گھوڑا موڑا اور میرے پاس آ کر میرا نام پوچھا۔ میں نے بتایا تو اس نے میرے باپ کو بلایا۔ اسے پرے لے جا کر کوئی بات کی۔ کسی نے کمانڈر سے کہا کہ یہ گونگا اور بہرہ ہے۔ کمانڈر چلا گیا۔ شام کے بعد چار سوڈانی فوجی ہمارے گھر آئے اور مجھے زبردستی اٹھا کر لے گئے اور کمانڈر کے حوالے کر دیا۔ اس کا نام بالیان ہے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے آیا اور حرم میں رکھ لیا۔ اُس کے پاس چار اور لڑکیاں تھیں۔ میں نے اسے کہا کہ میرے ساتھ باقاعدہ شادی کرے لیکن اس نے مجھے شادی کے بغیر ہی بیوی بنائے رکھا۔ دو سال اس نے مجھے اپنے پاس رکھا۔ سوڈانی فوج نے بغاوت کی تو بالیان چلا گیا۔ معلوم نہیں مارا گیا ہے یا قید میں ہے۔ آپ کی فوج اس کے گھر میں آئی اور ہم سب لڑکیوں کو یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا کہ تم سب آزاد ہو۔۔۔۔

میں اپنے گھر چلی گئی۔ میرے باپ نے شادی کرنی چاہی تو سب نے مجھے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ حرم کی چھوڑی ہوئی ہڈی ہے۔ وہاں لوگوں

نے میرا جینا حرام کر دیا ہے۔ ہم سرائے میں ٹھہرے ہیں۔ سنا تھا کہ سلطان سوڈانیوں کو زمینیں اور مکان دے رہے ہیں۔ مجھے آپ بالیان کی داشتہ یا اس کی بیوی سمجھ کر یہاں زمین اور مکان دے دیں تاکہ میں اس قصبے سے نکل آؤں۔ ورنہ میں خودکشی کر لوں گی یا گھر سے بھاگ کر کہیں طوائف بن جاؤں گی۔"

"اگر آپ کو زمین سلطان سے ملے بغیر مل جائے تو سلطان سے ملنے کی کیا ضرورت ہے؟" — علی بن سفیان نے کہا۔

"ہاں!" — موبی نے کہا — "پھر بھی ملنے کی ضرورت ہے۔ اسے آپ عقیدت بھی کہہ سکتے ہیں۔ میں سلطان کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اس کی سلطنت میں عورت کھلونا بنی ہوئی ہے۔ دولت مندوں اور حاکموں کے ہاں شادی کا رواج ختم ہو گیا ہے۔ خدا کے لیے عورت کی عصمت کو بچاؤ اور عورت کی عظمت بحال کرو۔ سلطان سے یہ کہہ کر شاید میرے دل کو سکون آ جائے گا۔"

میگنانا ماریوس اس طرح خاموش بیٹھا رہا جیسے اس کے کان میں کوئی بات نہیں پڑ رہی۔ علی بن سفیان نے موبی سے کہا کہ سلطان کو اجلاس سے فارغ ہونے دیں پھر ان سے ملاقات کی اجازت لی جائے گی۔ یہ کہہ کر علی بن سفیان باہر نکل گیا۔ وہ بہت دیر بعد آیا اور کہا کہ وہ سلطان سے اجازت لینے جا رہا ہے۔ وہ سلطان ایوبی کے کمرے میں چلا گیا اور خاصی دیر بعد آیا۔ اس نے موبی سے کہا کہ اپنے باپ کو سلطان کے پاس لے جاؤ۔ اس نے انہیں سلطان ایوبی کا کمرہ دکھا دیا۔ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دونوں نے باہر کی طرف دیکھا۔ وہ غالباً قتل کے بعد وہاں سے نکلنے کا راستہ دیکھ رہے تھے۔

☆

سلطان کمرے میں اکیلا تھا۔ اس نے دونوں کو بٹھایا اور موبی سے پوچھا۔ "کیا تمہارا باپ پیدائشی گونگا اور بہرہ ہے؟"

"ہاں سلطانِ محترم!" — موبی نے جواب دیا — "یہ اس کا پیدائشی نقص ہے۔"

سلطان ایوبی بیٹھا نہیں، کمرے میں ٹہلتا رہا اور بولا — "میں نے تمہاری شکایت اور مطالبہ سن لیا ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ میں تمہیں یہاں زمین بھی دوں گا اور مکان بھی بنوا دوں گا۔ سنا ہے تم کچھ اور بھی مجھ سے کہنا چاہتی ہو۔"

"اللہ آپ کا اقبال بلند کرے!" — موبی نے کہا — "آپ کو بتا دیا گیا ہوگا کہ میرے ساتھ کوئی آدمی شادی نہیں کرتا۔ لوگ مجھے حرم کی چھوڑی ہوئی بیٹی، فاحشہ اور بدکار کہتے ہیں اور میرے باپ کو کہتے ہیں کہ اس نے بیٹی بیچ ڈالی تھی۔ آپ مجھے زمین اور مکان تو دے دیں گے لیکن مجھے ایک خاوند کی ضرورت ہے جو میری عزت کی رکھوالی کرے ...." اس نے جھجک کر کہا — "میں ایسی بات کہنے کی جرأت نہیں کر سکتی لیکن اپنی ماں کی عرضداشت آپ تک پہنچانا چاہتی ہوں کہ آپ اگر میری شادی نہیں کرا سکتے تو مجھے اپنے حرم میں رکھ لیں۔ آپ میری عمر، میری شکل و صورت اور میرا جسم دیکھیں۔ کیا میں آپ کے قابل نہیں ہوں؟" یہ کہہ کر اس نے میگنانا ماریوس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا اور سلطان ایوبی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ اشارہ شاید پہلے سے طے شدہ تھا۔ میگنانا ماریوس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سلطان ایوبی کی طرف کیے اور پھر موبی کے ہاتھ پکڑ کر سلطان ایوبی کی طرف بڑھائے جیسے وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میری بیٹی کو قبول کر لو۔

"میرا کوئی حرم نہیں لڑکی!" — سلطان ایوبی نے کہا — "میں ملک سے حرم قحبہ خانے اور شراب ختم کر رہا ہوں" — بات کرتے کرتے اس نے اپنی جیب سے ایک سکہ نکالا اور ہاتھ میں اچھالنے لگا۔ اس نے کہا — "میں عورت کی عزت کا محافظ بننا چاہتا ہوں" — یہ کہتے کہتے وہ دونوں کی بیٹھ پیچھے چلا گیا اور سکہ ہاتھ سے گرا دیا۔ ٹن کی آواز آئی تو میگنانا ماریوس نے چونک کر پیچھے دیکھا اور پھر فوراً ہی سامنے دیکھنے لگا۔

صلاح الدین ایوبی نے تیزی سے اپنے کمر بند سے ایک لمبا خنجر نکال کر اس کی نوک میگنانا ماریوس کی گردن پر رکھ دی اور موبی سے کہا۔

"یہ شخص میری زبان نہیں سمجھتا۔ اسے کہو کہ اپنے ہاتھ سے اپنا ہتھیار پھینک دے۔ اس نے ذرا سی پس و پیش کی تو یہاں سے تم دونوں کی لاشیں اٹھائی جائیں گی۔"

موبی کی آنکھیں حیرت اور خوف سے کھل گئیں۔ اس نے اداکاری کا کمال دکھانے کی کوشش کی اور کہا — "میرے باپ کو ڈرا دھمکا کر آپ مجھ پر کیوں قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو خود ہی اپنے آپ کو پیش کر رہی ہوں۔"

"تم جب محاذ پر میرے سامنے آئی تھیں تو تم میری زبان نہیں بولتی تھیں۔" سلطان ایوبی نے کہا اور خنجر کی نوک میگنانا ماریوس کی گردن پر رکھے رکھی۔ اس نے کہا۔ "کیا تم اتنی جلدی یہاں کی زبان بولنے لگی ہو؟ .... اسے کہو ہتھیار فوراً باہر نکال دے۔"

موبی نے اپنی زبان میں میگنانا ماریوس سے کچھ کہا تو اس نے چغے کے اندر ہاتھ ڈال کر خنجر باہر نکالا جو اتنا ہی لمبا تھا جتنا سلطان ایوبی کا تھا۔ سلطان نے اس کے ہاتھ سے خنجر لے لیا اور اپنا خنجر اس کی گردن سے ہٹا کر کہا ــــ "باقی چھ لڑکیاں کہاں ہیں؟"

"آپ نے مجھے پہچاننے میں غلطی کی ہے" ــــ موبی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرے ساتھ اور کوئی لڑکی نہیں ہے۔ آپ کون سی چھ لڑکیوں کی بات کر رہے ہیں؟"

"مجھے خدا نے آنکھیں دی ہیں" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "اور خدا نے مجھے ذہن بھی دیا ہے جس میں وہ چہرے نقش ہو جاتے ہیں جنہیں ایک بار آنکھ دیکھ لیتی ہے۔ تمہارا چہرہ جو آدھا نقاب میں ہے میں نے پہلے بھی دیکھا ہے... تمہیں اور تمہارے اس ساتھی کو خدا نے اتنا ناقص ذہن دیا ہے کہ جس کام کے لیے تم آئے تھے تم اس قابل نہیں۔ سرائے میں تم دونوں خاوند اور بیوی تھے۔ یہاں آکر تم باپ اور بیٹی بن گئے مگر تم ہو کچھ بھی نہیں اور تمہارا ایک ساتھی باہر گھوڑوں کے پاس کھڑا ہے وہ تمہارا نوکر نہیں۔ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

یہ کمال علی بن سفیان کا تھا۔ اسے موبی نے بتایا تھا کہ وہ سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ ان دونوں کو اپنے کمرے میں بٹھا کر باہر نکل گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرائے میں چلا گیا تھا۔ سرائے والوں سے اس نے ان کے حلیے بتا کر پوچھا تو اسے بتایا گیا تھا کہ وہ میاں بیوی ہیں اور ان کے ساتھ ان کا نوکر ہے۔ اسے یہ بھی بتایا گیا کہ انہوں نے بازار سے کچھ کپڑے بھی خریدے تھے جن میں لڑکی کا برقعہ نما چغہ اور جوتے بھی تھے۔ انہوں نے علی بن سفیان سے کہا تھا کہ وہ میاں بیوی ہیں۔ اس نے اور کوئی تفتیش نہیں کی۔ ان کے کمرے کا تالا توڑ کر ان کے سامان کی تلاشی لی۔ اس سے چند ایسی اشیاء برآمد ہوئیں جنہوں نے شک کو یقین میں بدل دیا۔ علی بن سفیان سمجھ گیا کہ سلطان ایوبی سے ان کا تنہائی میں ملنے کا مطلب کیا ہو سکتا

ہے۔ اس نے ان کے گھوڑے دیکھے تھے۔ اعلیٰ نسل کے تیز رفتار گھوڑے تھے سرائے والے سے ان کے گھوڑوں کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ یہ تینوں مسافر اونٹوں پر آئے تھے اور یہ گھوڑے لڑکی نے یہ کہہ کر منگوائے تھے کہ نہایت اچھے ہوں اور تیز رفتار ہوں۔ سرائے والے نے یہ بھی بتایا تھا کہ لڑکی کا خاوند گونگا ہے اور نوکر بھی گونگا معلوم ہوتا ہے۔ وہ کسی سے بات نہیں کرتا۔ دراصل وہ بھی یہاں کی زبان نہیں جانتا تھا۔

علی بن سفیان نے واپس آکر دیکھا کہ اجلاس ختم ہوگیا ہے تو وہ سلطان ایوبی کے پاس چلا گیا۔ اسے ان کے متعلق بتایا اور وہ کہانی بھی سنائی جو لڑکی نے اسے سنائی تھی۔ پھر سرائے سے جو معلومات اس نے حاصل کی تھیں اور ان کے سامان سے جو مشکوک چیزیں برآمد کی تھیں وہ دکھائیں اور اپنی رائے یہ دی کہ آپ کو قتل کرنے آئے ہیں۔ آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ منصوبہ بنایا ہوگا کہ آپ کو قتل کرکے نکل جائیں گے۔ جتنی دیر میں کسی کو پتہ چلے گا اتنی دیر میں وہ تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوکر شہر سے دور جا چکے ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ آپ کو اتنی خوبصورت لڑکی کے چکر میں ڈال کر خواب گاہ میں قتل کرنا چاہتے ہوں۔

سلطان ایوبی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کہا۔۔۔ "انہیں ابھی گرفتار نہ کرو۔ میرے پاس بھیج دو۔"

علی بن سفیان نے انہیں اندر بھیج دیا اور خود سلطان کے کمرے کے دروازے کے ساتھ لگا کھڑا رہا۔ اس نے محافظ دستے کے کمانڈر کو بلا کر کہا۔۔۔ "ان دونوں گھوڑوں کو اپنے گھوڑوں کے ساتھ باندھ دو اور زینیں اتار دو اور ان کے ساتھ جو آدمی ہے اسے اپنی حراست میں بٹھا لو۔ اس کی تلاشی لو۔ اس کے کپڑوں کے اندر خنجر ہوگا۔ وہ اس سے لے لو۔"

ان احکام پر عمل ہوگیا۔ میگنانا ماریوس کا ساتھی گرفتار ہوگیا۔ اس سے ایک خنجر برآمد ہوا۔ گھوڑوں پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔

اور جب انہیں سلطان ایوبی کے کمرے میں داخل کیا گیا تو باتوں باتوں میں سلطان نے ایک سکہ فرش پر پھینک کر یقین کر لیا کہ یہ شخص بہرہ نہیں۔ سکے کی آواز پر اس نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے لڑکی سے کہا ۔" اسے کہو کہ میری جان صلیبیوں کے خدا کے ہاتھ میں نہیں میرے اپنے خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

موبی نے اپنی زبان میں میگنانا ماریوس سے بات کی تو اس نے چونک کر کچھ کہا۔ موبی نے سلطان ایوبی سے کہا ۔" یہ کہتا ہے، کیا آپ کا خدا کوئی اور ہے اور کیا مسلمان بھی خدا کو مانتے ہیں؟"

" اسے کہو کہ مسلمان اس خدا کو مانتے ہیں جو سچا ہے اور سچے عقیدے والوں کو عزیز رکھتا ہے"۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔" مجھے کس نے بتایا ہے کہ تم دونوں مجھے قتل کرنے آئے ہو؟.... میرے خدا نے۔ اگر تمہارا خدا سچا ہوتا تو تمہارا خنجر مجھے ہلاک کر چکا ہوتا۔ میرے خدا نے تمہارا خنجر میرے ہاتھ میں دے دیا ہے۔" اس نے ایک تلوار کہیں سے نکالی اور چند اور اشیا انہیں دکھا کر کہا ۔" یہ تلوار اور یہ چیزیں تمہاری ہیں۔ یہ تمہارے ساتھ سمندر پار سے آئی ہیں۔ تم سے پہلے یہ مجھ تک پہنچ گئی ہیں۔"

میگنانا ماریوس حیرت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں ابل کر باہر آگئیں جتنی باتیں ہوئیں وہ موبی کی وساطت سے ہوئیں۔ میگنانا ماریوس نے بولنا شروع کر دیا اور وہ صرف اپنی زبان بولتا سمجھتا تھا۔ خدا کے متعلق یہ باتیں سن کر اس نے کہا ۔" یہ شخص سچے عقیدے کا معلوم ہوتا ہے۔ میں اس کی جان لینے آیا تھا لیکن اب میری جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ اسے کہو کہ تمہارے سینے میں ایک خدا ہے۔ وہ مجھے دکھائے۔ میں اس خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں جس نے اسے اشارہ دیا ہے کہ ہم اسے قتل کرنے آئے ہیں۔"

سلطان ایوبی کے پاس اتنی لمبی چوڑی باتوں کا وقت نہیں تھا۔ اسے چاہیئے تھا کہ ان دونوں کو جلاد کے حوالے کر دیتا لیکن اس نے دیکھا کہ یہ شخص بھٹکا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ پاگل نہیں تو یہ ذہنی طور پر گمراہ ضرور ہے چنانچہ اس نے اس کے ساتھ دوستانہ انداز سے باتیں شروع کر دیں۔ اس دوران علی بن سفیان اندر آگیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ سلطان خیریت سے تو ہے، سلطان ایوبی نے مسکرا کر کہا ۔" سب ٹھیک ہے علی! میں نے ان سے خنجر لے لیا ہے"۔ علی بن سفیان سکون کی آہ بھر کر باہر چلا گیا۔

میگنانا ماریوس نے کہا ۔" پیشتر اس کے کہ سلطان میری گردن تن سے جدا کر دے۔ میں اپنی زندگی کی کہانی سنانے کی مہلت چاہتا ہوں۔"

سلطان نے اجازت دے دی۔ میگنا ناماریوس نے بالکل وہ کہانی جو رات صحرا میں اس نے اپنے پارٹی کمانڈر اور اپنے ساتھیوں کو سنائی تھی، من و عن سلطان ایوبی کو سنا دی۔ اب کے اس نے صلیب پر لٹکتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کے بُت، کنواری مریم کی تصویر اور پادریوں کے اُس خدا سے جس سے وہ پادری کی اجازت کے بغیر بات بھی نہیں کر سکتا تھا، بیزاری کا اظہار اور زیادہ شدت سے کیا اور کہا۔ "مرنے سے پہلے مجھے خدا کی ایک جھلک دکھا دو۔ میرے خدا نے بچوں کو بھوکا مار دیا ہے۔ میری ماں کو اندھا کر دیا ہے۔ میری بہن کو شرابی وحشیوں کا قیدی بنا دیا ہے اور مجھے تیس سالوں کے لیے قید خانے میں بند کر دیا ہے۔ میں وہاں سے نکلا تو موت کے منہ میں آ پڑا۔ سلطان! میری جان تیرے ہاتھ میں ہے، مجھے سچا خدا دکھا دے، میں اس سے فریاد کروں گا۔ اس سے انصاف مانگوں گا۔"

"تیری جان میرے ہاتھ میں نہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر میرے ہاتھ میں ہوتی تو اس وقت تک تم میرے جلاد کے پاس ہوتے میں تمہیں وہ سچا خدا دکھا دوں گا جو تیری گردن مارنے سے مجھے روک رہا ہے، لیکن تجھے اس خدا کا سچا عقیدہ قبول کرنا ہوگا ورنہ خدا تمہاری فریاد نہیں سنے گا اور انصاف بھی نہیں ملے گا۔" سلطان ایوبی نے اس کا خنجر اس کی گود میں پھینک دیا اور خود اس کے پاس جا کر اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا۔ صوبی سے کہا۔ "اسے کہو میں اپنی جان اس کے حوالے کرتا ہوں۔ یہ خنجر میری پیٹھ میں گھونپ دے۔"

میگنا ناماریوس نے خنجر ہاتھ میں لے لیا۔ اسے غور سے دیکھا۔ سلطان ایوبی کی پیٹھ پر نگاہ دوڑائی۔ اٹھا اور سلطان کے سامنے چلا گیا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی جلالی شخصیت کا اثر تھا یا سلطان کی آنکھوں کی چمک میں اسے سچا خدا نظر آ گیا کہ اس کے ہاتھ کانپے۔ اس نے خنجر سلطان ایوبی کے قدموں میں رکھ دیا۔ وہ دوزانو بیٹھ گیا اور سلطان کا ہاتھ چوم کر زار و قطار رونے لگا۔ صوبی سے کہا۔ "اسے کہو کہ یا تو یہ خود خدا ہے یا اس نے خدا کو اپنے سینے میں قید کر رکھا ہے۔ اسے کہو مجھے اپنا خدا دکھا دو۔"

سلطان ایوبی نے اسے اٹھایا اور سینے سے لگا کر اپنے ہاتھ سے اس کے آنسو پونچھے۔

وہ تو بھٹکا ہوا انسان تھا۔ اس کے دل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت بھر دی گئی تھی اور اسلام کے خلاف زہر ڈالا گیا تھا۔ پھر حالات نے اسے اپنے مذہب سے بیزار کیا۔ یہ ایک قسم کا پاگل پن تھا اور ایک تشنگی تھی جو اسے ایسی خطرناک مہم پر لے آئی تھی۔ سلطان ایوبی اسے بے گناہ سمجھتا تھا لیکن اسے آزاد بھی نہ کیا بلکہ اپنے پاس رکھ لیا۔ موبی باقاعدہ ٹریننگ لے کر آئی تھی اور مقرور جاسوسہ تھی۔ یہ وہ ساتویں لڑکی تھی جس نے صلیبیوں کا پیغام سوڈانیوں تک پہنچایا اور بغاوت کرائی تھی۔ وہ ملک کی دشمن تھی۔ اسے اسلامی قانون نہیں بخش سکتا تھا۔ سلطان نے اسے اور اس کے ساتھی کو علی بن سفیان کے حوالے کر دیا۔ تفتیش میں دونوں نے اقبال جرم کر لیا اور یہ بھی بتا دیا کہ رسد کے قافلے کو انہوں نے ہی لوٹا تھا اور لڑکیوں کو بھی انہوں نے آزاد کرایا اور محافظ دستے کو ہلاک کیا تھا اور بالیان اور اس کے ساتھیوں کو بھی انہوں نے ہلاک کیا تھا۔

یہ تفتیش تین دن جاری رہی۔ اس دوران میگنانا ماریوس کا دماغ روشن ہو چکا تھا۔ ایک بار اس نے سلطان ایوبی سے پوچھا ــــ "کیا آپ نے اس لڑکی کو مسلمان کر کے حرم میں داخل کر لیا ہے؟"

"آج شام کو اس سوال کا جواب دوں گا" ــــ سلطان ایوبی نے جواب دیا۔

شام کے وقت سلطان ایوبی نے میگنانا ماریوس کو ساتھ لیا اور کچھ دور لے جا کر ایک احاطے میں لے گیا۔ لکڑی کے دو تختے پڑے تھے۔ ان پر سفید چادریں پڑی ہوئی تھیں۔ سلطان ایوبی نے چادروں کو ایک طرف سے اٹھا دیا اور میگنانا ماریوس کو دکھایا۔ اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس کے سامنے موبی کی لاش پڑی تھی اور دوسرے تختے پر اس کے ساتھی کی لاش تھی۔ سلطان ایوبی نے موبی کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کھینچا۔ گردن کندھے سے جدا تھی۔ اس نے میگنانا ماریوس سے کہا ــــ "میں اسے بخش نہیں سکتا تھا۔ تم اسے اپنے ساتھ لائے تھے کہ میں اس کے حسن اور جسم پر فدا ہو جاؤں گا مگر اس کا جسم مجھے ذرہ بھر اچھا نہیں لگا تھا۔ یہ ناپاک جسم تھا۔ یہ اب مجھے اچھا لگ رہا ہے۔ اب جب کہ اس جسم سے اتنی حسین شکل و صورت جدا ہو چکی ہے مجھے یہ بہت اچھی لگ رہی ہے۔ اللہ اس کے گناہ معاف کرے۔"

"سلطان!" ــــ میگنانا ماریوس نے پوچھا ــــ "آپ نے مجھے کیوں بخش دیا ہے"

"اس لیے کہ تم مجھے قتل کرنے آئے تھے" ــــ سلطان ایوبی نے جواب دیا۔ "مگر یہ میری قوم کے کردار کو قتل کرنے آئی تھی اور تمہارا یہ ساتھی بھی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بہت سے لوگوں کا قاتل بنا اور تم نے میرا خون بہا کر خدا کو دیکھنا چاہا تھا"

چند ہی دنوں بعد میگنانا ماریوس سیف اللہ بن گیا جو بعد میں سلطان ایوبی کے محافظ دستے میں شامل ہوا اور جب سلطان ایوبی خالقِ حقیقی سے جا ملا، تو سیف اللہ نے زندگی کے آخری سترہ برس سلطان صلاح الدین ایوبی کی قبر پہ گزار دیئے۔ آج کسی کو بھی معلوم نہیں کہ سیف اللہ کی قبر کہاں ہے۔

presented by "Novaeno"

# دُوسری بیوی

قاہرہ سے ڈیڑھ دو میل دُور جہاں ایک طرف ریت کے ٹیلے اور باقی ہر طرف صحاریت کے سمندر کی مانند افق تک پھیلا ہُوا تھا، انسانوں کے سمندر تلے دب گیا تھا۔ یہ لاکھوں انسانوں کا ہجوم تھا۔ ان میں شتر سوار بھی تھے اور گھوڑا سوار بھی۔ بہت سے لوگ گدھوں پر بھی سوار تھے۔ تعداد ان کی زیادہ تھی جن کے پاس کوئی سواری نہیں تھی۔ اتنا تعداد ہجوم چار پانچ دنوں سے صحرا کی اس وسعت میں جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ قاہرہ کے بازاروں میں بھیڑ اور رونق زیادہ ہو گئی تھی۔ سرائے بھر گئی تھی۔ یہ لوگ دُور دُور سے اس سرکاری منادی پر آئے تھے کہ چھ سات روز بعد قاہرہ کے مضافاتی ریگستان میں مصر کی فوج گھوڑ سواری، شتر سواری، دوڑتے گھوڑوں اور اونٹوں سے تیر اندازی اور بہت سے جنگی کمالات کا مظاہرہ کرے گی۔ منادی میں یہ اعلان بھی کیا گیا تھا کہ غیر فوجی لوگ بھی اِن مظاہروں میں جس کسی کو چاہیں تیغ زنی، کُشتی، دوڑتے گھوڑوں کی لڑائی اور تیر اندازی وغیرہ کے لیے للکار کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔

یہ منادی صلاح الدّین ایوبی نے کرائی تھی۔ اس کے دو مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ لوگوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی ترغیب ملے گی اور دوسرے یہ کہ جو لوگ ابھی تک سلطان کو فوجی لحاظ سے کمزور سمجھتے ہیں ان کے شکوک رفع ہو جائیں۔ سلطان ایوبی کو جب یہ اطلاعیں ملنے لگیں کہ لوگ چھ روز پہلے ہی تماشہ گاہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں تو وہ بہت خوش ہُوا مگر علی بن سفیان پریشان سا نظر آتا تھا۔ اُس نے سلطان کے آگے اس پریشانی کا اظہار کر بھی دیا تھا۔ سلطان ایوبی نے مسرت سے اُسے کہا تھا۔ "اگر تماشائیوں کی تعداد ایک لاکھ ہو جائے تو بھی پانچ ہزار

سپاہی تو مل ہی جائیں گے۔"

"محترم امیر!" علی بن سفیان نے کہا۔ "میں تماشائیوں کے ہجوم کو کسی اور زاویے سے دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندازے کے مطابق اگر تماشائیوں کی تعداد ایک لاکھ ہوئی تو اس میں ایک ہزار جاسوس ہوں گے۔ دیہات سے عورتیں بھی آرہی ہیں۔ ان میں زیادہ تر سوڈانی ہیں۔ اِن میں اکثر کا رنگ اتنا گورا ہے کہ عیسائی عورت ان میں چھپ سکتی ہے۔"

"میں تمہاری اس مشکل کو اچھی طرح سمجھتا ہوں علی!" سلطان نے کہا۔ "لیکن تم جانتے ہو کہ میں نے جس میلے کا انتظام کیا ہے وہ کیوں ضروری ہے۔ تم اپنے محکمے کو اور زیادہ ہوشیار کردو۔"

"میں اس کے حق میں ہوں!" علی بن سفیان نے کہا۔ "یہ میلہ بہت ہی ضروری ہے۔ میں نے اپنی پریشانی آپ کو پریشان کرنے کے لیے نہیں بتائی، صرف یہ اطلاع پیش کی ہے کہ یہ میلہ اپنے ساتھ کیا خطرہ لا رہا ہے۔ قاہرہ میں عارضی قحبہ خانے کھل گئے ہیں جو ساری رات شائقین سے بھرے رہتے ہیں۔ تماشائیوں میں سے بعض نے شہر کے باہر خیمے نصب کر لیے ہیں۔ میرے گروہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ان میں بھی قمار بازوں اور عصمت فروشوں کے خیمے موجود ہیں۔ کل میلے کا دن ہے۔ ناچنے گانے والیوں نے تماشائیوں سے دولت کے ڈھیر اکٹھے کر لیے ہیں۔"

"میلہ ختم ہو جائے گا تو یہ غلاظت بھی ہجوم کے ساتھ ہی صاف ہو جائے گی۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "میں اس پر پابندی عائد نہیں کرنا چاہتا۔ مصر کی اخلاقی حالت اچھی نہیں۔ رقص اور عصمت فروشی ایک دو دنوں میں ختم نہیں کی جا سکتی۔ ابھی مجھے زیادہ سے زیادہ تماشائیوں کی ضرورت ہے۔ مجھے فوج تیار کرنی ہے اور تم جانتے ہو علی! ہمیں بہت زیادہ فوج کی ضرورت ہے۔ میں نے فوج اور انتظامیہ کے سربراہوں کے اجلاس میں یہ ضرورت وضاحت سے بیان کر دی تھی۔"

"میں آپ کو اس وضاحت سے روک نہیں سکا تھا۔ امیرِ محترم!" علی بن سفیان نے کہا۔ "میری سراغرساں نگاہوں میں ان سربراہوں میں نصف ایسے ہیں جو ہمارے وفادار نہیں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان میں کچھ ایسے ہیں جو آپ کو اس گدی پر نہیں دیکھنا چاہتے اور باقی جو ہیں اُن کی دلچسپیاں سوڈانیوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کے پیچھے ایک ایک



آدمی چھوڑ رکھا ہے۔ میرے آدمی مجھے ان کی سرگرمیوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔"

"کسی کی کوئی خطرناک سرگرمی سامنے آئی ہے؟" سلطان ایوبی نے پوچھا۔

"نہیں۔" علی بن سفیان نے جواب دیا۔ "سوائے اس کے کہ یہ لوگ اپنی حیثیت اور رتبوں کو فراموش کر کے راتوں کو مشکوک خیموں میں اور اُن مکانوں میں جاتے ہیں جو عارضی قحبہ خانے اور رقص گاہیں بن گئے ہیں۔ دو نے تو ناچنے والی لڑکیوں کو گھروں میں بھی بلایا ہے۔۔۔۔ ان سے زیادہ میرا دماغ اُن دو بادبانی کشتیوں پر گھوم رہا ہے جو دس روز گزرے، بحیرۂ روم کے ساحل کے ساتھ دیکھی گئی تھیں۔"

"اُن میں کیا خاص بات تھی؟" سلطان ایوبی نے پوچھا۔

اس وقت تک بحیرۂ روم کے ساحل سے فوج کو واپس بلا لیا گیا تھا۔ وہاں ڈھکی چھپی جگہوں پر دو دو فوجی سمندر پر نظر رکھنے کے لیے بٹھا دیئے گئے تھے۔ علی بن سفیان نے ماہی گیروں اور صحرائی خانہ بدوشوں کے لباس میں ساحل پر انٹیلی جنس کے چند آدمی مقرر کر دیئے تھے۔ یہ اہتمام ایک تو اس لیے کیا گیا تھا کہ صلیبی اچانک حملہ نہ کر دیں اور دوسرے اس لیے کہ اِدھر سے صلیبیوں کے جاسوس نہ آ سکیں۔ مگر ساحل بہت لمبا تھا۔ کہیں کہیں چٹانیں بھی تھیں جہاں سمندر اندر آجاتا تھا۔ سارے ساحل پر نظر نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ دس روز گزرے ایسی ہی ایک جگہ سے جہاں سمندر چٹانوں کے اندر آیا ہوا تھا، دو بادبانی کشتیاں نکلتی دیکھی تھیں۔ وہ شاید رات کو آئی تھیں۔

انہیں جاتا دیکھ کر سلطان کے دو سوار سرپٹ گھوڑے دوڑاتے اس جگہ پہنچے جہاں سے کشتیاں نکل کر گئی تھیں۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ کوئی انسان نہیں تھا اور کشتیاں سمندر میں دور چلی گئی تھیں۔ کشتیوں اور بادبانوں کی ساخت بتاتی تھی کہ یہ مصر کے ماہی گیروں کی نہیں۔ سمندر پار کی معلوم ہوتی تھیں۔ سوار تھوڑی دور تک صحرا میں گئے۔ انہیں کسی انسان کا سراغ نہیں ملا۔ انہوں نے قاہرہ اطلاع بھجوا دی تھی کہ ساحل کے ساتھ دو مشکوک کشتیاں دیکھی گئی ہیں۔ علی بن سفیان کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ ریگزار میں انہیں ڈھونڈ لیتا جو کشتیوں میں سے اترے تھے۔ اطلاع پہنچتے پہنچتے تین دن گزر گئے

تھے۔ یہ بھی یقین نہیں تھا کہ کشتیوں سے کون اُترا ہے۔

علی بن سفیان نے سلطان ایوبی کے اس سوال کے جواب میں کہ ان کشتیوں میں کیا خاص بات تھی، یہ وضاحت کر دی اور کہا ــــ "ہم میلے کی منادی ڈیڑھ مہینے سے کرا رہے ہیں۔ ڈیڑھ مہینے میں خبر یورپ کے وسط تک پہنچ سکتی ہے اور وہاں سے جاسوس آ سکتے ہیں۔ مجھے یقین کی حد تک شک ہے کہ تماشائیوں کے ساتھ صلیبیوں کے جاسوس میلے میں آ گئے ہیں۔ قاہرہ میں اس وقت لڑکیاں عارضی طور پر نہیں مستقل طور پر فروخت ہو رہی ہیں۔ سلطان سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے خریدار معمولی حیثیت کے لوگ نہیں ہو سکتے۔ ان خریداروں میں قاہرہ کے تاجر، ہماری انتظامیہ اور فوج کے سربراہ اور نامی گرامی پردہ فروش شامل ہیں۔ بکنے والی لڑکیوں میں صلیبیوں کی جاسوس لڑکیاں ہو سکتی ہیں اور یقیناً ہوں گی۔"

سلطان ایوبی ان اطلاعوں سے پریشان نہ ہوا۔ بحیرۂ روم میں صلیبیوں کو شکست دیئے تقریباً ایک سال گزر گیا تھا۔ علی بن سفیان نے سمندر پار جاسوسی کا انتظام کر رکھا تھا جو مضبوط اور سو فیصد قابلِ اعتماد نہیں تھا۔ تاہم یہ اطلاع مل گئی تھی کہ صلیبیوں نے مصر میں جاسوس اور تخریب کار بھیج رکھے ہیں۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ مصر کے متعلق اُن کے منصوبے کیا ہیں۔ بغداد اور دمشق سے آنے والی اطلاعوں سے پتہ چلا تھا کہ صلیبیوں نے زیادہ تر دباؤ اُدھر ہی رکھا ہوا ہے۔ وہاں، خصوصاً شام میں، وہ مسلمان اُمرا کو عیاشی اور شراب میں ڈبونے چلے جا رہے تھے۔ سلطان نورالدین زنگی کی موجودگی میں صلیبی ابھی براہِ راست ٹکر لینے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔ بحیرۂ روم میں جب صلاح الدین ایوبی نے اُن کا بیڑہ بمع لشکر غرق کر دیا تھا، اُدھر عرب میں سلطان زنگی نے صلیبیوں کی مملکت پر حملہ کر کے انہیں صلح پر مجبور کیا اور جزیہ وصول کر لیا تھا۔ اس معرکے میں بہت سے صلیبی سلطان زنگی کی قید میں آئے تھے جن میں رینالٹ نام کا ایک صلیبی سالار بھی تھا۔ سلطان زنگی نے ان قیدیوں کو رہا نہیں کیا تھا۔ کیونکہ صلیبیوں نے مسلمان جنگی قیدیوں کو شہید کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ صلیبی عہد شکنی بھی کرتے تھے۔

سلطان ایوبی کو اطمینان تھا کہ اُدھر سلطان زنگی سلطنتِ اسلامیہ کی



پاسبانی کر رہا ہے پھر بھی وہ فوج تیار کر رہا تھا تاکہ صلیبیوں سے فلسطین لیا جائے اور عرب کی سرزمین کو کفار سے پاک کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مصر کا دفاع مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ بیک وقت حملے اور دفاع کے لیے بے شمار فوج کی ضرورت تھی۔ مصر میں بھرتی کی رفتار سلطان ایوبی کے عزائم کے مطابق سست تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ سوڈانیوں کی جو فوج توڑ دی گئی تھی اس کے کمانڈر اور عہدیدار دیہات میں سلطان ایوبی کے خلاف پروپیگنڈا کرتے پھر رہے تھے۔ اس فوج میں سے تھوڑی سی تعداد سلطان کی فوج میں وفاداری کا حلف اٹھا کر شامل ہو گئی تھی۔ کچھ فوج مصر سے تیار کر لی گئی تھی اور کچھ سلطان زنگی نے بھیج دی تھی۔ مصر کے لوگوں نے ابھی یہ فوج نہیں دیکھی تھی۔ نہ ہی انہوں نے سلطان ایوبی کو دیکھا تھا۔ سلطان ایوبی نے اس میلے کا اعلان کر کے اپنے فوجی سربراہوں اور اُن کے ماتحت کمانداروں وغیرہ کو ہدایت دی تھی کہ وہ باہر سے آئے ہوئے لوگوں سے ملیں اور پیار و محبت سے ان کا اعتماد حاصل کریں۔ انہیں باور کرائیں کہ وہ انہی میں سے ہیں اور ہم سب کا مقصد یہ ہے کہ خدا اور رسول صلعم کی سلطنت کو دُور دُور تک پھیلانا اور اسے صلیبی فتنے سے پاک کرنا ہے۔

میلے سے ایک روز پہلے علی بن سفیان، سلطان کو جاسوسوں کے خطرے سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس نے کہا ــــ "امیرِ محترم! مجھے جاسوسوں کا کوئی ڈر نہیں، دراصل خطرہ اپنے ان کلمہ گو بھائیوں سے ہے، جو کفار کے اس زمین دوز حملے کو کامیاب بناتے ہیں۔ اگر ان کا ایمان مضبوط ہو تو جاسوسوں کا پورا لشکر بھی کامیاب نہیں ہو سکتا میلے کے تماشائیوں میں جو ناچنے والی لڑکیاں نظر آ رہی ہیں وہ صلیبیوں کا جال ہیں۔ تاہم میرا گروہ دن رات مصروف ہے۔"

"اپنے آدمیوں سے یہ کہہ دو کہ کسی جاسوس کو جان سے نہ ماریں" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "زندہ پکڑو۔ جاسوس دشمن کے لئے آنکھ اور کان ہوتا ہے لیکن ہمارے لیے وہ زبان ہے۔ وہ تمہیں اُن کی خبریں دے گا جنہوں نے اُسے بھیجا ہے۔"

☆

میلے کی صبح طلوع ہوئی۔ وہ میدان بہت ہی وسیع تھا جس کے تین اطراف تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ جس طرف ریت کے ٹیلے تھے ادھر کسی کو نہیں جانے دیا

گیا تھا۔ جنگی دھن بجنے لگے۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں اس طرح سنائی دیں جیسے سیلابی دریا آ رہا ہو۔ گرد آسمان کی طرف اٹھ رہی تھی۔ یہ دو ہزار سے زیادہ گھوڑ سے تھے۔ پہلا گھوڑ سوار میدان میں داخل ہوا۔ یہ صلاح الدین ایوبی تھا۔

اس کے دونوں طرف علمبردار تھے اور پیچھے سواروں کا دستہ تھا۔ گھوڑوں پر پھولدار چادریں ڈالی گئی تھیں۔ ہر سوار کے ہاتھ میں برچھی تھی۔ برچھی کے چمکتے ہوئے پھل کے ساتھ رنگین کپڑے کی چھوٹی سی جھنڈی تھی۔ ہر سوار کی کمر سے تلوار لٹک رہی تھی گھوڑے دلکی چال آ رہے تھے۔ سوار گردنیں تانے اور سینے پھیلائے بیٹھے تھے۔ اُن کے چہروں پر جلالی تاثر تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ تماشائیوں کے دم بخود ہجوم سے اعلیٰ و برتر ہوں۔ اُن کی آن بان دیکھ کر تماشائیوں پر خاموشی طاری ہوگئی تھی ان پر رعب چھا گیا تھا۔

تماشائی نیم دائرے میں کھڑے تھے۔ ان کے پیچھے تماشائی گھوڑوں پر بیٹھے تھے اور ان کے پیچھے کے تماشائی اونٹوں پر بیٹھے تھے۔ ایک ایک گھوڑے اور ایک ایک اونٹ پر دو دو تین تین آدمی بیٹھے تھے۔ ان کے آگے ایک جگہ شامیانہ لگایا گیا تھا جس کے نیچے کرسیاں رکھی تھیں۔ یہاں اونچی حیثیت والے تماشائی بیٹھے تھے۔ ان میں تاجر بھی تھے۔ سلطان کی حکومت کے افسر اور شہر کے معززین بھی۔ ان میں قاہرہ کی مسجدوں کے امام بھی بیٹھے تھے۔ انہیں سب سے آگے بٹھایا گیا تھا کیونکہ سلطان ایوبی مذہبی پیشواؤں اور علماء کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ ان کی موجودگی میں ان کی اجازت کے بغیر بیٹھتا نہیں تھا۔ ان میں سلطان کے وہ افسر بھی بیٹھے تھے جو انتظامیہ کے تھے لیکن ان کا تعلق فوج سے تھا۔ سلطان نے انہیں خاص طور پر کہا تھا کہ ان زعماء میں بیٹھ کر ان کے ساتھ دوستی پیدا کریں۔ ان میں خادم الدین البرق بھی تھا۔ علی بن سفیان کے بعد یہ دوسرا آدمی تھا جو سلطان ایوبی کے خفیہ منصوبوں، مملکت اور فوج کے ہر راز سے واقف تھا۔ اس کا کام ہی ایسا تھا اور اس کا عہدہ سالار جتنا تھا۔ جنگ کے منصوبے اور نقشے اسی کے پاس ہوتے تھے۔ اس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ وہ عرب کے مردانہ حسن اور جلال کا پیکر تھا۔ جسم توانا اور چہرہ ہشاش بشاش تھا۔

البرق کے ساتھ ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ نوجوان تھی۔ لڑکی کے ساتھ ایک آدمی بیٹھا تھا جس کی [illegible] زیادہ تھی۔ وہ کوئی امیر کبیر تاجر لگتا تھا۔ البرق کئی بار اس لڑکی کی طرف دیکھتا تھا۔ ایک بار لڑکی نے بھی اسے دیکھا تو مسکرا دی۔ پھر اس نے بوڑھے کی طرف دیکھا تو اس کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

گھوڑے تماشائیوں کے سامنے سے گزر کر شتر سوار آگئے۔ [illegible] رنگ دار چادروں سے سجایا گیا تھا۔ ہر سوار کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ اور اس کے پھل سے ذرا نیچے تین تین انچ چوڑے اور ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ لمبے دو رنگے ہوئے پٹے جھنڈیوں کی طرح بندھے ہوئے تھے۔ ہوا میں وہ پھڑپھڑاتے بہت ہی خوبصورت لگتے تھے۔ ہر سوار کے کندھوں سے ایک کمان آویزاں اور اونٹ کی زین کے ساتھ رنگین ترکش بندھی تھی۔ اونٹوں کی گردنیں خم کھا کر اوپر کو اٹھی ہوئیں اور سر جیسے فخر سے اونچے ہوگئے تھے۔ سواروں کی شان نرالی تھی۔ گھوڑ سواروں کی طرح ہر شتر سوار سامنے دیکھ رہا تھا۔ اُن کی آنکھیں بھی دائیں بائیں نہیں دیکھتی تھیں۔ یہ اونٹ انہی اونٹوں جیسے تھے جن پر تماشائی بیٹھے ہوئے تھے لیکن فوجی ترتیب، فوجی چال اور فوجی سواروں کے نیچے وہ کسی اور جہان کے لگتے تھے۔

البرق نے اپنے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی کو ایک بار پھر دیکھا۔ اب کے لڑکی نے اسے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسا جادو تھا کہ البرق نے اپنے آپ میں بجلی کا جھٹکا سا محسوس کیا۔

لڑکی کے ہونٹوں پر شرم و حیا کا تبسم آگیا اور اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے بوڑھے کو دیکھا تو اس کا تبسم نفرت میں بدل گیا۔ البرق کی ایک بیوی تھی جس میں سے اُس کے چار بچے تھے۔ وہ شاید اس بیوی کو بھول گیا تھا۔ لڑکی کے اس قدر قریب بیٹھا تھا کہ لڑکی کا اٹھا ہوا ریشمی نقاب ہوا سے اُڑ کر کئی بار البرق کے سینے سے لگا۔ ایک بار اس نے نقاب ہاتھ سے پرے کیا تو لڑکی نے شرما کر معذرت کی۔ البرق مسکرایا، منہ سے کچھ نہ کہا۔

شتر سواروں کے پیچھے پیادہ فوج آ رہی تھی۔ ان میں تیر اندازوں اور تیغ زنوں کے دستے تھے۔ اُن کی ایک ہی جیسی چال، ایک ہی جیسے ہتھیار اور ایک ہی جیسا لباس تماشائیوں پر یہ دہرا تاثر طاری کر رہا تھا جو سلطان ایوبی کرانا چاہتا تھا۔ سپاہیوں کے چہروں پر تندرستی اور توانائی کی رونق تھی اور [illegible]

خوش و خرم اور مطمئن نظر آتے تھے۔ یہ ساری فوج نہیں، صرف منتخب دستے تھے۔ ان کے پیچھے منجنیقیں آ رہی تھیں جنہیں گھوڑے گھسیٹ رہے تھے۔ ہر منجنیق دستے کے پیچھے ایک ایک گھوڑا گاڑی تھی جس میں بڑے بڑے پتھر اور ہانڈیوں کی قسم کے برتن رکھے تھے۔ ان میں تیل جیسی کوئی چیز بھری ہوئی تھی جو منجنیقوں سے پھینکی جاتی تھی۔ جہاں یہ برتن گرتا تھا وہ کئی ٹکڑوں میں ٹوٹ کر سیال مادے کو بہت سی جگہ پر بکھیر دیتا تھا۔ اس پر آتشیں تیر چلائے جاتے تو سیال مادہ شعلے بن جاتا تھا۔

سلطان ایوبی کی قیادت میں یہ سوار اور پیادہ دستے، نیم دائرے میں کھڑے اور بیٹھے ہوئے تماشائیوں کے آگے سے دور آگے نکل گئے۔ صلاح الدین ایوبی راستے میں سے واپس آ گیا۔ اس کے گھوڑے کے آگے علمبرداروں کے گھوڑے، دائیں، بائیں اور پیچھے محافظوں کے گھوڑے اور ان کے پیچھے نائب سالاروں کے گھوڑے تھے۔ سلطان نے گھوڑا روک لیا، کود کر اترا اور تماشائیوں کو ہاتھ ہوا میں لہرا لہرا کر سلام کرتا شامیانے کے نیچے چلا گیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان ایوبی نے سب کو سلام کیا اور اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

سوار اور پیادہ دستے دور آگے جا کر ٹیلوں کے عقب میں چلے گئے۔ میدان خالی ہو گیا۔ ایک گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں گھوڑے کی لگام اور دوسرے میں اونٹ کی رسی تھی۔ اونٹ گھوڑے کی رفتار کے ساتھ دوڑتا آ رہا تھا۔ میدان کے وسط میں آ کر گھوڑ سوار گھوڑے پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے باگیں چھوڑ دیں۔ وہ اچھل کر اونٹ کی پیٹھ پر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے کود کر گھوڑے کی پیٹھ پر آ گیا اور وہاں سے زمین پر کود گیا۔ چند قدم گھوڑے اور اونٹ کے ساتھ بھاگا پھر کود کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑے اور اونٹ کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ سے وہ اونٹ کی پیٹھ پر چلا گیا اور دور آگے جا کر غائب ہو گیا۔

خادم الدین البرق دائیں کو ذرا سا جھکا۔ اس کے منہ اور لڑکی کے سر کے درمیان دو تین انچ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ لڑکی نے اسے دیکھا۔ البرق مسکرایا۔ لڑکی شرما گئی۔ بوڑھے نے دونوں کو دیکھا۔ اس کے بوڑھے ماتھے کے شکن



گہرے ہو گئے۔

اچانک ٹیلوں کے پیچھے سے ہانڈیوں کی طرح کے مٹی کے وہ برتن جو گھوڑا گاڑیوں پر لدے ہوئے تھے، اوپر کو جاتے، آگے آتے اور میدان میں گرتے نظر آئے۔ برتن ٹوٹتے تھے تو تیل اچھل کر بکھر جاتا تھا۔ کم و بیش ایک سو برتن گرے اور ان سے نکلا ہوا مادہ تقریباً ایک سو گز لمبائی اور اسی قدر چوڑائی میں بکھر گیا۔ ایک ٹیلے پر چھ تیر انداز نمودار ہوئے۔ انہوں نے جلتے ہوئے فلیتوں والے تیر چلائے جو سیال مادے والی جگہ گرتے ہی فوراً وہ تمام جگہ ایک ایسا شعلہ بن گئی جو گھوڑے کی پیٹھ تک بلند اور کوئی ایک سو گز تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک طرف سے چار گھوڑ سوار گھوڑے پوری رفتار سے دوڑتے آئے۔ شعلے کے قریب آ کر وہ رکے نہیں۔ رفتار کم بھی نہ کی۔ چاروں شعلے میں چلے گئے۔ تماشائی دم بخود تھے کہ وہ جل جائیں گے مگر وہ اتنے وسیع شعلے میں دوڑتے نظر آ رہے تھے۔ آخر وہ چاروں شعلے میں سے نکل گئے۔ تماشائیوں نے داد و تحسین کا وہ شور بلند کیا کہ آسمان پھٹنے لگا۔ دو سواروں کے کپڑوں کو آگ لگی ہوئی تھی۔ دونوں بھاگتے گھوڑوں سے ریت پر گرے اور تھوڑی دور لڑھکنیاں کھاتے گئے۔ ان کے کپڑوں کی آگ بجھ گئی۔

البرق اس شور و غل اور سواروں کے کمالات سے نظریں پھیرے ہوئے لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ لڑکی اس کی طرف دیکھتی اور ذرا سا مسکرا کر بوڑھے کو دیکھنے لگتی تھی۔ بوڑھا اٹھ کر جانے کیوں چلا گیا۔ لڑکی اسے جاتا دیکھتی رہی۔ البرق کو معلوم تھا کہ لڑکی بوڑھے کے ساتھ آئی ہے۔ اس نے لڑکی سے پوچھا۔

"تمہارے والد صاحب کہاں چلے گئے ہیں؟"

"یہ میرا باپ نہیں"۔۔۔ لڑکی نے جواب دیا۔۔۔ "میرا خاوند ہے"

"خاوند ہے"۔۔۔ البرق نے حیرت سے پوچھا۔۔۔ "کیا یہ شادی تمہارے والدین نے کرائی ہے؟"

"اس نے مجھے خریدا ہے"۔۔۔ لڑکی نے اداس لہجے میں کہا۔

"وہ کہاں گیا ہے؟"۔۔۔ البرق نے پوچھا۔

"ناراض ہو کر چلا گیا ہے"۔۔۔ لڑکی نے جواب دیا۔۔۔ "اسے شک ہو گیا ہے کہ میں آپ کو دل چسپی سے دیکھتی ہوں"

"کیا تم واقعی مجھ سے دلچسپی سے دیکھتی ہو؟" — البرق نے رومانی انداز سے پوچھا۔

لڑکی کے ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ آگئی۔ دھیمی سی آواز میں بولی۔ "میں اس بوڑھے سے تنگ آگئی ہوں۔ اگر کسی نے مجھے اس سے نجات نہ دلائی تو میں خودکشی کرلوں گی۔"

میدان میں سوار اور پیادہ فوجی جوان کرتب دکھا رہے تھے اور حرب وضرب کے مظاہرے کررہے تھے۔ تماشائیوں نے جنگی مظاہرے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ انہوں نے صرف سوڈانی فوج دیکھی تھی جو خزانے کے لیے سفید ہاتھی بنی ہوئی تھی۔ اس کے کمانڈر بادشاہوں کی طرح باہر نکلتے تھے۔ ان کے ساتھ اگر فوج کا دستہ ہوتو وہ دیہات کے لیے مصیبت بن جاتے تھے۔ مویشی تک کھول کرلے جاتے تھے۔ کسی کے پاس اچھی نسل کا اونٹ، گھوڑا دیکھتے تو زبردستی لے جاتے تھے۔ لوگوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ فوج رعایا پر ظلم وتشدد کرنے کے لیے رکھی جاتی ہے لیکن سلطان کی فوج بہت مختلف تھی۔ ایک تو وہ دستے تھے جو مظاہرے میں شریک تھے۔ باقی فوج کو سلطان کی ہدایات کے مطابق تماشائیوں میں پھیلا دیا گیا تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ گھل مل کر ان پر یہ تاثر پیدا کریں کہ فوجی ان کے بھائی ہیں اور انہی میں سے ہیں۔ بدتمیزی یا بداخلاقی کرنے والے فوجی کے لیے بڑی سخت سزا مقرر کی گئی تھی۔

خادم الدین البرق جو سلطان ایوبی کی جنگی مشاورتی کمیٹی کا سربراہ اور رازداں تھا، سلطان کی ہدایات اور میلے کے شور وغل سے بالکل ہی لاتعلق ہوگیا تھا۔ لڑکی ایک جادو بن کر اس کی عقل پر غالب آگئی تھی۔ اس نے لڑکی میں دلچسپی کا اظہار کیا، اسے لڑکی نے قبول کرلیا تھا۔ اس سے دونوں کے لیے سہولت پیدا ہوگئی۔ البرق نے کہیں ملنے کو کہا تو لڑکی نے جواب دیا کہ وہ خریدی ہوئی لونڈی ہے اور اس بوڑھے نے اسے قید میں رکھا ہوا ہے۔ وہ اس پر ہروقت نظر رکھتا ہے۔ لڑکی نے یہ بھی بتایا کہ بوڑھے کے گھر چار بیویاں ہیں.... البرق نے اپنے رتبے کو فراموش کردیا۔ عشق باز نوجوان کی طرح اس نے ملاقات کی وہ جگہیں بتانی شروع کردیں جہاں آوارہ آدمیوں کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا۔ ان جگہوں میں ایک جگہ لڑکی کو پسند آگئی۔ یہ شہر سے باہر قدیم زمانے کا کوئی کھنڈر تھا۔ البرق نے لڑکی سے یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ اسے بوڑھے سے آزاد کرانے کی کوشش کرے گا۔

☆

تیسری رات البرق گھر سے نکلا۔ وہ حاکموں کی شان سے گھر سے خارج ہوا تھا مگر اس رات وہ چوروں کی طرح باہر نکلا۔ ادھر ادھر دیکھا اور ایک طرف چل پڑا۔ قاہرہ پر سکوت طاری تھا۔ فوجی میلہ ختم ہوئے دو دن گزر گئے تھے باہر سے آئے ہوئے تماشائی جا چکے تھے۔ سرکاری حکم کے تحت مارشی قہوہ خانے اٹھا دیئے گئے تھے۔ علی بن سفیان کا محکمہ اب یہ سراغ لگا رہا تھا کہ باہر سے آئی ہوئی کتنی لڑکیاں اور کتنے مشکوک لوگ شہر یا مضافاتی دیہات میں رہ گئے ہیں۔ میلے کا مقصد پورا ہوگیا تھا۔ دو ہی دنوں میں چار ہزار جوان فوج میں بھرتی ہوگئے تھے اور مزید بھرتی کی توقع تھی۔

البرق شہر سے نکل گیا اور اس نے اس کھنڈر کا رخ کیا جہاں لڑکی کو آنا تھا۔ صحرائی گیدڑوں کے سوا زمین وآسمان گہری نیند سو گئے تھے۔ لڑکی نے البرق سے کہا تھا کہ وہ بوڑھے کی قیدی ہے اور وہ اس پر ہر وقت نظر رکھتا ہے۔ پھر بھی البرق اس امید پر جارہا تھا کہ لڑکی ضرور آئے گی۔ ممکنہ خطروں سے نمٹنے کے لیے اس کے پاس ایک خنجر تھا۔ عورت ایسا جادو ہے کہ جس پر طاری ہوجائے وہ کسی کی پروا نہیں کیا کرتا۔ عقل ودانش اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ البرق پختہ عمر کا آدمی تھا مگر وہ نادان نوجوان بن گیا تھا۔ اسے اندھیرے میں کھنڈر کے قریب ایک تاریک سایہ سر سے پاؤں تک لبادے میں لپٹا ہوا نظر آیا اور کھنڈر کے کھنڈرے سیاہ بھوت میں جذب ہوگیا تو وہ تیز تیز چلتا کھنڈر میں پہنچا۔ گری ہوئی دیوار کے شگاف سے وہ اندر آگیا۔ آگے اندھیرا کمرہ تھا۔ چھت میں بڑی زور سے کوئی بہت بڑا پرندہ پھڑپھڑایا۔ البرق نے ہوا کے تیز جھونکے محسوس کیے اور اچانک اس کے منہ پر تھپیڑ پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اسے "چی چی" کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ جان گیا کہ یہ بڑے چمگادڑ ہیں جن کے پنجے اس کا منہ نوچ ڈالیں گے۔ وہ بیٹھ گیا اور پاؤں پر سرکتا کمرے سے نکل گیا۔ کمرہ اڑتے چمگادڑوں سے بھر گیا تھا۔

آگے صحن تھا جس کے اردگرد گول برآمدہ تھا۔ البرق نے یہ بھی نہ سوچا

کہ ایک خوبصورت ہوئی قیدی لڑکی جس پر ہر وقت نظر رکھی جاتی ہے۔ اس ہیبت ناک کھنڈر میں کیسے آئے گی، مگر برآمدے میں کسی کے قدموں کی دبی دبی آہٹ نے اسے بتا دیا کہ یہاں کوئی موجود ہے۔ اس نے کمر سے خنجر نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے سر پر چمگادڑ اڑ رہے تھے۔ پھڑپھڑانے کی آوازیں ڈراؤنی تھیں۔ البرق نے آہستہ سے پکارا ــــ "آصفہ!" ــــ لڑکی نے اسے اپنا نام بتا دیا تھا اور پہلے ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ کس طرح فروخت ہوئی ہے۔

"آپ آگئے؟" ــــ اسے آصفہ کی آواز سنائی دی۔ وہ برآمدے میں سے دوڑتی آئی اور البرق کے ساتھ چپک گئی۔ کہنے لگی ــــ "آپ کی خاطر جان کو خطرے میں ڈال کر آئی ہوں۔ مجھے جلدی واپس جانا ہے۔ بوڑھے کو شراب میں نیند کا سفوف پلا آئی ہوں۔ وہ جاگ نہ اٹھے۔"

"کیا تم اُسے شراب میں زہر نہیں پلا سکتی؟" ــــ البرق نے پوچھا۔

"میں نے کبھی قتل نہیں کیا" ــــ آصفہ نے کہا ــــ "میں نے تو کبھی یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اس طرح کسی غیر مرد سے ملنے اس ڈراؤنے کھنڈر میں آؤں گی۔"

البرق نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا ــــ اچانک ان کے پیچھے برآمدہ روشن ہوگیا۔ جس کمرے میں سے البرق گزر کر آیا تھا اس میں سے دو شعلیں نکلیں۔ یہ لکڑیوں کے سروں پر تیل میں بھیگے ہوئے کپڑے لپیٹ کر بنائی گئی تھیں۔ اُن کے شعلے خاصے بڑے تھے۔ البرق نے آصفہ کو اپنے پیچھے کر لیا۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ کیا یہ کھنڈر میں رہنے والی بدروحیں تھیں؟ یا لڑکی کے تعاقب میں اس کا خاوند آگیا تھا؟ ــــ البرق ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک آواز گرجی ــــ "دونوں کو قتل کر دو۔"

شعلیں قریب آئیں تو اُن کے ناچتے شعلوں میں البرق اور آصفہ کو چار آدمی نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں برچھی اور تین کے پاس تلواریں تھیں۔ انہوں نے مشعلیں زمین میں گاڑ دیں۔ کھنڈر کا صحن روشن ہوگیا۔ چاروں آدمی البرق کے گرد گھوم کے بھیڑیوں کی طرح آہستہ آہستہ چکر میں چلنے لگے۔ آصفہ اس کے پیچھے تھی۔

برآمدے میں سے ایک اور آواز آئی ــــ "مل گئے؛ زندہ نہ چھوڑنا" ــــ یہ لڑکی کے بوڑھے خاوند کی آواز تھی۔



آصفہ البرق کے عقب سے آگے آگئی۔ اس نے حقارت اور غصے سے بوڑھے سے کہا ــــ "آگے آؤ اور مجھے قتل کر دو۔ میں تم پر لعنت بھیجتی ہوں۔ میں اپنی مرضی سے یہاں آئی ہوں۔"

چاروں مسلح آدمی اِن کے گرد گھوم رہے تھے۔ برچھی والے نے برچھی آہستہ آہستہ آصفہ کی طرف کی اور اس کی نوک اس کے پہلو سے لگا کر کہا ــــ "مرنے سے پہلے برچھی کی نوک دیکھ لو لیکن تم سے پہلے یہ شخص تڑپ تڑپ کر تمہارے سامنے مرے گا جس کی خاطر تم یہاں آئی ہو۔"

آصفہ نے جھپٹا مار کر برچھی پکڑ لی اور جھٹکا دے کر برچھی چھین لی۔ آصفہ البرق سے الگ ہوگئی اور للکار کر کہا ــــ "آؤ۔ آگے آؤ۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم مجھ سے پہلے اس آدمی کو کس طرح قتل کرتے ہو۔"

البرق خنجر آگے کیے اس کے سامنے آگیا۔ لڑکی نے برچھی سے اس پر وار کیا جس سے اس نے برچھی چھینی تھی۔ وہ آدمی پیچھے کو بھاگا۔ اس کے ساتھیوں نے البرق پر حملہ کرنے کی بجائے صرف پینترے بدلے۔ وہ البرق کو آسانی سے قتل کر سکتے تھے مگر وہ بڑھ کر حملہ نہیں کر رہے تھے۔ آصفہ کی للکار گرج رہی تھی۔ وہ بڑھ کر وار کرتی تھی مگر وار خالی جاتا تھا۔ البرق نے ایک آدمی پر خنجر سے حملہ کیا تو وہ آدمی اس کے پیچھے آگئے۔ آصفہ ایک ہی جست میں اس کے پیچھے ہوگئی۔ اُس کے ہاتھ میں لمبی برچھی تھی جو تلوار کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ خنجر تلوار کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ بوڑھا ایک طرف کھڑا اپنے آدمیوں کو للکار رہا تھا۔ تھوڑی سی دیر انہوں نے البرق اور آصفہ پر حملے کیے۔ آصفہ اُن پر ٹوٹ ٹوٹ پڑتی تھی۔ البرق وار بچاتا تھا اور خنجر سے وار کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر عجیب امر یہ تھا کہ لڑکی کے حملوں کے باوجود کوئی زخمی نہیں ہوا۔ بوڑھے کے آدمیوں نے بھی تیغ زنی کے جوہر دکھائے مگر البرق اور آصفہ کو خراش تک نہ آئی۔ اتنے میں بوڑھے نے کہا ــــ "رک جاؤ" ــــ اور لڑائی بند ہوگئی۔

"میں ایسی بے وفا لڑکی کو گھر میں نہیں رکھنا چاہتا" ــــ بوڑھے نے کہا ــــ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ اتنی دلیر اور بہادر ہے۔ اگر اسے میں زبردستی لے بھی گیا تو یہ مجھے قتل کر دے گی۔"

"میں تمہیں اس کی پوری قیمت دوں گا" ــــ البرق نے کہا ــــ "کہو، تم نے اسے

کتنے میں خریدا تھا؟"

بڑھا ہاتھ بڑھا کر آگے بڑھا اور البرق سے ہاتھ ملا کر بولا ـــ "میرے پاس دولت کی کمی نہیں۔ میں یہ لڑکی تمہیں بخش دیتا ہوں۔ اسے تمہارے ساتھ اتنی محبت ہے کہ تمہاری خاطر اتنے سارے آدمیوں کے مقابلے میں آ گئی ہے۔ میں اسے اس لیے بھی تمہارے حوالے کرتا ہوں کہ یہ جنگجو نسل کی لڑکی ہے۔ میں تاجر اور سوداگر ہوں۔ یہ کسی تم جیسے جنگجو کے گھر میں اچھی لگے گی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ تم سلطان صلاح الدین ایوبی کی حکومت کے حاکم ہو۔ میں سلطان کا وفادار اور مرید ہوں۔ میں تمہیں ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ جاؤ۔ میں نے اسے طلاق دی اور اسے تم پر حلال کر دیا۔۔۔ چلو، دوستو! انہیں اکیلا چھوڑ دو۔" وہ مشعلیں اٹھا کر چلے گئے۔

البرق کی حیرت کی انتہا یہ تھی کہ اس کے پاؤں تلے زمین ہلنے لگی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسے بوڑھے کا فریب سمجھ رہا تھا۔ اسے یہ خطرہ نظر آ رہا تھا کہ یہ لوگ راستے میں گھات لگا کر ان دونوں کو قتل کریں گے۔ آصفہ کے ہاتھ میں برچھی تھی، وہ البرق نے لے لی اور کچھ دیر بعد کھنڈر سے نکلے۔ وہ دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے تیز تیز چلنے لگے۔ ذرا سی آہٹ سنائی دیتی تو وہ چونک کر رک جاتے۔ ہر طرف اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرتے اور آہستہ آہستہ چل پڑتے۔ شہر میں داخل ہوئے تو ان کی جان میں جان آئی۔ آصفہ نے رک کر بازو البرق کے گلے میں ڈال دیئے اور پوچھا۔ "آپ کو مجھ پر اعتماد ہے یا نہیں؟" ـــ البرق نے اسے سینے سے لگا لیا۔ اس پر جذبات کا اتنا غلبہ تھا کہ کچھ بول نہ سکا۔ لڑکی نے اسے بے دام خرید لیا تھا۔ اسے یہ تو اب پتہ چلا تھا کہ لڑکی اسے کیسی دیوانگی سے چاہتی ہے اور کتنی بہادر ہے۔ دراصل وہ لڑکی کے حسن پر مرمٹا تھا۔ اس کی بیوی اس کی ہم عمر تھی۔ آصفہ کو دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ وہ بیوی اس کے کام کی نہیں رہی۔

اس دور میں جب عورت فروخت ہوتی تھی، گھر میں بیوی کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ بیک وقت چار بیویاں تو خاوند اپنا حق سمجھتا تھا، لیکن جو پیسے والے تھے وہ دو چار خوبصورت لڑکیاں بغیر نکاح کے رکھ لیتے تھے۔ مسلمان امرا کو عورت نے ہی تباہ کیا تھا۔ ان کے ہاں یہ بھی رواج تھا کہ ایک آدمی کی بیویاں خاوند کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر خوبصورت لڑکیاں خاوند کو بطور تحفہ پیش کرتی تھیں۔



البرق جب آصفہ کو ساتھ لیے گھر میں داخل ہوا تو سب سوئے ہوئے تھے۔ صبح اس کی بیوی نے اپنے خاوند کے پلنگ پر اتنی حسین لڑکی دیکھی تو اسے ذرہ بھر محسوس نہ ہوا کہ اس کا سہاگ اجڑ گیا ہے، بلکہ وہ خوش ہوئی کہ اس کے اتنے اچھے خاوند کو اتنی خوبصورت لڑکی مل گئی ہے۔ اس کے آ جانے سے وہ کچھ فرائض سے سبکدوش ہو گئی تھی۔ البرق کی حیثیت ایسی تھی کہ وہ ایسی ایک اور بیوی یا داشتہ رکھ سکتا تھا۔

صلاح الدین ایوبی مسلمانوں کو عورت سے اور عورت کو مسلمانوں سے آزاد کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک خاوند ایک بیوی، کا حکم نافذ کرنا چاہتا تھا مگر ابھی وہ ہر اس امیر اور وزیر کو دشمن بنانے سے ڈرتا تھا جس نے کئی کئی لڑکیوں کو گھروں میں رکھا ہوا تھا۔ عورت کے خریدار یہی لوگ تھے۔ انہی کی دولت سے عورت کھلی منڈی میں نیلام ہوتی تھی۔ اغوا کی وارداتیں ہوتی تھیں۔ قتل اور خون خرابے ہوتے تھے اور امرا اور حاکموں کی زن پرستی کا ہی نتیجہ تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے لڑکیوں کی وساطت سے سلطنتِ اسلامیہ کی جڑوں میں زہر بھر دیا تھا۔ اس کے علاوہ سلطان ایوبی کو یہ احساس بھی پریشان کیے رکھتا تھا کہ یہی عورت مردوں کے دوش بدوش کفار کے خلاف لڑا کرتی تھی، مگر اب یہ عورت جو جہاد میں مرد کے لیے آدھی قوت تھی، مرد کی تفریح اور عیاشی کا ذریعہ بن گئی ہے۔ اس سے صرف یہ نہیں ہوا کہ قوم کی آدھی جنگی قوت ختم ہو گئی ہے بلکہ عورت ایک ایسا نشہ بن گئی ہے جس نے قوم کی مردانگی کو بیکار کر دیا ہے۔

سلطان ایوبی عورت کی عظمت بحال کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک منصوبہ تیار کر رکھا تھا جس کے تحت وہ غیر شادی شدہ لڑکیوں کو باقاعدہ فوج میں بھرتی کرنا چاہتا تھا۔ اسی کے تحت حرم بھی خالی کرنے تھے، مگر ایسے احکام وہ اسی صورت نافذ کر سکتا تھا کہ سلطنت کی خلافت یا امارت اس کے ہاتھ آ جائے۔ یہ مہم بڑی دشوار تھی۔ اس کے دشمنوں میں اپنوں کی تعداد زیادہ تھی اور وہ جانتا تھا کہ قوم میں ایمان فروشوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس کا ایک معتمدِ خاص اور حکومت کے رازوں کا رکھوالا، خادم الدین البرق بھی ایک نوجوان حسینہ کو گھر لے آیا ہے اور یہ لڑکی اس کے اعصاب پر ایسی بری طرح چھا گئی ہے کہ وہ اب فرائضِ سلطنت سے بے پروا ہو سکتا ہے۔

فوجی میلے میں مصر کے لوگ سلطان ایوبی کی فوجی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اسے اسلامی اور مصری فوج سمجھ کر اس سے متاثر ہوئے تھے۔ سلطان ایوبی تقریریں کرنے والا حاکم نہیں تھا لیکن اس دن اتنے بڑے اجتماع سے اس نے خطاب کرنا ضروری سمجھا۔ اس نے کہا کہ یہ فوج قوم کی عصمت کی محافظ اور اسلام کی پاسبان ہے۔ اس نے صلیبیوں کے عزائم تفصیل سے بیان کیے اور مصریوں کو بتایا کہ عرب میں مسلمان اُمراء اور حاکموں کی تعیش پرستی کی وجہ سے صلیبیوں نے وہاں مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ وہ قافلوں کو لوٹ لیتے ہیں، مسلمان لڑکیوں کو اغوا کرکے بے آبرو کرتے پھر انہیں بیچ ڈالتے ہیں.... سلطان ایوبی نے لوگوں کو قومی جذبے سے آگاہ کرکے انہیں کہا کہ وہ فوج میں بھرتی ہوکر اپنی بیٹیوں کی عصمت اور اسلام کی عظمت کی پاسبانی کریں۔ سلطان کی تقریر میں جوش تھا اور ایسا تاثر کہ تماشائیوں کے دلوں میں ہلچل مچ گئی اور اسی روز جوان آدمی فوج میں بھرتی ہونے لگے۔

دس روز تک بھرتی ہونے والوں کی تعداد چھ ہزار ہوگئی۔ اس میں کم و بیش ڈیڑھ ہزار جوان اپنے اونٹ ساتھ لائے اور ایک ہزار کے قریب گھوڑوں اور خچروں سمیت آئے۔ سلطان نے انہیں جانوروں کا معاوضہ فوری طور پر ادا کردیا اور فوج نے ان کی ٹریننگ شروع کردی۔

میلے کے تین ماہ بعد—

سلطان کی فوج میں تین جرائم کی رفتار بڑھنے لگی—چوری، جوا بازی اور رات کی غیر حاضری—یہ جرائم اس سے پہلے بھی ہوتے تھے لیکن نہ ہونے کے برابر تھے۔ فوجی میلے کے بعد یہ وبا کی صورت اختیار کرنے لگے۔ ان تینوں کی بنیاد جُوا بازی تھی۔ چوری کی وارداتیں اسی تک محدود تھیں کہ سپاہی سپاہی کی کوئی ذاتی چیز چرا کر بازار میں بیچ ڈالتا تھا، مگر ایک رات فوج کے تین گھوڑے غائب ہوگئے۔ سواروں اور سپاہیوں کی تعداد پوری تھی۔ کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھا۔ اگر اس نقصان کو نظر انداز کردیا جاتا تو اگلی بار دس گھوڑے چوری ہوجاتے۔ اعلیٰ حکام تک رپورٹ پہنچی۔ انہوں نے فوجیوں کو تنبیہ کی، سزا سے ڈرایا، خدا سے ڈرایا مگر یہ تینوں جرائم بڑھتے گئے۔

ایک رات ایک سپاہی پکڑا گیا۔ وہ کہیں سے کیمپ میں آرہا تھا۔ اس سے پہلے رات کو غیر حاضر ہونے والے سپاہی چوری چھپے سنتریوں سے بچ کر نکل جاتے اور بچتے بچاتے آجاتے تھے لیکن یہ سپاہی لڑکھڑاتا آرہا تھا۔ سنتری نے اسے دیکھ لیا اور اُسے پکارا۔ سپاہی رک گیا اور گر پڑا۔ سنتری نے دیکھا کہ یہ خون میں نہایا ہُوا تھا۔ اسے اٹھا کر اپنے عہدیدار کے پاس لے گیا۔ اس کی مرہم پٹی کی گئی مگر وہ زندہ نہ رہ سکا۔ مرنے سے پہلے اس نے بتایا کہ وہ اپنے ایک ساتھی سپاہی کو قتل کرآیا ہے اور اس کی لاش کیمپ سے نصف کوس دور ایک خیمے میں پڑی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق وہاں تین خیمے تھے۔ وہ لوگ خانہ بدوش تھے۔ ان کے پاس خوبصورت عورتیں تھیں۔ وہ ان عورتوں کی نمائش فوجیوں میں کرتے تھے۔ رات کو سپاہی وہاں تک پہنچ جاتے تھے۔ وہ دوسروں کو بتاتے تو وہ بھی چلے جاتے۔

وہ خانہ بدوش صرف عصمت فروش نہیں تھے۔ ان کی ہر عورت اپنے ہر فوجی گاہک کو یہ تاثر دیتی تھی کہ وہ اس پر فدا ہے اور اس کے ساتھ شادی کرلے گی۔ بعد کی تحقیقات سے پتہ چلا کہ انہوں نے سپاہیوں میں رقابت پیدا کردی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ دو سپاہی خانہ بدوشوں کے خیمے میں لڑ پڑے۔ ایک مارا گیا اور دوسرا زخمی ہوکر آیا اور بیان دے کر مرگیا۔

دوسرے سپاہی کی لاش لانے کے لیے آدمی روانہ کردیئے گئے۔ ان کے ساتھ ایک کمانڈر بھی تھا۔ مرنے والے سپاہی نے راستہ اور جگہ بتادی تھی۔ وہاں گئے تو دیکھا کہ سپاہی کی لاش پڑی ہے۔ خیمے نہیں ہیں۔ وہاں کے نشان بتا رہے تھے کہ یہاں سے خیمے اکھاڑے گئے ہیں۔ رات کے وقت اُن کی تلاش ممکن نہیں تھی۔ سپاہی کی لاش اٹھا لائے۔ اس حادثے کی رپورٹ سلطان ایوبی کو دی گئی اور یہ بھی بتایا گیا کہ فوج میں جرائم بڑھ گئے ہیں؛ اور تین گھوڑے بھی چوری ہوچکے ہیں۔ سلطان نے علی بن سفیان کو بلا کر کہا کہ وہ سپاہیوں کے بھیس میں اپنے سراغرساں فوج میں شامل کرکے معلوم کرے کہ یہ جرائم کیوں بڑھ گئے ہیں۔ سلطان نے اس سلسلے میں البرق کو بھی حکم دیا۔

اس 'کیوں' کا جواب شہر کے اندر موجود تھا جہاں تک علی بن سفیان کے سراغرسانوں کی رسائی محال تھی۔ یہ ایک بہت بڑا قلعہ نما مکان تھا۔ صرف یہاں ایک کنبہ نہیں بلکہ پورا خاندان اس میں رہتا تھا۔ اس مکان اور مکینوں کو

شہر میں عزت حاصل تھی کیونکہ یہاں خیرات بہت تقسیم ہوتی تھی۔ ناداروں کو یہاں سے مالی مدد ملتی تھی۔ فوجی معاملے میں اس خاندان نے سلطان ایوبی کو اشرفیوں کی دو تھیلیاں فوج کے لیے پیش کی تھیں۔ یہ سوداگر خاندان تھا۔ مصر میں سلطان ایوبی کے آنے سے پہلے یہ مکان سوڈانی فوج کے بڑے رتبے والوں اور انتظامیہ کے حاکموں کی مہمان گاہ بنا رہا تھا۔ سوڈانیوں کو سلطان ایوبی نے آکر ختم کر دیا تو اس خاندان کی وفاداریاں حکومت کے ساتھ رہیں اور یہ سلطان ایوبی کا وفادار ہو گیا۔

جس روز سلطان ایوبی نے البرق اور علی بن سفیان کو حکم دیا کہ وہ فوج میں جرائم کی وبا کی وجوہات معلوم کریں، اس سے اگلی رات اس مکان کے ایک کمرے میں دس بارہ آدمی بیٹھے تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ کمرے میں ایک بوڑھا آدمی داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ ایک بڑی خوبصورت لڑکی تھی جس کا آدھا چہرہ نقاب میں تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا گیا اور لڑکی نے نقاب اٹھا دیا۔ وہ بوڑھے کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کل امیر مصر تک اطلاع پہنچ گئی ہے کہ فوج میں جوئے بازی اور بدکاری بڑھ گئی ہے۔" بوڑھے نے کہا۔ "ہماری آج کی یہ نشست بہت اہم ہے۔ امیر نے سپاہیوں کے بھیس میں فوج میں سراغرساں شامل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ ہمیں ان سراغرسانوں کو ناکام کرنا ہے۔ تازہ اطلاع بڑی ہی امید افزا ہے۔ دو مصری سپاہیوں نے ایک عورت پر لڑ کر ایک دوسرے کو قتل کر دیا ہے، یہ ہماری کامیابی کی ابتدا ہے۔"

"تین مہینوں میں صرف ایک مسلمان سپاہی نے دوسرے کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہوا ہے۔" ایک آدمی نے بوڑھے کی بات کاٹ کر کہا۔ "کامیابی کی یہ رفتار بہت سست ہے۔ کامیابی ہم اسے کہیں گے جب ایوبی کا کوئی نائب سالار اپنے سالار کو قتل کر دے گا۔"

"میں کامیابی اسے کہوں گا جب کوئی سالار یا نائب سالار صلاح الدین ایوبی کو قتل کر دے گا۔" بوڑھے نے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ ایک ہزار سپاہی قتل ہو جائیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارا مطمعِ نظر ایوبی کا قتل ہے۔ آپ سب کو پچھلے سال کے دونوں واقعات یاد ہوں گے۔ ساحل پر سلطان ایوبی پر



تیر چلایا گیا وہ خطا گیا۔ روم سے آدمی آئے وہ ایسے ناکام ہوئے کہ سب کے سب مارے گئے اور ایک بدبخت مسلمان ہو گیا۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ — یہ کہ سلطان کو قتل کرنا اتنا آسان نہیں جتنا آپ لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایوبی قتل ہو جائے تو اس کا جانشین اس سے زیادہ سخت اور کٹر مسلمان ثابت ہو۔ اس لیے یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کی فوجوں کو اس خوبصورت تباہی کے راستے پر ڈال دو جس پر صلیب کے پرستاروں نے بغداد اور دمشق کے مسلمان امراء اور حاکموں کو ڈال دیا ہے۔"

"صلیب کے پرستاروں اور سوڈانیوں کو شکست کھائے ایک سال گزر گیا ہے۔" ایک نے کہا۔ "اس ایک سال میں آپ نے کیا کیا ہے؟... محترم! آپ بڑا لمبا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ دو آدمیوں کا قتل بے حد لازمی ہے۔ ایک صلاح الدین ایوبی، دوسرا علی بن سفیان۔"

"اگر علی بن سفیان کو ختم کر دیا جائے تو ایوبی اندھا اور بہرہ ہو جائے۔" ایک اور نے کہا۔

"میں نے وہ آنکھیں حاصل کر لی ہیں جو سلطان ایوبی کے سینے کے ہر ایک راز کو دیکھ سکتی ہیں۔" بوڑھے نے کہا اور اس لڑکی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا جو اس کے ساتھ آئی تھی۔ بوڑھے نے کہا — "یہ ہیں وہ آنکھیں۔ دیکھ لو ان آنکھوں میں کیا جادو ہے۔ تم سب نے صلاح الدین ایوبی کے ایک حاکم نادم الدین البرق کا نام سنا ہوگا۔ تم میں سے بعض نے اسے دیکھا بھی ہوگا۔ صرف دو آدمی ہیں جو صلاح الدین کے سینے میں دیکھ سکتے ہیں۔ ایک علی دوسرا البرق۔ علی بن سفیان کو قتل کرنا حماقت ہو گی۔ میں نے جس طرح البرق پر قبضہ کر لیا ہے، اسی طرح علی پر بھی کر لوں گا۔"

"البرق آپ کے قبضے میں آ چکا ہے؟" — ایک نے پوچھا

"ہاں!" بوڑھے نے لڑکی کے ریشمی بالوں کو ہاتھ سے چھیڑ کر کہا — "میں نے اسے ان زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔ میں نے آج آپ سب کو چند اور باتیں بتانے کے علاوہ یہ خوشخبری بھی سنانے کے لیے بلایا ہے۔ ہمیں جلدی برخاست ہونا ہے کیونکہ ہم سب کا ایک جگہ اکٹھا ہونا ٹھیک نہیں۔ اس لڑکی کو تم سب شاید جانتے ہو۔ مجھے بالکل امید نہیں تھی کہ یہ اتنی آسانی سے یہ ڈرامہ کھیل لے

گی۔ اس کی عمر دیکھئے۔ پختہ نہیں ہے۔ میں پورا ایک سال ایسے موقع کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا کہ علی بن سفیان یا البرق کو یا دونوں کو چانس سکوں۔ میں ان سے ملا کبھی نہیں کیونکہ میں ان کی شناخت میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ فوجی مہم کو سلطان شہریوں سے دور رکھتا تھا۔ آخر اس نے فوجی میلے کا اعلان کیا اور مجھے پتہ چل گیا کہ اس نے اپنے فوجی کمانداروں، سالاروں اور عہدیداروں سے کہا ہے کہ میلے میں وہ شہریوں میں بیٹھیں اور ان سے باتیں کریں اور ان پر اپنا رعب نہیں بلکہ اعتماد پیدا کریں۔ مجھے علی بن سفیان کہیں نظر نہیں آیا۔ اس لڑکی کو میں ساتھ لے گیا تھا۔ البرق نظر آ گیا۔ اس کے ساتھ دو کرسیاں خالی تھیں۔ میں نے لڑکی کو اس کے بٹھا دیا۔ اسے میں آٹھ مہینوں سے استادی طریقے سکھا رہا تھا۔ مجھے اپنا بوڑھا خاوند اور اپنے آپ کو خریدی ہوئی معلوم لڑکی بتا کر اس نے البرق جیسے مومن کو اپنی خوبصورتی میں گرفتار کر لیا۔ ملاقات کا وقت اور جگہ طے کر لی۔ میں نے اسے بتایا کہ اسے کھنڈر میں کیا ناٹک کھیلنا ہے۔ لڑکی کھنڈر میں چلی گئی۔ میں چار آدمیوں کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ دو آدمی اس وقت یہاں موجود ہیں۔ دو کو آپ سب نہیں جانتے۔ وہ ہمارے گروہ کے آدمی ہیں۔ اس نے البرق پر ثابت کر دیا کہ یہ اس کی خاطر جان دے دے گی۔ ہمارے چاروں ساتھیوں نے البرق پر اور اس پر تلواروں سے حملے کیے۔ اس نے برچھی کے وار کیے۔ یہ ناٹک اس قدر حقیقی معلوم ہوتا تھا کہ البرق کو شک تک نہ ہوا۔ کم بخت کے دماغ میں یہ بھی نہ آئی کہ تلواروں کے اور برچھی کے اتنے وار ہوئے مگر کوئی زخمی تک نہ ہوا۔ میں نے یہ کہہ کر یہ کھیل ختم کیا کہ یہ لڑکی اتنی بہادر ہے کہ کسی بہادر کے پاس ہی اچھی لگتی ہے۔ میں نے اسے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے البرق کے حوالے کر دیا۔"

"میں نے اسے اپنا نام آصفہ بتا رکھا ہے۔" لڑکی نے کہا ــــ "میں حیران ہوں کہ اتنی پختہ عمر کا حاکم اتنی آسانی سے میرے جال میں پھنس گیا ہے۔ میں نے اسے شراب کا عادی بنا دیا ہے۔ اس نے کبھی نہیں پی تھی۔ پہلی بیوی اسی گھر میں رہتی ہے۔ اس کے بچے بھی ہیں لیکن وہ سب کو جیسے بھول گیا ہے ــــ لڑکی نے محفل کو تفصیل سے بتایا کہ اس نے کیسے کیسے طریقوں سے



سلطان ایوبی کے اس معتمدِ خصوصی کی عقل کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔

"ان تین مہینوں میں یہ لڑکی مجھے صلاح الدین ایوبی کے کئی قیمتی راز دے چکی ہے۔" بوڑھے نے کہا ــــ "سلطان ایوبی بہت زیادہ فوج تیار کر رہا ہے۔ اس میں سے وہ آدھی مصر میں رکھے گا اور باقی نصف کو اپنی کمان میں عیسائی بادشاہوں کے خلاف لڑانے کے لیے لے جائے گا۔ اس کی نظر یروشلم پر ہے لیکن البرق سے اس لڑکی نے جو راز لیے ہیں، وہ یہ ہیں کہ سلطان سب سے پہلے اپنے مسلمان حکمرانوں اور قلعہ داروں کو متحد کرے گا۔ ان کے اتحاد کو صلیب کے پرستاروں نے بالکل اسی طرح بکھیر دیا ہے جس طریقے سے ہم نے البرق کو اپنے قبضے میں لیا ہے۔"

"تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ البرق اب ہمارے گروہ کا فرد ہے؟" ــــ ایک آدمی نے پوچھا۔

"نہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ "وہ سچے دل سے ایوبی کا وفادار ہے۔ وہ اتنا ہی وفادار اس لڑکی کا بھی ہے۔ یہ لڑکی سلطان، قوم اور اسلام کی وفاداری کا اظہار ایسے والہانہ طریقے سے کرتی ہے کہ البرق اسے 'قوم کی جانباز بیٹی' سمجھتا ہے۔ اس لڑکی کے حسن و جوانی اور محبت کے عملی اظہار کا جادو الگ ہے۔ البرق کو ہم اپنے ساتھ نہیں ملا سکتے۔ ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ پوری طرح ہمارے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"

"سلطان ایوبی اور کیا کرنا چاہتا ہے؟" اس گروہ کے ایک رکن نے پوچھا۔

"اس کے ذہن میں سلطنتِ اسلامیہ ہے۔" بوڑھے نے کہا۔ "وہ صلیبی سلطنت میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے کا منصوبہ بنا چکا ہے۔ ہمارے ان جاسوسوں کو جو سمندر پار سے آئے ہیں، ایوبی نے گرفتار اور بیکار کرنے کے لیے علی بن سفیان کی نگرانی میں ایک بہت بڑا گروہ تیار کیا ہے۔ البرق سے حاصل کی ہوئی اطلاعات کے مطابق اس نے جانبازوں کی ایک الگ فوج تیار کی ہے جسے .. صلیبی ملکوں میں بھیج کر جاسوسی اور تباہی کرائے گا۔ اس فوج کی ٹریننگ شروع ہو چکی ہے۔ صلاح الدین ایوبی کے منصوبے بہت خطرناک ہیں۔ انہی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے فوجی میلے کا ڈھونگ

رچایا اور چھ سات ہزار جوان بھرتی کر لیے ہیں۔ لوگ ابھی تک بھرتی ہو رہے ہیں۔ بھرتی ہونے والوں میں سوڈانی بھی ہیں۔ مجھے اوپر سے جو ہدایات ملی ہیں وہ یہ ہیں کہ ایوبی کی فوج میں بدکاری کے بیج بونے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں عورت اور جوا داخل کر دو۔"

بوڑھے نے بتایا کہ اس نے فوجی میلے کے فوراً بعد اپنے آدمی بھرتی کرا دیئے تھے۔ انہوں نے بڑی خوبی سے فوج میں جوا شروع کرا دیا ہے۔ جوا اور عورت ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو چوری اور قتل تک لے جاتی ہیں۔

اس نے دوسرا طریقہ یہ بتایا کہ عصمت فروش عورتوں کو ٹریننگ دے کر فوجی کیمپوں کے ارد گرد چھوڑ دیا گیا ہے جو یہ ظاہر نہیں ہونے دیتیں کہ وہ پیشہ ور ہیں۔ انہوں نے سلطان کے فوجیوں کو بدی کے راستے پر ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان میں رقابت بھی پیدا کر دی ہے۔ بوڑھے نے کہا — "اس کی کامیابی پرسوں سامنے آئی ہے۔ دو سپاہی ایک عورت کے خیمے میں بیک وقت پہنچ گئے۔ دونوں لڑ پڑے اور ایک دوسرے کو بُری طرح زخمی کر دیا۔ ایک تو خیمے میں ہی مر گیا۔ دوسرے کے متعلق پتہ چلا کہ کیمپ میں جا کر مر گیا ہے... یہ رپورٹ سلطان ایوبی تک پہنچ گئی ہے۔ اس نے علی بن سفیان اور البرق کو حکم دیا ہے کہ فوجوں میں اپنے سراغرساں بھیج کر معلوم کریں کہ جوا بازی، چوری چکاری اور بدکاری کیوں بڑھتی جا رہی ہے۔ لہٰذا آپ سب ان تمام عورتوں سے جو اسی کام میں مصروف ہیں کہہ دیں کہ کیمپوں کے قریب نہ جائیں۔"

اسی مجلس میں یہ بھی بتایا گیا کہ آصفہ جس کا اصلی نام کچھ اور تھا، پانچویں چھٹی رات اس بوڑھے کو اطلاعیں دینے جاتی ہے جو وہ البرق سے حاصل کرتی ہے۔ جس رات اُسے باہر نکلنا ہوتا ہے وہ البرق کو شراب میں ایک خاص سفوف گھول کر پلا دیتی ہے۔ اس کے اثر سے صبح تک اس کی آنکھ نہیں کھل سکتی۔ مجلس میں یہ انکشاف بھی ہوا کہ مصر کے شہروں اور قصبوں میں خفیہ قحبہ خانے اور قمار خانے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے اثرات امید افزا ہیں۔ تربیت یافتہ عورتیں اچھے اچھے گھرانوں کے نوجوانوں کو بدکاری کے راستے پر ڈالتی جا رہی ہیں۔ اب کوشش یہ کی جائے گی کہ مسلمان لڑکیوں میں بھی بے حیائی کا رجحان پیدا کیا جائے۔



یہ محفل جو جاسوسوں کا ایک خفیہ اجلاس تھا، برخاست ہوئی۔ وہ سب اکٹھے باہر نہ نکلے۔ ایک آدمی باہر جاتا تھا۔ دس پندرہ منٹ بعد دوسرا آدمی نکلتا تھا۔ بوڑھا بھی چلا گیا تھا۔ صرف آصفہ اور ایک آدمی رہ گیا۔ آصفہ نے نقاب میں چہرہ چھپایا اور اس آدمی کے ساتھ نکل گئی۔

☆

البرق نے آصفہ کو ایک راز بنا کے رکھا ہوا تھا۔ اس نے ابھی کسی کو نہیں بتایا تھا کہ اس نے دوسری شادی کر لی ہے۔ دوسری شادی معیوب نہیں تھی، لیکن وہ ڈرتا تھا کہ دوست مذاق کریں گے کہ اتنا عرصہ ایک بیوی کے ساتھ گزار کر چالیس سال کی عمر میں نوجوان لڑکی کے ساتھ شادی کر لی۔ مگر یہ بھید چھپ نہ سکا۔ علی بن سفیان نے شہر میں اور فوجی کیمپوں کے ارد گرد اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ اسے یہ اطلاعیں مل رہی تھیں کہ فوجی میلے کے بعد شہر میں بھی جوا اور بدکاری بڑھ رہی ہے۔ ایک روز ایک سراغرساں نے علی بن سفیان کو یہ رپورٹ دی کہ گزشتہ تین مہینوں میں اس نے چار بار دیکھا ہے کہ نادم الدین البرق کے گھر سے رات اُس وقت جب سب سو جاتے ہیں، ایک عورت سیاہ لبادے میں لپٹی ہوئی نکلتی ہے۔ وہ تھوڑی دور جاتی ہے تو ایک آدمی اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ سراغرساں نے بتایا کہ دو بار اس نے یہیں تک دیکھا۔ تیسری بار اس نے اس عورت کا پیچھا کیا۔ وہ اس آدمی کے ساتھ ایک مکان میں چلی گئی۔ وہاں سے کچھ دیر بعد نکلی اور اُس آدمی کے ساتھ واپس چلی گئی۔

اس سراغرساں نے بتایا کہ اس نے اس عورت کو گزشتہ رات گھر سے نکلتے، ایک آدمی کے ساتھ جاتے دیکھا تو تعاقب کیا۔ وہ اسی مکان میں داخل ہو گئی۔ ذرا سی دیر بعد وہ ایک آدمی کے ساتھ مکان سے نکلی۔ وہ دونوں شہر کے ایک بہت بڑے مکان میں داخل ہو گئے۔ سراغرساں مکان سے دُور دُور رہا۔ بہت سا وقت گزر جانے کے بعد اس مکان سے ایک ایک کر کے گیارہ آدمی نکلے۔ آخر میں یہ عورت ایک آدمی کے ساتھ نکلی۔ سراغرساں اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے تعاقب میں گیا۔ البرق کے مکان سے کچھ دُور آدمی ایک اور طرف چلا گیا اور عورت البرق کے مکان میں داخل ہو گئی۔

سراغرساں البرق جیسے حاکم کے گھر کے متعلق کوئی بات کہنے کی جرأت نہیں

کرسکتا تھا لیکن علی بن سفیان کی ہدایات اور احکام بڑے ہی سخت تھے۔ اس نے اپنے جاسوسوں، مخبروں اور سراغرسانوں سے کہہ رکھا تھا کہ وہ سلطان ایوبی کی کسی حرکت کو شک سے دیکھیں تو بھی اسے بتائیں اور وہ کسی کے رتبے کا لحاظ نہ کریں۔ جہاں انہیں کسی قسم کا شک ہو، خواہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، وہ علی بن سفیان کو تفصیل سے بتائیں۔ یہ سبق جاسوسی کی ٹریننگ میں شامل تھا کہ جاسوسی کی کامیابی کا دارومدار ایسی ہی حرکتوں اور باتوں سے ہوتا ہے جنہیں بے معنی سمجھ کر نظرانداز کردیا جاتا ہے۔

اس سراغرساں نے چار مرتبہ جو مشاہدہ کیا تھا وہ علی بن سفیان کے لیے اہم تھا وہ البرق کی بیوی کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ ایسی عورت نہیں تھی کہ راتوں کو کسی غیرمرد کے ساتھ باہر جائے۔ البرق کی کوئی بیٹی جوان بھی نہیں تھی۔ یہ تو کسی کو بھی علم نہ تھا کہ البرق نے ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ شادی کرلی ہے۔ اس نے اس مسئلے پر بہت غور کیا۔ اُسے یہ خیال بھی آگیا کہ البرق اس کا دوست بھی ہے۔ اُسے حق پہنچتا تھا کہ اس کے دوست کے گھر میں کوئی گڑبڑ ہے تو اس کے لیے کچھ کرے۔ مگر اس کے ذہن میں جو سوچ غالب تھی وہ یہ تھی کہ شہر میں مشکوک عورتوں کا ریلا سا آگیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ البرق کسی بدکار عورت کے چکر میں آگیا ہو؟۔ ایک خدشہ اس کے دماغ میں آگیا۔ اس نے اپنے محکمے کی ایک عورت کو اس روپ میں البرق کے گھر میں بھیجا کہ وہ ایک مفلوک عورت ہے۔ اس کا خاوند مرگیا ہے اور اس کے بیٹے آوارہ ہوگئے ہیں لہٰذا اس کی امانت کی جائے۔

ہدایت کے مطابق یہ عورت اُس وقت البرق کے گھر میں گئی جب وہ گھر میں نہیں تھا۔ دوسری ہدایت کے مطابق وہ سارے گھر میں پھری تو اُسے آصفہ نظر آ گئی۔ یہ عورت البرق کی پہلی بیوی سے ملی۔ اپنی "فریاد" پیش کی اور کہا کہ وہ (البرق کی پہلی بیوی) البرق سے اس کی سفارش کرے۔ باتوں باتوں میں اس نے کہا۔ — "آپ کی بیٹی کی شادی ہوگئی ہے یا ابھی کنواری ہے؟" — اسے جواب ملا۔ "یہ میری بیٹی نہیں، میرے خاوند کی دوسری بیوی ہے۔ تین مہینے ہوئے انہوں نے شادی کی ہے۔"

علی بن سفیان کے لیے یہ اطلاع حیران کن تھی۔ اس کے دل میں یہی شک پیدا ہوگیا کہ رات کو باہر جانے والی اس کی نئی بیوی ہوسکتی ہے۔ علی نے ایک اور عورت



کے ہاتھ البرق کی پہلی بیوی کو پیغام بھیجا کہ وہ اُسے کہیں باہر ملنا چاہتا ہے مگر البرق کو پتہ نہ چلے۔ اس نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ ان کے گھر کے متعلق کوئی بہت ہی ضروری بات کرنی ہے۔ علی نے ملاقات کے لیے ایک جگہ بھی بتادی اور وقت وہ بتایا جب البرق دفتر میں مصروف ہوتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ آگئی۔ علی بن سفیان کے دل میں اس معزز عورت کا بہت ہی احترام تھا۔ اس نے البرق کی بیوی سے کہا کہ اسے معلوم ہوا ہے کہ البرق نے دوسری شادی کرلی ہے۔ بیوی نے جواب دیا — "خدا کا شکر ہے کہ اس نے دوسری شادی کی ہے۔ چوتھی اور پانچویں نہیں کی۔"

باتیں کرتے کرتے علی بن سفیان نے پوچھا۔ "وہ کیسی ہے؟"

"بہت خوبصورت ہے۔" بیوی نے جواب دیا۔

"شریف بھی ہے؟" — علی بن سفیان نے پوچھا — "آپ کو اس پر کسی قسم کا شک تو نہیں؟" — کچھ دیر تک وہ گہری سوچ میں پڑی رہی۔ علی نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ وہ کبھی کبھی رات کو باہر چلی جاتی ہے تو آپ بُرا تو نہ جانیں گی؟"

وہ مسکرائی اور کہنے لگی — "میں خود پریشان تھی کہ یہ بات کس سے کروں۔ میرے خاوند کا یہ حال ہے کہ اس کا غلام ہوگیا ہے۔ مجھ سے تو اب بات بھی نہیں کرتا۔ میں اس لڑکی کے خلاف خاوند کے ساتھ بات کروں تو وہ مجھے گھر سے نکال دے۔ وہ سمجھے گا کہ میں حسد سے شکایت کررہی ہوں۔ یہ لڑکی صاف نہیں۔ ہمارے گھر میں شراب کی بُو بھی کبھی نہیں آئی تھی۔ اب وہاں مٹکے خالی ہوتے ہیں۔"

"شراب؟" علی بن سفیان نے چونک کر پوچھا — "البرق شراب بھی پینے لگا ہے؟"

"صرف پیتا نہیں۔" بیوی نے کہا — "بدمست اور مدہوش ہوجاتا ہے۔ میں نے چھ بار اس لڑکی کو رات کے وقت باہر جاتے اور بہت دیر بعد آتے دیکھا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جس رات لڑکی کو باہر جانا ہوتا ہے، اس رات البرق بے ہوش ہوتا ہے۔ صبح بہت دیر سے اٹھتا ہے۔ لڑکی بدمعاش ہے۔ اسے دھوکہ دے رہی ہے۔"

"لڑکی بدمعاش نہیں۔" علی بن سفیان نے کہا — "وہ جاسوس ہے۔ وہ البرق کو نہیں، قوم کو دھوکہ دے رہی ہے۔"

"جاسوس؟" بیوی نے چونک کر کہا۔ "میرے گھر میں جاسوس؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دانت پیس کر بولی۔ "آپ جانتے ہیں کہ میں شہید کی بیٹی ہوں۔ البرق بھی مسلمان تھا۔ اس نے زندگی اسلام کے نام پر وقف کر رکھی تھی۔ میں بچوں کو جہاد کے لیے تیار کر رہی ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ میرے بچوں کا باپ ایک جاسوس لڑکی کے فریب میں آ گیا ہے۔ میں اپنے بچوں کے باپ کو قربان کر سکتی ہوں۔ قوم اور اسلام کو قربان ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ میں دونوں کو قتل کر دوں گی۔"

علی بن سفیان نے اسے بڑی مشکل سے ٹھنڈا کیا اور اسے سمجھایا کہ ابھی یہ یقین کرنا ہے کہ یہ لڑکی جاسوس ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ البرق بھی جاسوسوں کے گروہ میں شامل ہو گیا ہے یا اسے شراب پلا کر صرف استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس عورت کو یہ بھی بتایا گیا کہ جاسوسوں کو قتل نہیں گرفتار کیا جاتا ہے اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ علی بن سفیان نے اسے کچھ ہدایات دیں اور اُسے کہا کہ وہ لڑکی کی ہر حرکت پر نظر رکھے۔۔۔۔ یہ عورت چلی گئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے علی بن سفیان کی ہدایات پر ٹھنڈے دل سے عمل کرے گی۔ مگر اس کی چال اور اس کے انداز سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ کسی بھی وقت بے قابو ہو جائے گی۔ وہ حرم کی عورت نہیں تھی۔ وہ [illegible] خاوند، بیوی اور ملک و ملت پر جان نثار کرنے والی قوم کی بیٹی تھی۔

☆

خادم الدین البرق اور علی بن سفیان صرف رفیقِ کار ہی نہیں تھے۔ ان کی گہری دوستی بھی تھی۔ وہ ہم عمر تھے۔ انہوں نے اکٹھے معرکے لڑے تھے۔ دونوں سلطان ایوبی کے پرانے ساتھی تھے۔ اتنی گہری دوستی کے باوجود البرق نے علی بن سفیان سے دوسری شادی چھپا رکھی تھی۔ علی کو معلوم ہوا تو اس نے البرق کے ساتھ اس ضمن میں کوئی بات نہ کی۔ وہ اس کی بیوی کی وساطت سے اس کے گھر کا معمہ حل کرنے کی کوششوں میں لگ گیا تھا۔ اس نے البرق کے مکان اور اُس مکان کے درمیان اپنے جاسوسوں میں اضافہ کر دیا تھا جہاں البرق کی نئی بیوی رات کو جایا کرتی تھی۔ البرق کی پہلی بیوی کے ساتھ باتیں کیے دو راتیں گزر گئی تھیں۔ لڑکی باہر نہیں نکلی تھی۔ جاسوس پوری پوری رات بیدار رہے تھے۔

تیسری رات، نصف شب سے ذرا پہلے علی بن سفیان گہری نیند سویا ہوا تھا۔ اس نے اپنے عملے اور اپنے ماتحتوں سے کہہ رکھا تھا کہ وہ جب چاہیں اسے جگا سکتے ہیں۔



وہ ان لوگوں سے مختلف تھا جو کسی کو آرام میں خلل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اُس رات علی کو ملازم نے گہری نیند سے بیدار کیا اور کہا۔ "عمر آیا ہے، گھبرایا ہوا ہے۔"

علی بن سفیان کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح کمرے سے نکلا۔ اس نے دو تین چھلانگوں میں برآمدہ عبور کیا اور ڈیوڑھی سے باہر نکل گیا۔ اس کے عملے کا ایک آدمی باہر کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "ملازم کو دوڑائیں۔ دس بارہ سوار فوراً مستعد کرائیں۔ اپنا گھوڑا جلدی تیار کریں، پھر آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا ہوا ہے۔"

علی بن سفیان نے ملازم کو چودہ مسلح سوار اور اپنا گھوڑا اور تلوار لانے کو دوڑایا اور عمر سے پوچھا۔ "کہو کیا بات ہے؟"

عمر اور آذر نام کے دو جاسوس آصفہ کو دیکھنے کے لیے متعین تھے۔ علی بن سفیان نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ لڑکی گھر سے نکل کر کہیں جائے تو اسے فوراً اطلاع دی جائے۔ عمر بڑی خطرناک اطلاع لے کر آیا۔ اس نے بتایا کہ تھوڑی دیر گزری البرق کے گھر سے سیاہ چادر میں سر سے پاؤں تک لپٹی ہوئی ایک عورت نکلی۔ پچاس ساٹھ گز آگے گئی تو البرق کے گھر سے اسی لباس میں ایک اور عورت نکلی۔ وہ بہت تیز تیز اگلی عورت کے پیچھے چلی گئی۔ جب اُس سے ذرا دور رہ گئی تو اگلی عورت رُک گئی۔ دونوں جاسوس پیچھے ہوئے تھے۔ انہیں کوئی نہ دیکھ سکا۔ وہ تعاقب بھی چھپ کر کرتے تھے۔ دونوں عورتوں میں نہ جانے کیا بات ہوئی۔ ان میں سے ایک نے تالی بجائی۔ کہیں قریب سے ایک آدمی نکلا۔ اس نے بعد میں آنے والی عورت کو پکڑنا چاہا۔ عورت نے اس پر کسی ہتھیار کا وار کیا جو اندھیرے میں نظر نہیں آتا تھا۔ اس آدمی نے بھی اس پر کسی ہتھیار سے وار کیا۔

جو عورت پہلے آئی تھی، اس کی آواز سنائی دی۔ "اسے اٹھا کر لے چلو۔"

دوسری عورت نے اس پر وار کیا۔ اس کی چیخ سنائی دی۔ دوسری عورت نے اس پر ایک اور وار کیا اور آدمی کا وار بچایا بھی۔ دونوں عورتیں زخمی ہو گئی تھیں۔ عمر علی بن سفیان کو اطلاع دینے دوڑ پڑا۔ آذر وہیں چھپا رہا۔ اُسے یہ دیکھنا تھا کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔

علی بن سفیان نے اس قسم کے ہنگامی حالات کے لیے تیز رفتار اور تجربہ کار لڑاکا سواروں کا ایک دستہ تیار رکھا ہوا تھا۔ یہ سوار اپنے گھوڑوں کے قریب سوتے تھے۔ زرہیں اور ہتھیار اُن کے پاس رہتے تھے۔ انہیں یہ مشق کرائی

جاتی تھی کہ رات کے وقت ضرورت پڑنے پر وہ چند منٹوں میں تیار ہو کر ضرورت کی جگہ پہنچیں۔ وہ اس قدر تیز ہو گئے تھے کہ علی بن سفیان کے ملازم نے دستے کے کمانڈر کو اطلاع دی کہ چودہ سوار بھیج دو تو وہ علی بن سفیان کے کپڑے بدلنے اور اس کا گھوڑا تیار ہونے تک پہنچ گئے۔

علی بن سفیان کی قیادت اور عمر کی راہنمائی میں وہ واردات کی جگہ پہنچے۔ دو سواروں کے ہاتھوں میں ڈنڈوں کے ساتھ تیل میں بھیگے ہوئے کپڑوں کی مشعلیں تھیں۔ وہاں دو لاشیں پڑی تھیں۔ علی بن سفیان نے گھوڑے سے اتر کر دیکھا۔ ایک البرق کی پہلی بیوی تھی۔ دوسرا آذر تھا۔ عمر کا ساتھی۔ دونوں زندہ تھے اور خون میں ڈوبے ہوئے۔ آذر نے بتایا کہ وہ البرق کی بیوی کو پھینک کر چلے گئے تو وہ اس کے پاس گیا۔ اچانک پیچھے سے کسی نے اس پر خنجر کے تین وار کیے۔ وہ سنبھل نہ سکا۔ حملہ آور بھاگ گیا۔ آذر نے بتایا کہ دوسری عورت البرق کے گھر کی طرف نہیں گئی بلکہ اُدھر گئی ہے جہاں وہ پہلے جایا کرتی تھی۔ عمر کو اس گھر کا علم تھا۔

علی بن سفیان نے دو سواروں سے کہا کہ وہ دونوں زخمیوں کو فوراً جراح کے پاس لے جائیں اور ان کا خون روکنے کی کوشش کریں۔ باقی سواروں کو وہ عمر کی راہنمائی میں اُس مکان کی طرف لے گیا جہاں آصفہ پہلے کئی بار جاتے دیکھی گئی تھی۔ وہ پرانے زمانے کا بڑا مکان تھا۔ اس سے ملحق کئی اور مکان تھے۔ پچھواڑے سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی۔ علی نے اپنے سواروں کو مکان کے دونوں طرف سے پیچھے بھیجا۔ دو سواروں کو مکان کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا کہ کوئی بھی اندر سے نکلے اسے پکڑ لو۔ بھاگنے کی کوشش کرے تو پیچھے سے تیر مارو اور ختم کر دو۔

سوار ابھی چکر کاٹ کر پچھواڑے کی طرف جا ہی رہے تھے کہ دوڑتے گھوڑوں کے ٹاپ سنائی دینے لگے۔ علی بن سفیان نے ایک سوار سے کہا ــــ "سرپٹ جاؤ۔ اپنے کمانڈر سے کہو کہ اس مکان کو گھیرے میں لے کر اندر داخل ہو جائے اندر کے تمام افراد کو گرفتار کرے" ــــ سوار کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی بن سفیان نے بلند آواز سے اپنے سواروں کو حکم دیا ــــ "ایڑ لگاؤ۔ تعاقب کرو۔ ایک دوسرے کو نظر میں رکھو" ــــ اور اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی۔



[illegible] رسالے کے چنے ہوئے گھوڑے تھے اور ان کے سوار سلطان ایوبی سے کئی بار خراج تحسین حاصل کر چکے تھے۔ مغرور بھی شاہسوار معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے گھوڑوں کے ٹاپ بتاتے تھے کہ انہی نسل کے بہت تیز دوڑنے والے گھوڑے ہیں۔ یہ شہر کا علاقہ تھا جہاں مکانوں کی رکاوٹیں تھیں۔ کھلیان تھیں جو گھوڑوں کی دوڑ کے لیے کشادہ نہیں تھیں۔ ان سے آگے کھلا میدان تھا۔

اندھیرے میں گھوڑے نظر نہیں آتے تھے۔ اُن کی آوازوں پر تعاقب ہو رہا تھا۔ وہ جب کھلے میدان میں گئے تو اُن کا چھپنا مشکل ہو گیا۔ افق کے پس منظر میں وہ سایوں کی طرح صاف نظر آنے لگے۔ وہ چار تھے۔ انہوں نے کم و بیش ایک سو گز کا فاصلہ حاصل کر لیا تھا۔ وہ پہلو بہ پہلو جا رہے تھے۔ علی بن سفیان کے حکم پر دو سواروں نے اسی رفتار سے گھوڑے دوڑاتے تیر چلائے۔ تیر شاید خطا گئے تھے۔ بھاگنے والے دانش مند معلوم ہوتے تھے۔ تیر ان کے قریب سے یا درمیان سے گزرے تو انہوں نے گھوڑے پھیلا دیئے۔ وہ اکٹھے جا رہے تھے۔ ان کے گھوڑے کھلنے لگے۔ نہایت اچھے طریقے سے گھوڑے ایک دوسرے سے خاصے دُور ہٹ گئے۔ علی بن سفیان کا دستہ بہت تیز تھا۔ فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا مگر بھاگنے والوں کے گھوڑے اور زیادہ ایک دوسرے سے ہٹتے جا رہے تھے۔ آگے کھجور کے پیڑوں کا جھنڈ آ گیا۔ اُن کے گھوڑے وہاں اس طرح ایک دوسرے سے دور ہٹ گئے کہ دو دائیں طرف اور دو کھجوروں کے بائیں طرف ہو گئے۔ یہ جگہ اونچی تھی۔ گھوڑے اوپر اٹھے اور غائب ہو گئے۔

تعاقب کرنے والے بلندی پر گئے تو انہیں آگے جو بھاگتے سائے نظر آئے وہ ایک دوسرے سے بہت ہی دور ہو گئے تھے۔ پھر وہ اتنی دُور دُور ہو گئے کہ ان کے رُخ ہی بدل گئے۔ علی بن سفیان جان گیا کہ وہ اس کے سواروں کو منتشر کرنا چاہتے ہیں۔ علی نے بلند آواز سے کہا ــــ "ہر سوار کے پیچھے تقسیم ہو جاؤ۔ ایک دوسرے کو تلاش کرو۔ ایڑ لگاؤ۔ فاصلہ کم کرو۔ کمانوں میں تیر ڈال لو"

سوار تقسیم ہو گئے۔ سب نے کندھوں سے کمانیں اتار کر تیر ڈال لیے اور تقسیم ہو کر ایک ایک گھوڑے کے پیچھے گئے۔ ان کے گھوڑوں کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ آگے کے شور و غل میں کمانوں سے تیر نکلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ کسی نے للکار کر کہا "ایک کو مار لیا۔ گھوڑا بے تاب ہو گیا ہے" ــــ ادھر علی بن سفیان کے ساتھ جو

دو سوار تھے، انہوں نے بیک وقت تیر چلائے۔ اندھیرے میں تیر خطا جانے کا ڈر تھا اور تیر خطا جا بھی رہے تھے۔ پھر بھی انہوں نے ایک اور گھوڑے کو نشانہ بنا لیا۔ یہ گھوڑا بے تاب ہو کر اور گھوم کر پیچھے کو آیا۔ ایک سوار نے اس کی گردن میں برچھی ماری۔ دوسرے نے اپنے گھوڑے سے جھک کر اس کے پیٹ میں برچھی داخل کر دی مگر گھوڑا توانا تھا، گرا نہیں۔ سوار زندہ پکڑنا تھا۔ علی کے ایک سوار نے بازو بڑھا کر ایک سوار کی گردن جکڑ لی۔ نیچے گھوڑا زخمی تھا۔ وہ رُکتے رُکتے رک گیا۔ اس پر ایک آدمی سوار تھا اور ایک لڑکی جسے سوار نے آگے بٹھا رکھا تھا۔ لڑکی شاید بے ہوش تھی۔

صحرا کی تاریک رات میں اب کسی سرپٹ دوڑتے گھوڑے کے ٹاپ نہیں سنائی دیتے تھے۔ سواروں کی آوازیں اور رُکی چلتے گھوڑوں کے ٹاپ سنائی دیتے تھے۔ سوار ایک دوسرے کو پکار رہے تھے۔ ان کی آوازوں سے پتہ چلتا تھا کہ انہوں نے بھاگنے والوں کو پکڑ لیا ہے۔ علی بن سفیان نے سب کو اکٹھا کر لیا۔ بھاگنے والے پکڑے گئے تھے۔ ان کے دو گھوڑے زخمی تھے۔ ان گھوڑوں کو مرنے کے لیے صحرا میں چھوڑ دیا گیا۔ بھاگنے والے پانچ تھے۔ چار آدمی اور ایک لڑکی۔ لڑکی گرفتار تھی۔ بھاگنے والوں میں سے ایک نے کہا: "ہمارے ساتھ تم لوگ جو سلوک کرنا چاہو کرلو مگر یہ لڑکی زخمی ہے۔ ہم امید رکھیں گے کہ تم اسے پریشان نہیں کرو گے۔"

ایک گھوڑے کی زین کے ساتھ مشعل بندھی ہوئی تھی۔ کھول کر جلائی گئی۔ لڑکی کو دیکھا گیا۔ بہت ہی خوبصورت اور نوجوان لڑکی تھی۔ اس کے کپڑے خون سے سرخ ہو گئے تھے۔ اس کے کندھے پر، گردن کے قریب، خنجر کا گہرا زخم تھا۔ اس سے اتنا خون نکل گیا تھا کہ لڑکی کا چہرہ لاش کی طرح سفید اور آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ علی بن سفیان نے زخم میں ایک کپڑا ٹھونس کر اوپر ایک اور کپڑا باندھ دیا اور اسے ایک گھوڑے پر ڈال کر سوار سے کہا کہ جلدی جراح تک پہنچے۔ وہاں جلدی کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ وہ شہر سے میلوں دُور نکل گئے تھے۔ قیدیوں میں ایک بوڑھا تھا۔

یہ قافلہ جب قاہرہ پہنچا تو صبح طلوع ہو رہی تھی۔ سلطان کو رات کے واقعہ کی اطلاع مل گئی تھی۔ علی بن سفیان ہسپتال گیا۔ جراح اور طبیب قیدی لڑکی کی مرہم پٹی میں اور ہوش میں لانے میں مصروف تھے۔ سوار نے اسے تھوڑی دیر پہلے پہنچا دیا تھا۔ البرق کی پہلی بیوی اور آصفہ ہوش میں آ گئے تھے۔ مگر ان کی حالت تسلی بخش نہیں تھی۔ سلطان ایوبی ہسپتال میں موجود تھا۔ اس نے علی بن سفیان کو اٹک کرنے کہا: "میں بہت دیر سے یہاں ہوں۔ میں نے البرق کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا تو اس نے عجیب بات بتائی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ البرق ہوش میں نہیں۔ اس کے کمرے میں شراب کے پیالے اور صراحی پڑی ہے۔ کیا وہ شراب بھی پینے لگا ہے؟ اُسے اتنا بھی ہوش نہیں کہ اس کی بیوی گھر سے باہر زخمی پڑی ہے۔ میں نے اس کی بیوی سے ابھی کوئی بات نہیں کی۔ طبیب نے منع کر دیا ہے۔"

"اس کی ایک نہیں دو بیویاں زخمی ہیں۔" علی بن سفیان نے کہا۔ "یہ لڑکی جسے ہم نے صحرا میں جا کر پکڑا ہے البرق کی دوسری بیوی ہے۔ ذرا زخمیوں کو بولنے کے قابل ہونے دیں۔ ہم نے بہت بڑا شکار مارا ہے۔"

البرق سویرے نکلنے کے بعد بھاگا۔ ملازم کے بتانے پر وہ دوڑتا آیا۔ اس کی دونوں بیویاں زخمی پڑی تھیں۔ اسے چاروں جاسوس دکھائے گئے۔ وہ بوڑھے کو دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اسے وہ آصفہ کا بوڑھا خاوند سمجھتا رہا تھا۔ سلطان ایوبی نے یہ واردات اپنی تحویل میں لے لی کیونکہ یہ جاسوسوں کے پورے گروہ کی واردات تھی اور اس میں اس کا معتمد ملوث تھا جسے فوج کے تمام راز اور آئندہ منصوبے معلوم تھے۔

جوں ہی زخمی بیان دینے کے قابل ہوئے ان سے بیان لیے گئے۔ ان سے یہ کہانی یوں بنی کہ البرق کی پہلی بیوی کو جب علی بن سفیان نے بتایا کہ اس کے خاوند کی دوسری بیوی مشتبہ چال چلن کی ہے اور وہ جاسوس معلوم ہوتی ہے تو وہ سخت غصے کے عالم میں گھر چلی گئی۔ وہ اپنے خاوند کو اور آصفہ کو قتل کر دینا چاہتی تھی لیکن علی بن سفیان نے اُسے کہا تھا کہ جاسوسوں کو زندہ پکڑا جاتا ہے تاکہ ان کے چھپے ہوئے ساتھیوں کا سراغ لیا جا سکے۔ اس نے اپنے آپ پر قابو پایا اور آصفہ پر گہری نظر رکھنے لگی۔ اس نے رات کا سونا بھی ترک کر دیا۔ موقع دیکھ کر اس نے ان کے سونے والے کمرے کے اس دروازے میں چھوٹا سا سوراخ کر لیا جو دوسرے کمرے میں کھلتا تھا۔ رات کو اس سوراخ میں سے انہیں دیکھتی رہتی تھی۔ دو راتیں تو اس نے یہی دیکھا کہ

لڑکی البرق کو شراب پلاتی اور سرپانی کا پورا مظاہرہ کرتی تھی۔ وہ سلطان ایوبی کی باتیں ایسے انداز سے کرتی تھی جیسے وہ اس کا پیر اور مرشد ہو۔ صلیبیوں کو بُرا بھلا کہتی اور وہی باتیں کرتی جو سلطان ایوبی کے جنگی منصوبے میں شامل تھیں۔ البرق اسے بتاتا تھا کہ سلطان کیا کر رہا ہے اور کیا سوچ رہا ہے۔

البرق کی پہلی بیوی نے دو راتیں یہی کچھ دیکھا اور سنا۔ تیسری رات وہ ناٹک کھیلا گیا جس کا البرق کی پہلی بیوی کو بے تابی سے انتظار تھا۔ آصفہ نے البرق کو شراب پلانی شروع کی اور اسے بالکل حیوان بنا دیا۔ آصفہ دونوں پیالے اٹھا کر اور یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی ــــ "دوسری لاتی ہوں" ــــ وہ واپس آئی تو پیالوں میں شراب تھی۔ اس نے ایک پیالہ البرق کو دے دیا۔ دوسرا خود منہ سے لگا لیا۔ اس کے بعد اس نے بے حد ننگی حرکتیں کیں اور البرق بے سدھ لیٹ گیا۔ آصفہ نے کپڑے پہنے اور البرق کو آہستہ آہستہ ہلایا۔ وہ نہ بولا۔ پھر اسے ہلایا۔ ہاتھ سے اس کے پپوٹے اوپر کیے مگر اس کی آنکھیں نہ کھلیں۔ اس نے پیالے دوسرے کمرے میں لے جا کر شراب میں بے ہوش کرنے والی کوئی چیز البرق کے پیالے میں ملا دی تھی۔

آصفہ نے کپڑے پہنے۔ اوپر سیاہ چادر اس طرح لے لی کہ سر سے پاؤں تک چھپ گئی۔ آدھی رات ہونے کو تھی۔ اس نے قندیل بجھائی اور باہر نکل گئی۔ پہلی بیوی آگ بگولہ ہو گئی۔ اس نے خنجر اٹھایا۔ اوپر لبادہ اوڑھا۔ وہ کمرے سے نکلنے لگی تو دیکھا کہ آصفہ ایک ملازمہ کے ساتھ کھسر پھسر کر رہی تھی۔ اس سے پتہ چلا کہ ملازمہ کو اس نے ساتھ ملا رکھا تھا۔ آصفہ باہر نکل گئی۔ ملازمہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ پہلی بیوی بڑے دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ تیز تیز چلتی آصفہ کے تعاقب میں گئی۔ وہ اس کے قدموں کی آہٹ پر جا رہی تھی۔ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ آصفہ کو شاید اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔ وہ رک گئی۔ پہلی بیوی اندھیرے میں اچھی طرح دیکھ نہ سکی۔ وہ آصفہ کے قریب چلی گئی اور رک گئی۔ اچانک آمنے سامنے آ جانے سے پہلی بیوی فیصلہ نہ کر سکی کہ کیا کرے۔ اس کے منہ سے نکل گیا ــــ "کہاں جا رہی ہو آصفہ؟"

پہلی بیوی کو معلوم نہ تھا کہ لڑکی کی حفاظت کے لیے ایک آدمی چھپ چھپ کر اس کے ساتھ جاتا ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا۔ آصفہ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ



مارا اور البرق کی پہلی بیوی سے ہنس کر کہا ــــ "آپ میرے پیچھے آئی ہیں یا کوئی اور بھی ہے؟" ــــ اتنے میں پیچھے سے کسی نے پہلی بیوی کو بازوؤں میں جکڑ لیا۔ اس عورت نے گرفت مضبوط ہونے سے پہلے ہی جسم کو جھٹکا دیا اور آزاد ہو گئی۔ اس نے تیزی سے خنجر نکال لیا۔ اس کے سامنے ایک آدمی تھا۔ عورت نے اس پر وار کیا جو وہ بچا گیا۔ آدمی نے ایسا وار کیا کہ خنجر عورت کے پہلو میں اتر گیا۔ اس آدمی نے دیکھ لیا تھا کہ عورت کے پاس خنجر ہے۔ وہ فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ پہلی بیوی نے آصفہ پر حملہ کیا اور خنجر اس کی گردن اور کندھے کے درمیان اتار دیا۔ لڑکی نے زور سے چیخ ماری۔ آدمی نے پہلی بیوی پر وار کیا جو یہ عورت پھرتی سے بچا گئی۔ اس نے وار کیا تو اس آدمی نے اس کا بازو اپنے بازو سے روک لیا۔

آصفہ گر پڑی تھی۔ البرق کی پہلی بیوی کو بھی گہرا زخم آیا تھا جو پہلو سے پیٹ تک چلا گیا تھا۔ وہ ڈگمگانے لگی۔ وہ آدمی آصفہ کو اٹھا کر کہیں چلا گیا۔ علی بن سفیان کے دو جاسوس عمر اور آذر چھپ کر دیکھ رہے تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ دوسری عورت کون ہے۔ عمر اس آدمی کے پیچھے چھپ چھپ کر گیا جو آصفہ کو اٹھائے گیا تھا۔ وہ اسی مکان میں لے گیا جہاں وہ جایا کرتی تھی۔ وہاں سے عمر علی بن سفیان کو اطلاع دینے چلا گیا۔ آذر نے بتایا کہ وہ وہیں چھپا رہا۔ زخمی عورت وہیں پڑی تھی۔ وہاں اور کوئی نہ تھا۔ آذر اس عورت کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ پیچھے سے کسی نے اس پر خنجر سے تین وار کیے اور حملہ آور بھاگ گیا۔ آذر وہیں بے ہوش ہو گیا۔

شام تک البرق کی پہلی بیوی اور آذر کی حالت بگڑ گئی۔ طبیبوں اور حکیموں نے بہت کوشش کی مگر وہ زندہ نہ رہ سکے۔ البرق کی بیوی نے علی بن سفیان سے کہا تھا کہ میں اپنے خاوند کو قربان کر سکتی ہوں، قوم اور ملک کی عزت کو قربان ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ اس نے قوم کے نام پر جان دے دی۔

سلطان ایوبی کے حکم سے خادم الدین البرق کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اس نے یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کی کہ اس نے یہ جرم دانستہ نہیں کیا۔ وہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں بیوقوف بن گیا تھا، مگر یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اس نے حکومت اور فوج کے راز شراب اور حسین لڑکی کے نشے میں دشمن کے جاسوسوں تک پہنچائے ہیں۔ سلطان ایوبی قتل کا جرم بخش سکتا تھا۔ شراب نوشی اور عیاشی

لڑکی البرق کو شراب پلاتی اور سرپانی کا پورا مظاہرہ کرتی تھی۔ وہ سلطان ایوبی کی باتیں ایسے انداز سے کرتی تھی جیسے وہ اس کا پیر اور مرشد ہو۔ صلیبیوں کو بُرا بھلا کہتی اور وہی باتیں کرتی جو سلطان ایوبی کے جنگی منصوبے میں شامل تھیں۔ البرق اسے بتاتا تھا کہ سلطان کیا کر رہا ہے اور کیا سوچ رہا ہے۔

البرق کی پہلی بیوی نے دو راتیں یہی کچھ دیکھا اور سنا۔ تیسری رات وہ ناٹک کھیلا گیا جس کا البرق کی پہلی بیوی کو بے تابی سے انتظار تھا۔ آصفہ نے البرق کو شراب پلانی شروع کی اور اسے بالکل حیوان بنا دیا۔ آصفہ دونوں پیالے اٹھا کر اور یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی ــــ "دوسری لاتی ہوں" ــــ وہ واپس آئی تو پیالوں میں شراب تھی۔ اس نے ایک پیالہ البرق کو دے دیا۔ دوسرا خود منہ سے لگا لیا۔ اس کے بعد اس نے بے حد ننگی حرکتیں کیں اور البرق بے سدھ لیٹ گیا۔ آصفہ نے کپڑے پہنے اور البرق کو آہستہ آہستہ ہلایا۔ وہ نہ بولا۔ پھر اسے ہلایا۔ ہاتھ سے اس کے پپوٹے اوپر کیے مگر اس کی آنکھیں نہ کھلیں۔ اس نے پیالے دوسرے کمرے میں لے جا کر شراب میں بے ہوش کرنے والی کوئی چیز البرق کے پیالے میں ملا دی تھی۔

آصفہ نے کپڑے پہنے۔ اوپر سیاہ چادر اس طرح لے لی کہ سر سے پاؤں تک چھپ گئی۔ آدھی رات ہونے کو تھی۔ اس نے قندیل بجھائی اور باہر نکل گئی۔ پہلی بیوی آگ بگولہ ہو گئی۔ اس نے خنجر اٹھایا۔ اوپر لبادہ اوڑھا۔ وہ کمرے سے نکلنے لگی تو دیکھا کہ آصفہ ایک ملازمہ کے ساتھ کھسر پھسر کر رہی تھی۔ اس سے پتہ چلا کہ ملازمہ کو اس نے ساتھ ملا رکھا تھا۔ آصفہ باہر نکل گئی۔ ملازمہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ پہلی بیوی بڑے دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ تیز تیز چلتی آصفہ کے تعاقب میں گئی۔ وہ اس کے قدموں کی آہٹ پر جا رہی تھی۔ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ آصفہ کو شاید اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔ وہ رک گئی۔ پہلی بیوی اندھیرے میں اچھی طرح دیکھ نہ سکی۔ وہ آصفہ کے قریب چلی گئی اور رک گئی۔ اچانک آمنے سامنے آ جانے سے پہلی بیوی فیصلہ نہ کر سکی کہ کیا کرے۔ اس کے منہ سے نکل گیا ــــ "کہاں جا رہی ہو آصفہ؟"

پہلی بیوی کو معلوم نہ تھا کہ لڑکی کی حفاظت کے لیے ایک آدمی چھپ چھپ کر اس کے ساتھ جاتا ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا۔ آصفہ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ



مارا اور البرق کی پہلی بیوی سے ہنس کر کہا ــــ "آپ میرے پیچھے آئی ہیں یا کوئی اور بھی ہے؟" ــــ اتنے میں پیچھے سے کسی نے پہلی بیوی کو بازوؤں میں جکڑ لیا۔ اس عورت نے گرفت مضبوط ہونے سے پہلے ہی جسم کو جھٹکا دیا اور آزاد ہو گئی۔ اس نے تیزی سے خنجر نکال لیا۔ اس کے سامنے ایک آدمی تھا۔ عورت نے اس پر وار کیا جو وہ بچا گیا۔ آدمی نے ایسا وار کیا کہ خنجر عورت کے پہلو میں اتر گیا۔ اس آدمی نے دیکھ لیا تھا کہ عورت کے پاس خنجر ہے۔ وہ فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ پہلی بیوی نے آصفہ پر حملہ کیا اور خنجر اس کی گردن اور کندھے کے درمیان اتار دیا۔ لڑکی نے زور سے چیخ ماری۔ آدمی نے پہلی بیوی پر وار کیا جو یہ عورت پھرتی سے بچا گئی۔ اس نے وار کیا تو اس آدمی نے اس کا بازو اپنے بازو سے روک لیا۔

آصفہ گر پڑی تھی۔ البرق کی پہلی بیوی کو بھی گہرا زخم آیا تھا جو پہلو سے پیٹ تک چلا گیا تھا۔ وہ ڈگمگانے لگی۔ وہ آدمی آصفہ کو اٹھا کر کہیں چلا گیا۔ علی بن سفیان کے دو جاسوس عمر اور آذر چھپ کر دیکھ رہے تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ دوسری عورت کون ہے۔ عمر اس آدمی کے پیچھے چھپ چھپ کر گیا جو آصفہ کو اٹھائے گیا تھا۔ وہ اسی مکان میں لے گیا جہاں وہ جایا کرتی تھی۔ وہاں سے عمر علی بن سفیان کو اطلاع دینے چلا گیا۔ آذر نے بتایا کہ وہ وہیں چھپا رہا۔ زخمی عورت وہیں پڑی تھی۔ وہاں اور کوئی نہ تھا۔ آذر اس عورت کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ پیچھے سے کسی نے اس پر خنجر سے تین وار کیے اور حملہ آور بھاگ گیا۔ آذر وہیں بے ہوش ہو گیا۔

شام تک البرق کی پہلی بیوی اور آذر کی حالت بگڑ گئی۔ طبیبوں اور حکیموں نے بہت کوشش کی مگر وہ زندہ نہ رہ سکے۔ البرق کی بیوی نے علی بن سفیان سے کہا تھا کہ میں اپنے خاوند کو قربان کر سکتی ہوں، قوم اور ملک کی عزت کو قربان ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ اس نے قوم کے نام پر جان دے دی۔

سلطان ایوبی کے حکم سے خادم الدین البرق کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اس نے یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کی کہ اس نے یہ جرم دانستہ نہیں کیا۔ وہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں بیوقوف بن گیا تھا، مگر یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اس نے حکومت اور فوج کے راز شراب اور حسین لڑکی کے نشے میں دشمن کے جاسوسوں تک پہنچائے ہیں۔ سلطان ایوبی قتل کا جرم بخش سکتا تھا۔ شراب نوشی اور عیاشی

اور دشمن کو راز دینے کے جرائم نہیں بخش کرتا تھا۔

آصفہ سے اس روز کوئی بیان نہ لیا گیا۔ اس پر زخم کا اتنا اثر نہیں تھا جتنا خوف کا تھا۔ وہ جاسوس لڑکی تھی۔ سپاہی نہیں تھی۔ اسے شہزادی کے روپ میں شہزادوں سے بھید لینے کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ اس کا یہ حشر بھی ہو سکتا ہے۔ اس پر زیادہ خوف اس کا تھا کہ وہ مسلمانوں کی قیدی ہے اور مسلمان اسے بہت خراب کریں گے۔ ایک خطرہ یہ بھی اسے نظر آیا تھا کہ مسلمان اس کے زخم کا علاج نہیں کریں گے۔ اس نے اس خطرے کا اظہار ہر اس آدمی سے کیا جو اس کے قریب گیا۔ وہ ڈرے ہوئے بچے کی طرح روتی تھی۔ علی بن سفیان نے اسے بہت تسلی دی کہ اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو کسی مسلمان زخمی عورت کے ساتھ کیا جاتا ہے، مگر وہ سلطان ایوبی سے ملنا چاہتی تھی۔ آخر سلطان کو بتایا گیا۔

سلطان ایوبی اس کے پاس گیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس حالت میں وہ اسے اپنی بیٹی سمجھتا ہے۔

"میں نے سنا تھا کہ سلطان ایوبی تلوار کا نہیں دل کا بادشاہ ہے"۔۔۔ آصفہ نے روتے ہوئے کہا۔۔۔ "اتنا بڑا بادشاہ جسے شکست دینے کے لیے عیسائیوں کے سارے بادشاہ اکٹھے ہو گئے ہیں ایک مجبور لڑکی کو دھوکا دیتے اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔ ان لوگوں سے کہو کہ مجھے فوراً زہر دے دیں۔ میں اس حالت میں کوئی اذیت برداشت نہیں کر سکوں گی"۔

"کہو تو میں ہر وقت تمہارے پاس موجود رہوں گا"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "میں تمہیں دھوکہ بھی نہیں دوں گا، اذیت بھی نہیں دوں گا مگر وعدہ کرو کہ تم بھی مجھے دھوکہ نہیں دو گی۔ تم ذرا اور بہتر ہو لو۔ طبیب نے کہا ہے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ اگر تمہیں اذیت دینی ہوتی تو میں اسی حالت میں قید خانے میں ڈال دیتا۔ تمہارے زخم پر نمک ڈالا جاتا۔ تم چیخ چیخ اور چلا چلا کر اپنے جرم اور اپنے ساتھیوں سے پردے اٹھاتیں مگر ہم کسی عورت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا کرتے۔ البرق کی بیوی مر گئی ہے لیکن تمہیں زندہ رکھنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے"۔

"میں ٹھیک ہو جاؤں گی تو میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"۔۔۔ اس نے پوچھا۔

"یہاں تمہیں کوئی مرد اس نظر سے نہیں دیکھے گا کہ تم ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی ہو"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "تم یہ اندیشہ دل سے نکال دو۔ تمہارے ساتھ



وہی سلوک ہوگا جو اسلامی قانون میں لکھا ہے"۔

اس مکان کی تلاشی لی گئی تھی جہاں آصفہ جایا کرتی تھی۔ وہ کسی کا گھر نہیں تھا جاسوسوں کا اڈہ تھا۔ اندر ہی اندر بہت کچھ بنا ہوا تھا۔ اندر سے پانچ مرد برآمد ہوئے تھے۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان پانچ سے چاروں جنہیں قاہرہ میں پکڑا گیا تھا، جرم کا اعتراف کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر انہیں اس قلعے میں لے گئے جہاں پتھر بھی بول پڑتے تھے۔ بوڑھے نے تسلیم کر لیا کہ اس نے اس لڑکی کو دانے کے طور پر چینک کر البرق کو پھانسا تھا۔ اس نے سارا ناٹک سنا دیا۔ دوسروں نے بھی بہت سے پردے اٹھائے اور اس مکان کو راز فاش کیا جسے شہر کے لوگ احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اس مکان میں بہت سی لڑکیاں رکھی گئی تھیں جو دو مقاصد کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ ایک جاسوسی کے لیے اور دوسری حاکموں اور افسروں کے مسلمان نوجوانوں کا اخلاق تباہ کرنے کے لیے۔ وہ مکان جاسوسوں اور تخریب کاروں کا اڈہ تھا۔

ان جاسوسوں نے یہ بھی بتایا کہ سلطان ایوبی کی فوج میں انہوں نے اپنے آدمی بھرتی کرا دیئے ہیں جنہوں نے سپاہیوں میں جوئے بازی کی عادت پیدا کر دی ہے۔ وہ ہاری ہوئی بازی جیتنے کے لیے ایک دوسرے کے پیسے چراتے اور چور بنتے جا رہے ہیں۔ شہر میں انہوں نے پانچ سو سے کچھ زیادہ فاحشہ عورتیں پھیلا دی ہیں جو نوجوانوں کو پھانس کر انہیں عیاشی کی راہ پر ڈال رہی ہیں۔ خفیہ قمار خانے بھی کھول دیئے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ ان سوڈانیوں کو سلطان کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے جنہیں فوج سے نکال دیا گیا تھا۔ سب سے اہم انکشاف یہ تھا کہ انہوں نے چند ایسے مسلمان افسروں کے نام بتائے جو سلطان ایوبی کی حکومت میں اہم حیثیت رکھتے تھے مگر سلطان کے خلاف کام کر رہے تھے۔ آصفہ عیسائی لڑکی تھی۔ اس کا نام فلیننگو بتایا گیا۔ وہ یونانی تھی۔ اسے تیرہ سال کی عمر سے اس کام کی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔

اسے مصر کی زبان سکھائی گئی۔ ایسی سینکڑوں لڑکیاں مسلمان ملکوں میں استعمال کرنے کے لیے تیار کی گئی تھیں جنہیں چوری چھپے ادھر بھیجا گیا تھا۔

اس لڑکی نے بھی کچھ نہ چھپایا۔ پندرہ روز بعد اس کا زخم ٹھیک ہو گیا۔ اسے جب بتایا گیا کہ اسے سزائے موت دی جا رہی ہے تو اس نے کہا "میں خوشی سے یہ سزا قبول کرتی ہوں۔ میں نے صلیب کا مشن پورا کر دیا ہے"۔ اسے جلاد کے حوالے کر دیا گیا۔

دوسروں کی ابھی ضرورت تھی۔ ان کی نشاندہی پر چند اور لوگ پکڑے گئے جن میں چند ایک مسلمان بھی تھے۔ ان سب کو سزائے موت دی گئی۔ البرق کو ایک سو بید کی سزا دی گئی جو وہ برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔ اس کے بچوں کو سلطان ایوبی نے سرکاری تحویل میں لے لیا۔ ان کے لیے سرکاری خرچ پر ملازمہ اور اتالیق مقرر کیے گئے۔ وہ البرق کے بچے نہیں، ایک مجاہد کے بچے تھے۔ ان کی ماں شہید ہو گئی تھی۔

# اُمِّ عمّارہ کا اغوا

جون ۱۱۷۱ء کا وہ دن مصر کی گرمی سے جل رہا تھا جس دن خلیفہ العاضد کے قاصد نے آکر صلاح الدین ایوبی کو پیغام دیا کہ خلیفہ یاد فرما رہے ہیں۔ سلطان ایوبی کے تیور بدل گئے۔ اس نے قاصد سے کہا — "خلیفہ کو بعد از سلام کہنا کہ کوئی بہت ضروری کام ہے تو بتا دیں میں آجاؤں گا۔ اس وقت مجھے ذرا سی بھی فرصت نہیں۔ انہیں یہ بھی کہنا کہ میرے سامنے جو کام پڑے ہیں، وہ حضور کے دربار میں حاضری دینے کی نسبت زیادہ ضروری اور اہم ہیں"

قاصد چلا گیا اور سلطان ایوبی بے چینی میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ فاطمی خلافت کا دور تھا۔ مصر میں اس خلافت کا خلیفہ العاضد تھا۔ اُس دور کا خلیفہ بادشاہ ہوتا تھا۔ جمعہ کے خطبے میں ہر مسجد میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔ عیش و عشرت کے سوا ان لوگوں کے پاس کوئی کام نہ تھا۔ اگر نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی نہ ہوتے یا وہ بھی دوسرے امرا وزرا کی طرح خوشامدی اور ایمان فروش ہوتے تو اس دور کے خلیفوں نے تو سلطنت اسلامیہ کو بیچ کھایا تھا۔ العاضد ایسا ہی ایک خلیفہ تھا۔ صلاح الدین ایوبی مصر میں گورنر بن کر آیا تو ابتدا میں خلیفہ نے اسے کئی بار بلایا تھا۔ سلطان ایوبی سمجھ گیا کہ خلیفہ اسے صرف اس لیے بلاتا ہے کہ اُسے یہ احساس رہے کہ حاکم ایوبی نہیں خلیفہ ہے۔ وہ سلطان ایوبی کا احترام کرتا تھا۔ اسے اپنے ساتھ بٹھاتا تھا مگر اس کا انداز شاہانہ اور لب و لہجہ آمرانہ ہوتا تھا۔ اس نے سلطان ایوبی کو جب بھی بلایا بلا مقصد بلایا اور رخصت کر دیا۔ صلیبیوں کو بحیرۂ روم میں شکست دے کر اور سوڈانی فوج کی بغاوت کو ختم کر کے صلاح الدین ایوبی نے خلیفہ کو ٹالنا شروع کر دیا تھا۔

اُس نے خلیفہ کے محل میں جو شان و شوکت دیکھی تھی، اس نے اس کے سینے میں آگ لگا رکھی تھی۔ محل میں زرد جواہرات کا یہ عالم تھا کہ کھانے پینے کے برتن سونے کے تھے۔ شراب کی صراحی اور پیالوں میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ حرم لڑکیوں سے بھرا پڑا تھا۔ ان میں عربی، مصری، مراکشی، سوڈانی اور تُرک لڑکیوں کے ساتھ ساتھ عیسائی اور یہودی لڑکیاں بھی تھیں۔ یہ اس قوم کا خلیفہ تھا جسے ساری دنیا میں اللہ کا پیغام پھیلانا تھا اور جسے دنیائے کفر کی مہیب جنگی قوت کا سامنا تھا۔ سلطان ایوبی کو خلیفہ کی کچھ اور باتیں بھی کھائے جا رہی تھیں۔ ایک یہ کہ خلیفہ کا ذاتی حفاظتی دستہ سوڈانی حبشیوں اور قبائلیوں کا تھا جن کی وفاداری مشکوک تھی۔ دوسرے یہ کہ خلیفہ کے دربار میں سوڈان کی باغی اور برطرف کی ہوئی فوج کے کمانڈر اور نائب سالار خصوصی حیثیت کے مالک تھے۔

صلاح الدین ایوبی کی ہدایت پر علی بن سفیان نے قصرِ خلافت میں نوکروں اور اندر کے دیگر کام کرنے والوں کے بھیس میں اپنے جاسوس بھیج دیئے تھے۔ خلیفہ کے حرم کی دو عورتوں کو بھی اعتماد میں لے کر جاسوسی کے فرائض سونپے گئے تھے۔ ان جاسوسوں کی اطلاعوں کے مطابق، خلیفہ سوڈانی کمانداروں کے زیرِ اثر تھا۔ وہ ساٹھ پینسٹھ سال کی عمر کا بوڑھا تھا لیکن خوبصورت عورتوں کی محفل میں خوش رہتا تھا۔ اس کی اسی کمزوری سے صلاح الدین ایوبی کے مخالفین فائدہ اٹھا رہے تھے۔ ۱۱۷۱ء کے دوسرے تیسرے مہینے میں خلیفہ کے حرم میں ایک جوان اور غیر معمولی طور پر حسین لڑکی کا اضافہ ہوا تھا۔ حرم کی جاسوس عورتوں نے علی بن سفیان کو بتایا تھا کہ تین چار آدمی آئے تھے جو عربی لباس میں تھے۔ وہ اس لڑکی کو لائے تھے۔ ان کے پاس بہت سے تحفے بھی تھے۔ لڑکی بھی تحفے کے طور پر آئی تھی۔ اس کا نام اُم عمارہ بتایا گیا تھا۔ اس میں خوبی یہ تھی کہ خلیفہ العاضد پر اس نے جادو سا کر دیا تھا۔ بہت ہی چالاک اور ہوشیار لڑکی تھی۔

سلطان ایوبی کو قصرِ خلافت کی ان تمام خرافات کا علم تھا مگر حکومت پر اس کی گرفت ابھی اتنی مضبوط نہیں ہوئی تھی ... کہ وہ خلیفہ کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا۔ اس سے پہلے کے گورنر اور امیر خلیفہ کے آگے جھکے رہتے تھے۔ اسی لیے مصر بغاوتوں کی سرزمین بن گیا تھا۔ وہاں اسلامی خلافت تو تھی مگر اسلام کا



پرچم سرنگوں ہوتا جا رہا تھا۔ فوج سلطنتِ اسلامیہ کی تھی مگر سوڈانی جرنیل شہری حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور ان کا رابطہ صلیبیوں کے ساتھ تھا۔ انہی کی بدولت قاہرہ اور اسکندریہ میں عیسائی کنبے آباد ہونے لگے تھے۔ ان میں جاسوس بھی تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے سوڈانی فوج کو تو ٹھکانے لگا دیا تھا لیکن ابھی چند ایک سوڈانی جرنیل موجود تھے جو کسی بھی وقت خطرہ بن کر اُبھر سکتے تھے۔ انہوں نے قصرِ خلافت میں انتشار و رسوخ پیدا کر رکھا تھا۔

سلطان ایوبی ابھی خلافت کی تعیش پرست گدی کو اس ڈر سے نہیں چھیڑنا چاہتا تھا کہ خلافت کے متعلق کچھ لوگ جذباتی تھے اور کچھ حامی تھے۔ ان میں خوشامدیوں کے ٹولے کی اکثریت تھی۔ اس اکثریت میں وہ اعلیٰ حکام بھی تھے جو مصر کی امارت کی توقع لگائے بیٹھے تھے مگر یہ حیثیت صلاح الدین ایوبی کو مل گئی۔ سلطان ایوبی ان حالات میں جہاں ملک جاسوسوں اور غداروں سے بھرا پڑا تھا اور صلیبیوں کے جوابی حملے کا خطرہ بھی تھا، ان اعلیٰ اور ادنیٰ حکام کو اپنا دشمن نہیں بنانا چاہتا تھا جو خلافت کے پروردہ تھے۔ مگر جون ۱۱۷۱ء کے ایک روز جب خلیفہ نے اسے بلایا تو اس نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔

اس نے دربان سے کہا — "علی بن سفیان، بہاؤ الدین شداد، عیسیٰ الہکاری، فقیہہ اور الناصر کو میرے پاس جلدی بھیج دو۔"

☆

یہ چاروں سلطان ایوبی کے خصوصی مشیر اور معتمد تھے۔ سلطان ایوبی نے انہیں کہا — "ابھی ابھی خلیفہ کا قاصد مجھے بلانے آیا تھا۔ میں نے جانے سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے آپ کو یہ بتانے اور رائے لینے کے لیے بلایا ہے کہ میں جمعہ کے خطبہ سے خلیفہ کا نام نکلوا رہا ہوں۔"

"یہ اقدام ابھی قبل از وقت ہوگا" — شداد نے کہا — "خلیفہ کو لوگ پیغمبر سمجھتے ہیں۔ رائے عامہ ہمارے خلاف ہو جائے گی۔"

"ابھی تو لوگ اسے پیغمبر سمجھتے ہیں" — سلطان ایوبی نے کہا — "تھوڑے سے عرصے بعد وہ اسے خدا سمجھنے لگیں گے۔ اسے پیغمبری اور خدائی دینے والے ہم لوگ ہیں جو خطبے میں اس کا نام خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ لیتے ہیں۔ کیوں میلی فقیہہ! آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟"

"میں آپ کی تائید کرتا ہوں"۔۔۔ میلی ادکاری فقیہہ نے جواب دیا۔۔۔ "کوئی بھی مسلمان خطبے میں کسی انسان کا نام برداشت نہیں کرسکتا۔ انسان بھی ایسا جو شراب، عورت اور ہر طرح کے گناہ کا شیدائی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صدیوں سے خلیفہ کو پیغمبروں کا درجہ دیا جارہا ہے۔ میں چونکہ شہری اور فوجی امور کا ذمہ دار ہوں اس لیے یہ نہیں بتا سکتا کہ سیاسی اور فوجی لحاظ سے آپ کے فیصلے کا ردِعمل کیا ہوگا۔"

"ردِعمل شدید ہوگا"۔۔۔ بہاؤالدین شدّاد نے کہا۔۔۔ "اور ہمارے خلاف ہوگا۔ اس کے باوجود میں یہی مشورہ دوں گا کہ یہ بدعت ختم ہونی چاہیے یا خلیفہ کو اپنا مسلمان بنا کر لوگوں کے سامنے لایا جائے جو مجھے ممکن نظر نہیں آتا۔"

"رائے عامہ کو مجھ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے"۔۔۔ علی بن سفیان نے کہا جو جاسوسی اور سراغرسانی کے شعبے کا سربراہ تھا۔ اس نے ملک کے اندر جاسوسوں اور مخبروں کا جال بچھا رکھا تھا۔ اس نے کہا۔۔۔ "عام لوگوں نے خلیفہ کی کبھی صورت نہیں دیکھی۔ وہ الصالح کے نام سے نہیں صلاح الدین ایوبی کے نام سے واقف ہیں۔ میرے محکمے کی مصدقہ اطلاعات نے مجھے یقین دلایا ہے کہ آپ کے دو سالہ دور امارت میں لوگوں کی ایسی ضروریات پوری ہوگئی ہیں جن کے متعلق انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ شہروں میں ایسے مطب نہیں تھے جہاں مریضوں کو داخل کرکے علاج کیا جاسکتا۔ لوگ معمولی معمولی بیماریوں سے مرجاتے تھے۔ اب سرکاری مطب کھول دیئے گئے ہیں۔ درسگاہیں بھی کھولی گئی ہیں۔ تاجروں اور دکانداروں کی لوٹ کھسوٹ ختم ہوگئی ہے۔ جرائم بھی کم ہوگئے ہیں اور اب لوگ اپنی مشکلات اور فریادیں آپ تک براہ راست پہنچا سکتے ہیں۔ آپ کے یہاں آنے سے پہلے لوگ سرکاری اہلکاروں اور فوجیوں سے خوف زدہ رہتے تھے۔ آپ نے ان کے حقوق بتا دیئے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ملک و ملت کا حصہ سمجھنے لگے ہیں۔ خلافت سے انہیں بے انصافی اور بے رحمی کے سوا کچھ نہیں ملا۔ آپ نے انہیں عدل و انصاف اور وقار دیا ہے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ قوم خلافت کی بجائے امارت کے فیصلے کو قبول کرے گی۔"

"میں نے قوم کو عدل و انصاف اور وقار دیا ہے یا نہیں"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "میں نہیں جانتا۔ میں قوم کو ایک انتہائی بیہودہ روایت نہیں دینا چاہتا۔ میں قوم کو شرک اور کفر نہیں دینا چاہتا۔ ضروری ہوگیا ہے کہ اس روایت کو توڑ کر ماضی کے کوڑے کرکٹ میں پھینک دیا جائے جو مذہب کا حصہ بن گئی ہے۔ اگر یہ روایت قائم رہی تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کل پرسوں میں بھی اپنا نام خطبے میں شامل کردوں۔ دیئے سے دیا جلتا ہے لیکن میں اس دیئے کو بجھا دینا چاہتا ہوں جو شرک کی روشنی کو آگے چلا رہا ہے۔ قصرِ خلافت بدکاری کا اڈہ بنا ہوا ہے۔ خلیفہ اس رات بھی شراب پیئے ہوئے حرم کے حسن میں مست پڑا تھا جس رات سوڈانی فوج نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ اگر میری چال ناکام ہوجاتی تو مصر سے اسلام کا پرچم اتر جاتا۔ جب اللہ کے سپاہی شہید ہورہے تھے اس وقت بھی خلیفہ شراب پیئے ہوئے تھا۔ میں اسے احکام کے مطابق یہ بتانے گیا کہ سلطنت پر کیا طوفان آیا تھا اور ہماری فوج نے اس کا دم خم کس طرح توڑا ہے تو اس نے مست سانڈ کی طرح جھوم کر کہا تھا۔۔۔ "شاباش! ہم بہت خوش ہوئے۔ ہم تمہارے باپ کو خصوصی قاصد کے ہاتھ مبارک باد اور انعام بھیجیں گے"۔۔۔ میں نے اسے کہا کہ یا خلیفۃ المسلمین! میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں نے یہ فرض اپنے باپ کی خوشنودی کے لیے نہیں، اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے ادا کیا ہے۔

اس بڑھے خلیفہ نے کہا۔۔۔ "صلاح الدین! تم ابھی بچے ہو مگر کام تم نے بڑوں والا کر دکھایا ہے"۔۔۔

"اس نے میرے ساتھ اس طرح بات کی تھی جیسے وہ مجھے اپنا غلام اور اپنے حکم کا پابند سمجھتا ہے۔ بے دین انسان قومی خزانے کے بیت مفید ہاتھی بنا ہوا ہے"۔۔۔ سلطان ایوبی نے ایک خط نکال کر سب کو دکھایا اور کہا۔۔۔ "چھ سات دن گزرے نورالدین زنگی نے مجھے یہ پیغام بھیجا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ خلافت تین حصوں میں بٹ گئی ہے۔ بغداد کی مرکزی خلافت کا دونوں ماتحت خلیفوں پر اثر ختم ہوچکا ہے۔ آپ یہ خیال رکھیں کہ مصر کا خلیفہ خود مختار حاکم نہ بن جائے۔ وہ سوڈانیوں اور صلیبیوں سے بھی ساز باز کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ خلافت صرف بغداد میں

رہے اور ذیلی خلیفے ختم کر دیئے جائیں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ ان لوگوں نے ہمارے خلاف سازشیں تیار کر رکھی ہیں۔ اگر آپ مصر کے خلیفہ کی بادشاہی اس کے محل کے اندر ہی محدود رکھنے کی کوشش کریں گے تو میں آپ کو فوجی اور مالی امداد دوں گا۔ احتیاط کی بھی ضرورت ہے کیونکہ مصر کے اندرونی حالات ٹھیک نہیں۔ مصر میں ایک بغاوت اور بھی ہوگی۔ سوڈانیوں پر کڑی نظر رکھیں"

سلطان ایوبی نے نقشے پر جھک کر کہا ــــ "اس میں کیا شک ہے کہ خلافت سفید ہاتھی ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ خلیفہ العاضد دورے پر نکلتا ہے تو آپ کی آدھی فوج اس کی حفاظت کے لیے ہر طرف پھیلا دی جاتی ہے؟ لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ خلیفہ کے راستے میں پھول اور قالین بچھائیں۔ خلیفہ کا حفاظتی دستہ دورے سے پہلے لوگوں کو دھمکیاں دے کر مجبور کر دیتا ہے کہ ان کی عورتیں اور جوان بیٹیاں خلیفہ پر پھولوں کی پتیاں پھینکیں۔ اس کے دوروں پر خزانے کی وہ رقم تباہ کی جاتی ہے جو ہمیں سلطنتِ اسلامیہ کے دفاع اور توسیع کے لیے اور قوم کی فلاح و بہبود کے لیے درکار ہے۔ اس کے علاوہ اس پہلو پر بھی غور کرو کہ ہمیں مصری عوام پر، یہاں کے عیسائیوں اور دیگر غیر مسلموں پر یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام شہنشاہوں کا مذہب نہیں۔ یہ عرب کے صحراؤں کے گڈریوں، کسانوں اور شتر بانوں کا سچا مذہب ہے اور یہ انسان کو انسانیت کا وہ درجہ دینے والا مذہب ہے جو خدا کو عزیز ہے"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خلیفہ کے خلاف کارروائی کرنے سے آپ کے خلاف یہ بہتان تراشی ہونے لگے کہ خلیفہ کی جگہ آپ خود حاکم بننا چاہتے ہیں" ــــ شداد نے کہا "یہ کی ہمیشہ مخالفت ہوئی ہے اور ہوتی رہے گی" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "آج جھوٹ اور باطل کی جڑیں صرف اس لیے مضبوط ہو گئی ہیں کہ مخالفت اور مخالفانہ ردِ عمل سے ڈر کر لوگوں نے سچ بولنا چھوڑ دیا ہے۔ حق کی آواز سینوں میں دب کر رہ گئی ہے۔ شاہانہ دوروں نے اور شہنشاہ بیت کے اظہار کے اونچے طریقوں نے رعایا کے دل سے وہ وقار ختم کر دیا ہے جو قوم کا طرۂ امتیاز تھا۔ عوام کو جھکا کر رکھ کر اور ان پر زبردستی اپنی حکمرانی مسلط کر کے انہیں غلامی کی ان زنجیروں میں باندھا جا رہا ہے جنہیں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑا تھا۔ ہمارے بادشاہوں نے قوم کو اس پستی تک پہنچا دیا ہے کہ یہ بادشاہ اپنی عیاشیوں کی خاطر صلیبیوں سے امداد لیتے ہیں۔ ان سے پیسے مانگتے ہیں اور صلیبی آہستہ آہستہ سلطنتِ اسلامیہ پر تسلط ہوتے چلے جا رہے ہیں..... آپ نے شداد! مخالفت کی بات کی ہے۔ ہمیں مخالفت سے نہیں ڈرنا چاہیے"

"قابلِ صد احترام امیر!" ــــ سلطان ایوبی کے نائب سالار الناصر نے کہا ــــ "ہم مخالفت سے نہیں ڈرتے۔ آپ نے ہمیں میدانِ جنگ میں دیکھا ہے۔ ہم اس وقت بھی نہیں ڈرے تھے جب ہم محاصرے میں لڑے تھے۔ ہم بھوکے اور پیاسے بھی لڑے تھے۔ صلیبیوں کے طوفان ہم نے اس حالت میں بھی روکے تھے جب ہماری تعداد کچھ بھی نہیں تھی مگر میں آپ کو آپ کی ہی کہی ہوئی ایک بات یاد دلانا چاہتا ہوں۔ آپ نے ایک بار کہا تھا کہ حملہ جو باہر سے آتا ہے اُسے ہم قلیل تعداد میں بھی روک سکتے ہیں لیکن حملہ جو اندر سے ہوتا ہے اور جب حملہ آور اپنی قوم کے افراد ہوتے ہیں تو ہم ایک بار تو چونک اٹھتے اور سُن ہو جاتے ہیں کہ یا خدائے ذوالجلال یہ کیا ہوا۔ قابلِ احترام امیر! جب ملک کے حاکم ملک کے دشمن ہو جائیں تو آپ کی تلوار نیام کے اندر تڑپتی رہے گی باہر نہیں آئے گی"

"آپ نے درست کہا الناصر!" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "میری تلوار نیام میں تڑپ رہی ہے۔ یہ اپنے حاکموں کے خلاف باہر نہیں آنا چاہتی۔ میرے دل میں قوم کے حکمرانوں کا ہمیشہ احترام رہا ہے۔ ملک کا حکمران قوم کی عظمت کا نشان ہوتا ہے، قوم کے وقار کی علامت ہوتا ہے، لیکن آپ سب غور کریں کہ ہمارے حکمرانوں میں کتنی کچھ عظمت اور کتنا کچھ وقار رہ گیا ہے۔ میں صرف خلیفہ العاضد کی بات نہیں کر رہا۔ علی بن سفیان سے پوچھو۔ اس کا محکمہ موصل، حلب، دمشق، مکہ اور مدینہ منورہ کی جو خبریں لایا ہے وہ یہ ہیں کہ خلافت کی تعیش پرستی کی وجہ سے جہاں جہاں کوئی امیر برسرِ اقتدار ہے وہ وہاں کا فرمانروا بن گیا ہے۔ سلطنت سو ٹکڑوں میں بٹتی جا رہی ہے۔ خلافت اس قدر کمزور ہو گئی ہے کہ اس نے امرا اور حکام کو ذاتی سیاست بازیوں کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں اس خطرے سے بے خبر نہیں کہ قوم کے بکھرے ہوئے شیرازے کو ہم جب بھی یکجا کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ اور بکھرے گا۔ ہمارے سامنے پہاڑ کھڑے ہو جائیں

گے لیکن میں گھبراؤں گا نہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی نہیں گھبرائیں گے۔ میں آپ کے مشوروں کا احترام کروں گا لیکن میں آئندہ خلیفہ کے بلاوے پر صرف اس صورت میں جاؤں گا جب کوئی ضروری کام ہوگا۔ فوری طور پر میں شیخ سے خلیفہ کا نام اور ذکر نکلوا رہا ہوں۔"

سب نے سلطان ایوبی کے اس اقدام کی تائید کی اور اسے اپنی پوری مدد اور ہر طرح کی قربانی دینے کا یقین دلایا۔

خلیفہ العاضد اس وقت اپنے ایک خصوصی کمرے میں تھا جب قاصد نے اسے بتایا کہ صلاح الدین ایوبی نے کہا ہے کہ اگر کوئی ضروری کام ہے تو میں آ سکتا ہوں ورنہ میں بہت مصروف ہوں۔ خلیفہ آگ بگولہ ہوگیا۔ اس نے قاصد سے کہا کہ رجب کو میرے پاس بھیج دو۔ رجب اس کے حفاظتی دستے کا کمانڈر تھا جس کا عہدہ نائب سالار جتنا تھا۔ وہ مصر کی فوج کا افسر تھا۔ اسے خلیفہ کے باڈی گارڈز کی کمان دی گئی تھی۔ اس نے قصرِ خلافت اور خلیفہ کے حفاظتی دستوں میں چن چن کر سوڈانی سپاہیوں کو رکھا تھا۔ وہ سلطان ایوبی کے مخالفین میں سے اور خلیفہ کے خوشامدیوں میں سے تھا۔

اُس وقت خلیفہ کے اس خصوصی کمرے میں اُمِ عمارہ موجود تھی جب قاصد صلاح الدین ایوبی کا جواب لے کے آیا تھا۔ اس نے خلیفہ سے کہا۔ "صلاح الدین آپ کا توکر ہے۔ آپ نے اسے سر چڑھا رکھا ہے۔ آپ کیوں نہیں اسے معزول کر دیتے؟ کیوں نہیں اپنا سپاہی بھیج کر اسے حراست میں یہاں بلوا لیتے؟"

"اس لیے کہ اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔" خلیفہ نے غصے کے عالم میں کہا۔ "فوج اس کی کمان میں ہے۔ وہ میرے خلاف فوج استعمال کر سکتا ہے۔" اتنے میں رجب آگیا۔ اس نے جھک کر فرشی سلام کیا۔ العاضد نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں اسے کہا۔ "میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ کمبخت خودسر زور سے آدمی ہے۔۔۔۔ یہ صلاح الدین ایوبی۔۔۔۔ میں نے اسے بلایا تو یہ کہہ کر اس نے انکار کر دیا ہے کہ کوئی ضروری کام ہے تو آؤں ورنہ آپ کا بلاوا میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ میرے سامنے ضروری کام پڑے ہیں۔"

غصے میں بولتے بولتے اسے ہچکی آئی پھر کھانسی اٹھی اور اس نے دل پر



ہاتھ رکھ لیا۔ اس کا رنگ زرد ہوگیا۔ اس حالت میں کمزوری کی آواز میں کہا۔ "بدبخت کو یہ بھی احساس نہیں کہ میں بیمار ہوں۔ میرا دل مجھے لے بیٹھے گا۔ میرے لیے غصہ ٹھیک نہیں۔ مجھے اپنی صحت کا غم کھائے جا رہا ہے اور اسے اپنے کام کی پڑی ہے۔"

"آپ نے اسے کیوں بلایا تھا؟" رجب نے پوچھا۔ "مجھے حکم دیجئے۔"

"میں نے اسے صرف اس لیے بلایا تھا کہ اسے احساس رہے کہ اس کے سر پر ایک حاکم بھی ہے۔" خلیفہ نے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم ہی نے مجھے بتایا تھا کہ صلاح الدین خود مختار ہوتا جا رہا ہے۔ میں اسے بار بار یہاں بلانا چاہتا ہوں۔ اسے حکم دینا چاہتا ہوں تاکہ اسے اپنے پاؤں کے نیچے رکھوں۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی ضروری کام ہو تو ہی میں اسے بلاؤں۔"

اُمِ عمارہ نے شراب کا پیالہ اس کے ہونٹوں سے لگا کر کہا۔ "آپ کو سوبار کہا ہے کہ غصے میں نہ آجایا کریں۔ آپ کے دل اور اعصاب کے لیے غصہ ٹھیک نہیں۔" اس نے سونے کی ایک ڈبیہ میں سے سواری رنگ کے سفوف میں سے تھوڑا سا خلیفہ کے منہ میں ڈالا اور پانی پلا دیا۔ خلیفہ نے اس کے بکھرے ہوئے ریشمی بالوں میں انگلیاں اُلجھا کر کہا۔ "اگر تم نہ ہوتیں تو میرا کیا ہوتا۔ سب کو میری دولت اور رتبے سے دلچسپی ہے۔ میری ایک بھی بیوی ایسی نہیں جسے میری ذات کے ساتھ دلچسپی ہو۔ تم تو میرے لیے فرشتہ ہو۔۔۔۔"

اس نے لڑکی کو اپنے قریب بٹھا کر بازو اس کی کمر میں ڈال دیا۔

"خلیفۃ المسلمین"۔ رجب نے کہا۔ "آپ بڑے ہی نرم دل اور نیک انسان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے یہ گستاخی کی ہے۔ آپ نے یہ بھی فراموش کر دیا ہے کہ وہ عربی نسل سے نہیں۔ وہ آپ کی نسل سے نہیں۔ وہ کرد ہے۔ میں حیران ہوں کہ اسے اتنی بڑی حیثیت کس نے دے دی ہے۔ اگر اس میں کچھ خوبی ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ اچھا عسکری ہے۔ میدانِ جنگ کا استاد ہے۔ لڑنا بھی جانتا ہے اور لڑانا بھی جانتا ہے۔ مگر یہ وصف اتنا اہم نہیں کہ اسے مصر کی امارت سونپ دی جاتی۔۔۔۔ اس نے سوڈان کی اتنی بڑی اور اتنی تجربہ کار فوج یوں توڑ کر ختم کر دی ہے جس طرح بچہ

کوئی کھلونہ توڑ دیتا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ جب یہاں سوڈانی باشندوں کی فوج تھی، نبی اور ادروش جیسے سالار تھے تو رعایا آپ کے کتوں کے آگے بھی سجدے کرتی تھی۔ سوڈانی لشکر کے سالار آپ کی دہلیز پر حاضر رہتے تھے۔ اب یہ حال ہے کہ آپ اپنے ایک ماتحت کو بلاتے ہیں تو وہ آنے سے انکار کر دیتا ہے۔

"رجب!" خلیفہ نے چیلنج گرج کر کہا ــــ "تم ایک مجرم ہو"

رجب کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ اُمِ عمارہ بدک کر العاضد سے الگ ہو گئی۔ خلیفہ نے اسے پھر بازو کے گھیرے میں لے کر اپنے ساتھ لگا لیا اور پیار سے بولا ــــ "کیا میں نے تمہیں ڈرا دیا ہے؟ میں رجب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ آج دو سال بعد مجھے بتا رہا ہے کہ ہماری پرانی فوج اور اس کے سالار اچھے تھے اور صلاح الدین کی بنائی ہوئی فوج خلافت کے حق میں اچھی نہیں۔ کیوں رجب! تم یہ بات پہلے بھی جانتے تھے؛ چپ کیوں رہے؟ اب جب کہ یہ امیرِ مصر اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے، مجھے بتا رہے ہو کہ وہ خلافت کا باغی اور سرکش ہے"

"میں حضور کے عتاب سے ڈرتا تھا" ــــ رجب نے کہا ــــ "سلطان ایوبی کا انتخاب بغداد کی خلافت نے کیا تھا۔ یہ آپ کے مشورے سے ہی ہوا ہوگا۔ میں خلافت کے انتخاب کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آج امیرِ مصر کی گستاخی اور اس کے زیرِ اثر آپ کے دل کے درد نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ زبان کھولوں۔ میں کب سے دیکھ رہا ہوں کہ صلاح الدین کئی بار آپ کے حضور گستاخی کر چکا ہے۔ میرا فرض ہے کہ آپ کو خطروں سے آگاہ کروں اور بچاؤں"

اس دوران اُمِ عمارہ خلیفہ کے گالوں سے گال رگڑتی رہی اور اس کی انگلیوں میں انگلیاں الجھا کر بچوں کی طرح کھیلتی رہی ایک بار اس نے خلیفہ کے گالوں کو ہاتھوں میں تھام کر پوچھا ــــ "طبیعت بحال ہوئی؟"

خلیفہ نے اس کی ٹھوڑی کو چومتے ہوئے کہا ــــ "دوائی نے اتنا اثر نہیں کیا جتنا تیرے پیار نے کیا ہے۔ خدا نے تجھے وہ حسن اور وہ جذبہ دیا ہے جو میرے ہر روگ کے لیے اکسیر ہے" ــــ اس نے اُمِ عمارہ کا سر اپنے سینے پر ڈال کر رجب سے کہا ــــ "روزِ قیامت جب مجھے جنت میں بھیجیں گے تو میں خدا سے کہوں گا کہ مجھے کوئی اور نعمت نہیں چاہیئے، مجھے اُمِ عمارہ دے دو"

"اُمِ عمارہ صرف حسین ہی نہیں" ــــ رجب نے کہا ــــ "یہ بہت ہشیار اور ذہین بھی ہے۔ حضور کا حرم سازشوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ اس نے آ کر سب کو لگام ڈال دی ہے۔ اب کسی کی جرأت نہیں کہ کوئی عورت کسی حیثیت سے خلافت یا کوئی اہلکارِ قصرِ خلافت میں ذرا سی بھی گڑبڑ کرے"

"رجب صلاح الدین ایوبی کے متعلق بات کر رہے تھے" ــــ اُمِ عمارہ نے کہا ــــ "ان کی باتیں غور سے سنیں اور صلاح الدین کو لگام ڈالیں"

"تم کیا کہہ رہے تھے رجب؟" ــــ خلیفہ نے پوچھا۔

"میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے اس ڈر سے زبان بند رکھی کہ امیرِ مصر کے خلاف کوئی بات خلافت کو گوارا نہ ہوگی" ــــ رجب نے کہا ــــ "صلاح الدین ایوبی قابلِ سالار ہو سکتا ہے"

"مجھے اس کا صرف یہی وصف پسند ہے کہ میدانِ جنگ میں وہ اسلام کا پرچم سرنگوں نہیں ہونے دیتا" ــــ خلیفہ نے کہا ــــ "ہمیں سلطان ایوبی جیسے ہی سالاروں کی ضرورت ہے جو خلافتِ اسلامیہ کا وقار میدانِ جنگ میں قائم رکھیں"

"میں گستاخی کی معافی چاہتا ہوں خلیفۃ المسلمین" ــــ رجب نے کہا ــــ "خلافت نے ہمیں میدانِ جنگ میں نہیں آزمایا۔ صلاح الدین ایوبی کے متعلق میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ وہ خلافتِ اسلامیہ کے وقار کے لیے نہیں لڑتا بلکہ اپنے وقار کے لیے لڑتا ہے۔ آپ فوج کے سالار سے سپاہی تک پوچھ لیں۔ صلاح الدین انہیں یہ سبق دیتا رہتا ہے کہ وہ ایسی سلطنتِ اسلامیہ کے قیام کے لیے لڑیں جس کی سرحدیں لامحدود ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ ایسی سلطنت کے خواب دیکھ رہا ہے جس کا بادشاہ وہ خود ہوگا۔ نورالدین زنگی کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ اس نے صلاح الدین کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے دو ہزار سواروں اور اتنے ہی پیادہ عسکریوں کی فوج بھیجی تھی۔ کیا اس نے خلیفۂ بغداد کی اجازت سے یہ فوج بھیجی تھی؟ کیا خلافت کا کوئی ایلچی آپ سے مشورہ لینے آیا تھا کہ مصر میں فوج کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جو کچھ ہوا خلافت سے بالا ہوا"

"تم ٹھیک کہتے ہو" ــــ خلیفہ نے کہا ــــ "مجھ سے نہیں پوچھا گیا تھا اور مجھے اب خیال آیا ہے کہ اُدھر سے آئی ہوئی اتنی زیادہ کمک واپس نہیں بھیجی گئی"

"واپس اس لئے نہیں بھیجی گئی کہ یہ کمک مصر پر گرفت مضبوط کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی اور اسی لیے یہاں رکھی گئی ہے"۔۔۔ رجب نے کہا "مصر کی پرانی فوج کے سپاہیوں کو کسان اور جنگاری بنانے کے لیے یہ کمک آئی تھی۔ ناجی، اوروش، کاکیش، عبدیزدان، ابی آفد اور ان جیسے آٹھ اور سالار تھے۔ حضور نے کبھی سوچا نہیں۔ ان سب کو صلاح الدین ایوبی نے خفیہ طور پر قتل کرا دیا تھا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ صلاح الدین ایوبی سے زیادہ قابل سالار تھے۔ یہ قتل کس کی گردن پر ہے؟ صلاح الدین نے حاکموں کی مجلس میں کہا تھا کہ خلیفۂ مصر نے ان سب کو غداری اور بغاوت کے جرم میں سزائے موت دے دی ہے"۔

"جھوٹ"۔ خلیفہ نے بھڑک کر کہا۔۔۔ "سفید جھوٹ۔ مجھے صلاح الدین نے بتایا تھا کہ یہ سب غدار ہیں۔ میں نے اسے کہا تھا کہ گواہ لاؤ اور مقدمہ چلاؤ"۔

"اس نے مقدمہ چلائے بغیر وہ فیصلہ خود کیا جو خلافت کی مُہر کے بغیر بیکار ہوتا ہے"۔۔۔ رجب نے کہا۔۔۔ "ان بدقسمت سالاروں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے صلیبی بادشاہ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ان کا مقصد کچھ اور تھا۔ وہ یہ تھا کہ صلیبیوں سے بات چیت کر کے جنگ و جدل ختم کیا جائے اور ہم اپنے ملک اور رعایا کی خوشحالی اور فلاح و بہبود کی طرف توجہ دے سکیں۔ آپ شاید تسلیم نہ کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ صلیبی ہمیں اپنا دشمن نہیں سمجھتے۔ وہ ہمارے خلاف جنگی طاقت صرف اس لیے تیار رکھتے ہیں کہ نورالدین زنگی اور شیرکوہ جیسے مسلمانوں سے انہیں حملے کا خطرہ رہتا ہے۔ شیرکوہ مر گیا تو صلاح الدین ایوبی کو اپنی جگہ چھوڑ گیا۔ یہ شخص شیرکوہ کا پروردہ ہے۔ اس نے ساری عمر عیسائی قوم سے لڑتے اور اسلام کے دشمن پیدا کرتے اور دشمنوں میں اضافہ کرتے گزاری ہے۔ اگر صلاح الدین کی جگہ مصر کا امیر کسی اور کو مقرر کیا جاتا تو آج عیسائی بادشاہ آپ کے دربار میں دوستوں کی طرح آتے۔ قتل و غارت نہ ہوتی۔ اتنے پرانے اور تجربہ کار سالار قتل ہو کر گمنام نہ ہو جاتے"۔

"مگر رجب!"۔۔۔ خلیفہ نے کہا۔۔۔ "صلیبیوں نے بحیرۂ روم سے حملہ جو کیا تھا؟"

"صلاح الدین ایوبی نے ایسے حالات پیدا کیے تھے کہ صلیبی اپنے دفاع کے لیے حملے میں پہل کرنے پر مجبور ہو گئے"۔۔۔ رجب نے کہا۔۔۔ "صلاح الدین



ایوبی کو معلوم تھا کہ حملہ آ رہا ہے کیونکہ حالات اسی نے پیدا کیے تھے۔ اس لیے اس نے حملہ روکنے یعنی دفاع کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا۔ یہ شخص فرشتہ تو نہیں تھا کہ اسے غیب کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے ایک ایسا نامک کھیلا تھا جس میں ہزارہا بچے یتیم اور ہزارہا عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اس پر آپ نے اسے میری موجودگی میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ پھر اس نے سوڈانی فوج کو جو آپ کی وفادار تھی، جنگی مشق کے بہانے رات کو باہر نکالا اور اندھیرے میں اس پر اپنی نئی فوج سے حملہ کر دیا۔ مشہور یہ کیا کہ ناجی کی فوج نے بغاوت کر دی تھی۔ اس پر بھی آپ نے اسے خراجِ تحسین پیش کیا۔ آپ اتنے سادہ دل اور مخلص ہیں کہ آپ اس چال اور اس دھوکے کو سمجھ نہ سکے"۔

اس دوران ام عزارہ جو عرب کے حسن کا شاہکار تھی۔ خلیفہ العاضد کے ساتھ "بڑی معصومیت" سے کچھ ایسی فحش حرکتیں کرتی رہی کہ العاضد پر شراب کا نشہ دگنا ہو گیا۔ اس کی ذہنی کیفیت اس لڑکی کے قبضے میں تھی۔ رجب کی باتیں اور دلیلیں اس کے دماغ میں اترتی جا رہی تھیں۔ اس کی زیادہ تر توجہ ام عزارہ پر مرکوز تھی۔ رجب کی باتیں تو وہ ضمنی طور پر سن رہا تھا۔ رجب نے صلاح الدین ایوبی پر ایک انتہائی بے ہودہ وار کیا۔ اس نے کہا۔۔۔ "اس نے ایک اور فریب کاری شروع کر رکھی ہے۔ کسی خوبصورت اور جوان لڑکی کو پکڑ کر اس کی آبروریزی کرتا ہے اور چند دن عیش کر کے اسے یہ کہہ کر مروا دیتا ہے کہ یہ جاسوس ہے۔ عیسائیوں کے خلاف قوم میں نفرت پیدا کرنے کے لیے اس نے فوج اور عوام میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ صلیبی لڑکیوں کو مصر میں جاسوسی کے لیے بھیجتے ہیں اور وہ بدکار عورتوں کو بھی یہاں بھیجتے ہیں جو قوم کا اخلاق تباہ کرتی ہیں۔ میں اسی ملک کا باشندہ ہوں۔ یہاں جتنے قحبہ خانے ہیں وہاں مصری اور سوڈانی عورتیں ہیں۔ اگر کوئی عیسائی عورت ہے تو وہ کسی کی جاسوس نہیں۔ یہ اس کا پیشہ ہے"۔

"مجھے حرم کی تین چار لڑکیوں نے بتایا ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے انہیں اپنے گھر بلایا اور خراب کیا تھا"۔۔۔ ام عزارہ نے کہا۔

خلیفہ بھڑک اٹھا اور کہا۔۔۔ "میرے حرم کی لڑکیاں؟ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا"

"اس لیے کہ آپ کی بیماری میں یہ خبر آپ کے لئے اچھی نہیں تھی"۔ اُم علاوہ نے کہا۔ "اب بھی یہ بات میرے منہ سے بے اختیار نکل گئی ہے۔ میں نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ اب کوئی لڑکی کسی کے بلانے پر باہر نہیں جا سکتی"۔

"میں اُسے ابھی بلا کر دُرّے لگواؤں گا"۔ خلیفہ نے کہا۔ "میں انتظام لوں گا"۔

"انتقام لینے کے طریقے اور بھی ہیں"۔ رجب نے کہا۔ "اس وقت عوام صلاح الدین کے ساتھ ہیں۔ یہ لوگ آپ کے خلاف ہو جائیں گے"۔

"تو کیا میں اپنی یہ توہین برداشت کر لوں؟"۔ خلیفہ نے کہا۔

"نہیں"۔ رجب نے کہا۔ "اگر آپ مجھے اجازت دیں اور میری مدد کریں تو میں صلاح الدین کو اسی طرح غائب کر دوں گا جس طرح اس نے مصر کی پرانی فوج کے سالاروں کو گم کر دیا ہے"۔

"تم یہ کام کس طرح کرو گے؟"۔ خلیفہ نے پوچھا۔

"حشیشین یہ کام کر دکھائیں گے"۔ رجب نے کہا۔ "وہ رقم بہت زیادہ طلب کرتے ہیں"۔

"رقم کا مطالبہ جس قدر ہوگا وہ میں دوں گا"۔ خلیفہ نے کہا۔ "تم انتظام کرو"۔

☆

دو روز بعد جمعہ تھا۔ قاہرہ کی جامعہ مسجد کے خطیب کو عیسیٰ العکاری فقیہہ نے کہہ دیا تھا کہ خطبے میں خلیفہ کا نام نہ لیا جائے۔ یہ خطیب ترک تھے، جن کا پورا نام تاریخ میں محفوظ نہیں، وہ امیر العالم کے نام سے مشہور تھے۔ اس دور کے دستاویزی ثبوت ایسے بھی ملے ہیں جن کے مطابق خطیب امیر العالم نے کئی بار اس بدعت کو ختم کرنے کے عزم کا اظہار کیا تھا اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ خلیفہ کا نام خطبے سے حذف کیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ صلاح الدین ایوبی کو امیر العالم نے ہی مشورہ دیا تھا کہ اس بدعت کے خاتمے کے احکام جاری کریں اور وہ موقع تھا۔ اس کا سہرا عیسیٰ العکاری فقیہہ کے سر باندھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ منصوبہ خطیب امیر العالم اور مذہبی امور کے مشیر عیسیٰ العکاری فقیہہ کے پیشِ نظر بھی ہو لیکن صلاح الدین ایوبی کی گفتگو کی جو دستاویزات مل سکی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دلیرانہ اقدام سلطان ایوبی کا ہی تھا۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں

[redacted]

بتایا کہ اس وقت پچھتر مسلمان موجود تھے۔

خطیب امیر العالم نے خطبے میں خلیفہ کا نام نہ لیا۔ جامع مسجد میں صلاح الدین ایوبی درمیانی صفوں میں موجود تھا۔ علی بن سفیان اس سے تھوڑی دور کسی صف میں بیٹھا تھا۔ سلطان ایوبی کے متعدد دیگر مشیر اور معتمد کمبھ کر عوام میں بیٹھے تھے تاکہ ان کا ردِ عمل بھانپ سکیں۔ علی بن سفیان کے مخبروں کی بہت بڑی تعداد مسجد میں موجود تھی۔ خلیفہ کا نام خطبے میں سے غائب کرنا ایک سنگین اقدام نہیں بلکہ خیانت کے احکام کے مطابق سنگین جرم تھا۔ اس کا ارتکاب کر دیا گیا۔ سربراہوں میں سے اگر کوئی مسجد میں نہیں تھا تو وہ خلیفہ العاضد تھا۔

نماز کے بعد سلطان ایوبی اٹھا۔ خطیب کے پاس گیا۔ ان سے مصافحہ کیا۔ ان کے چہرے کا بوسہ لیا اور کہا۔ "اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو"۔ خطیب امیر العالم نے جواب دیا۔ "یہ حکم صادر فرما کر آپ نے جنت میں گھر بنا لیا ہے"۔ واپس چند قدم چل کر سلطان ایوبی رک گیا اور خطیب کے قریب جا کر کہا۔ "اگر آپ کو خلیفہ کا بلاوا آ جائے تو اس کے پاس جانے کی بجائے میرے پاس آ جانا۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا"۔

"اگر امیرِ مصر گستاخی نہ سمجھیں"۔ امیر العالم نے کہا۔ "تو عرض کروں کہ بدعت اور شرک کے خلاف عمل اور حق گوئی اگر جرم ہے تو اس کی سزا میں اکیلا بھگتوں گا۔ میں آپ کا سہارا نہیں ڈھونڈوں گا۔ خلیفہ نے بلایا تو کیا جاؤں گا؟ میں نے خلیفہ کے نام کو آپ کے حکم سے نہیں خدا کے حکم سے حذف کیا ہے۔ میں آپ کو مسیحا کیا پیش کرتا ہوں"۔

شام کے بعد صلاح الدین ایوبی، علی بن سفیان، بہاؤ الدین شداد اور چند ایک اور مشیروں سے دن کی رپورٹ لے رہا تھا۔ سارے شہر میں شہریوں کے بھیس میں مخبر اور جاسوس پھیلا دیئے گئے تھے جنہوں نے لوگوں کی رائے معلوم کرنی تھی۔ علی بن سفیان نے سلطان ایوبی کو بتایا کہ کہیں سے بھی اسے ایسی اطلاع نہیں ملی جہاں کسی نے یہ کہا ہو کہ خطبے میں خلیفہ کا نام نہیں لیا گیا تھا۔ علی بن سفیان کے بعض آدمیوں نے دو تین جگہوں پر یہ بھی کہا کہ جامع مسجد کے خطیب نے آج خطبے میں خلیفہ کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ اُس نے بہت بُرا کیا ہے۔ اس پر کچھ آدمی اس طرح حیران ہوئے جیسے انہیں معلوم ہی نہیں کہ خطبے میں خلیفہ

کا نام لیا گیا تھا یا نہیں۔ ان میں سے چار پانچ نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ خلیفہ خدا یا پیغمبر تو نہیں۔ ان اطلاعات سے سلطان ایوبی کو اطمینان ہو گیا کہ عوام کے جس ردِ عمل سے اسے ڈرایا گیا تھا اس کا کہیں بھی اظہار نہیں ہوا۔

صلاح الدین ایوبی نے اسی وقت سلطان نورالدین زنگی کے نام پیغام [illegible] جس میں اسے اطلاع دی کہ اس نے جمعے کے خطبے میں سے خلیفہ کا [illegible] ہے۔ عوام کی [illegible] سے اچھے ردِ عمل کا اظہار ہوا ہے۔ لہٰذا آپ [illegible] مہلت کو خطبے سے [illegible] دیں۔ اس لب لباب کا [illegible] پیغام کو [illegible] دیا کہ [illegible] صبح روانہ کر دیا جائے جو یہ پیغام [illegible] لے کر واپس آ جائے۔ اس کے بعد [illegible] بن سفیان سے کہا کہ خلیفہ کے محل میں جاسوسوں کو چوکنا کر دیا جائے۔ [illegible] بھی مشکوک حرکت ہو تو فوراً اطلاع دیں۔ رجب کو سلطان ایوبی جانتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ رجب خلیفہ کا منہ بولا نائب سالار ہے۔ سلطان ایوبی نے علی بن سفیان سے کہا کہ رجب کے ساتھ [illegible] سائے کی طرح لگا رہنا چاہیے۔"

اُس رات خلیفہ کی محفلِ عیش و طرب میں رجب نہیں تھا۔ وہ سلطان ایوبی کے قتل کا انتظام کرنے چلا گیا تھا۔ اسے حسن بن صباح کے حشیشین سے ملنا تھا۔ خلیفہ [illegible] کی عمر باہر کی دنیا سے بے خبر اور اُم عمارہ کے للساتی حسن اور ناز و ادا میں گم تھا۔ اسے کسی نے بتایا ہی نہیں تھا کہ خطبے میں سے اس کا نام حذف ہو چکا ہے۔ وہ خوش تھا کہ صلاح الدین ایوبی کے قتل کا انتظام ہونے والا ہے۔ اُم عمارہ نے اسے جلدی سلانے اور بے ہوش کرنے کے لیے زیادہ شراب پلا دی اور شراب میں خواب آور سفوف بھی ملا دیا۔ اس بوڑھے سے جلدی چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے وہ یہی نسخہ استعمال کیا کرتی تھی۔ اُسے سلا کر اور قندیلیں بجھا کر وہ کمرے سے نکل گئی۔ وہ اپنے خفیہ کمرے کی طرف جا رہی تھی جس میں رجب رات کو چوری چھپے اس کے پاس آیا کرتا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی ہی تھی کہ کواڑوں کے پیچھے سے کسی نے اس پر کمبل پھینکا۔ اس کی آواز بھی نہ نکلنے پائی تھی کہ اس کے منہ پر جہاں پہلے بنی کمبل لپٹ گیا تھا ایک اور کپڑا باندھ دیا گیا۔ اسے کسی نے کندھوں پر ڈال لیا اور کمرے سے



نکل گیا۔ یہ دو آدمی تھے۔ وہ محل کی بھول بھلیوں اور چور راستوں سے واقف معلوم ہوتے تھے۔ وہ اندھیری سیڑھیوں پر چڑھ گئے۔ اوپر سے انہوں نے رسّہ باندھ کر نیچے لٹکایا۔ لڑکی کو کندھوں پر ڈالے ہوئے وہ آدمی رسّے سے نیچے اتر گیا۔ اس کے پیچھے دوسرا اترا اور دونوں اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ کچھ دور چار گھوڑے کھڑے تھے اور ان کے پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اندھیرے میں آتے دیکھا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ ایک نے کندھے پر کچھ اٹھا رکھا ہے۔ وہ گھوڑوں کو آگے لے گئے۔ سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ایک سوار نے لڑکی کو اپنے آگے ڈال لیا۔ ان میں سے کسی نے کہا۔ "گھوڑوں کو ابھی دوڑانا نہیں۔ ناپو سارے شہر کو جگا دیں گے۔ گھوڑے آہستہ آہستہ چلتے گئے اور شہر سے نکل گئے۔

"یہ صلاح الدین ایوبی کا کام ہے۔"

"امیرِ مصر کے سوا ایسی جرأت اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

"اس کے سوا اور ہو ہی کون سکتا ہے۔"

قصرِ خلافت میں یہی شور و غوغا بپا تھا کہ اُم عمارہ کو صلاح الدین ایوبی نے اغوا کرایا ہے۔ رجب واپس آ گیا تھا۔ محل کے کونے کونے کی تلاشی لی جا چکی تھی۔ محافظ دستہ کے کمانداروں کے عتاب کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ خود کماندار بھی سپاہیوں کی طرح تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ایک لڑکی کا اغوا معمولی واردات نہیں تھی اور لڑکی بھی ایسی جسے خلیفہ حرم کا ہیرا سمجھتا تھا۔ محل کے پچھواڑے ایک رسّہ لٹک رہا تھا۔ زمین پر پاؤں کے نشان تھے جو تھوڑی دور جا کر گھوڑوں کے نشانات میں ختم ہو گئے تھے۔ ان سے یہ ثبوت مل گیا تھا کہ لڑکی کو رسّے سے اتارا گیا ہے۔ اس شک کا اظہار بھی کیا گیا کہ لڑکی اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ گئی ہے۔ خلیفہ نے اس شک کو مسترد کر دیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اُم عمارہ اس پر جان چھڑکتی تھی۔

"یہ صلاح الدین ایوبی کا کام ہے۔" — رجب نے الفاظ سے کہ قصرِ خلافت میں ہر کسی کی زبان پر یہی الفاظ ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی بھی ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔"

ہر کسی کے کانوں میں یہ الفاظ رجب نے ہی ڈالے تھے۔ اسے جونہی ام عمارہ کی گمشدگی کی اطلاع ملی تھی، اس نے سارے محل میں گھوم پھر کر ہر کسی سے لڑکی کے متعلق پوچھا اور ہر کسی سے کہا تھا "یہ سلطان ایوبی کا کام ہے"۔ قصرِ صدارت کے اعلیٰ حاکم سے ادنیٰ ملازم تک اپنی الفاظ کو دہراتے چلے جا رہے تھے اور جب یہ الفاظ خلیفہ العاضد کے کانوں میں پڑے تو اس نے ذرہ بھر سوچنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ یہ الزام بے بنیاد ہو سکتا ہے۔ اس کے کانوں میں یہ تو پہلے ہی ڈالا جا چکا تھا کہ سلطان ایوبی عورتوں کا شیدائی ہے۔ ام عمارہ نے اسے یہ بتایا تھا کہ صلاح الدین ایوبی حرم کی چار لڑکیوں کو خراب کر چکا ہے۔ خلیفہ نے اسی وقت اپنے خصوصی قاصد کو بلایا اور اُسے کہا کہ امیرِ مصر کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ پردے میں لڑکی واپس کر دو، میں کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔

جس وقت خلیفہ قاصد کو یہ پیغام دے رہا تھا اس وقت قاہرہ سے دس بارہ میل دُور تین شتر سوار قاہرہ کی طرف خراماں خراماں آ رہے تھے۔ وہ مصر کی فوج کے گشتی سنتری تھے۔ مصر کے سیاسی حالات چونکہ اچھے نہیں تھے۔ جاسوسوں اور تخریب کاروں کی سرگرمیاں رکنے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھیں۔ سلطان ایوبی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ملک میں غداری اور بغاوت کی چنگاریاں بھی سلگ رہی ہیں۔ اُس سوڈانی فوج کی طرف سے جسے اُس نے برطرف کر دیا تھا، خطرہ پوری طرح ٹلا نہیں تھا۔ اس فوج کے کمانڈر، عہدیدار اور سپاہی تجربہ کار عسکری تھے۔ کسی بھی وقت ملک کے لیے خطرہ بن سکتے تھے۔ سب سے بڑا خطرہ تو یہ تھا کہ سلطان ایوبی کے مخالفین نے صلیبیوں سے دوستانہ کر رکھا تھا۔ ان کے جاسوسوں کو وہ پناہ، اڈے اور مدد مہیا کرتے تھے۔ ان خطرات کے پیشِ نظر دارالحکومت سے بہت دُور دُور اور ہر طرف فوج کے چند ایک دستے بھیجے گئے تھے۔ ان کے گشتی سنتری دن رات صحراؤں اور ٹیلوں ٹیکریوں کے علاقوں میں گھوڑوں اور اونٹوں پر گشت کرتے رہتے تھے تاکہ آنے والے خطرے کی اطلاع قبل از وقت دی جا سکے۔

وہ تین شتر سوار انہی دستوں کے گشتی سنتری تھے جو اپنی ذمہ داری کے علاقے میں گشت کر کے واپس آ رہے تھے۔ آگے مٹی اور پتھروں کی پہاڑیوں اور چٹانوں کا وسیع علاقہ تھا۔ وہ ایک وادی میں سے گزر رہے تھے، انہیں کسی عورت کی آہ و زاری سنائی دی۔ مردانہ آوازیں بھی سنائی دیں۔ ان سے صاف پتہ چلتا تھا کہ



زبردستی کی جا رہی ہے۔ ایک شتر سوار اترا اور اس چٹان پر چڑھ گیا جس کی دوسری طرف سے آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ اُدھر چار گھوڑے کھڑے تھے اور چار آدمی بھی تھے۔ چاروں سوڈانی حبشی تھے۔۔۔ ایک بڑی ہی خوبصورت لڑکی تھی جو دوڑی جا رہی تھی۔ ایک حبشی نے اسے پکڑ لیا اور بازو سے بازوؤں میں دبوچ کر اٹھا لیا اور اُسے اپنے ساتھیوں کے درمیان لا کر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بٹھا گیا۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا "تم مقدس لڑکی ہو۔ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر ہمیں گناہگار نہ کرو۔ دیوتاؤں کا قہر ہمیں جلا ڈالے گا یا ہمیں پتھر بنا دے گا"

"میں سلطان ہوں"۔۔۔ لڑکی نے چیخ کر کہا "تمہارے دیوتاؤں پر لعنت بھیجتی ہوں۔ مجھے چھوڑ دو، ورنہ میں تم سب کو خلیفہ کے حکم سے بوٹی بوٹی کروا دوں گی"

"تم اب خلیفہ کی ملکیت نہیں"۔۔۔ ایک حبشی نے اسے کہا "اب تم اس دنیا کی ملکیت ہو جس کے ہاتھ میں آسمان کی بجلیوں کا قہر ہے۔ ہمارے دیوتاؤں کا زہریلا شیروں کی وقت ہے۔ اس نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔ اب جو کوئی تمہیں اس سے چھیننے کی کوشش کرے گا اسے صحرا کی ریت جا کر راکھ کر دے گی"

ایک حبشی نے دوسرے سے کہا "میں نے تمہیں کہا تھا کہ یہاں نہ رکو مگر تم آرام کرنا چاہتے تھے۔ اسے باندھا ہوا چلے چلتے اور شام سے پہلے پہلے منزل پر پہنچ جاتے"

"کیا ہمارے گھوڑے تھک نہیں گئے تھے؟"۔۔۔ حبشی نے جواب دیا "ہم ساری رات کے جاگے ہوئے نہیں تھے؟ اسے پھر باندھو اور چلو"

اس نے لڑکی کو دبوچ لیا۔ اچانک اس کی پیٹھ میں ایک تیر اُتر گیا۔ اُس کی گرفت لڑکی سے ڈھیلی ہو گئی۔ لڑکی اُسے دھکا دے کر بھاگنے لگی تو دوسرے آدمی نے اسے پکڑ کر گھسیٹا اور گھوڑوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ ایک اور تیر آیا جو ایک آدمی کی گردن میں لگا۔ وہ آدمی بُری طرح تڑپنے لگا جس آدمی نے لڑکی کو پکڑا تھا، وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر لڑکی اور گھوڑے کو نشیبی جگہ لے گیا جو بالکل قریب تھی۔ ایک حبشی اور بھی رہ گیا تھا۔ وہ بھی دوڑ کر نشیب میں اتر گیا۔۔۔۔ یہ تیر اُس شتر سوار سنتری نے چلائے تھے جو چٹان پر چڑھ گیا تھا۔ اس نے بعد میں جو بیان دیا اس میں اس نے کہا تھا کہ وہ دیوتاؤں کے نام سے ڈر گیا

تھا لیکن لڑکی نے جب یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں اور میں دیوتاؤں پر لعنت بھیجتی ہوں تو سنتری کا ایمان بیدار ہوگیا۔ لڑکی نے جب خلیفہ کا نام لیا تو سنتری سمجھ گیا کہ یہ حرم کی لڑکی ہے۔ اس کا لباس، اس کی شکل وصورت اور اس کی ڈیل ڈول بتا رہی تھی کہ یہ معمولی درجے کی لڑکی نہیں، اسے اغوا کیا جارہا ہے اور اسے سوڈان میں لے جاکر فروخت کیا جائے گا۔ سنتری کو یہ معلوم تھا کہ تھوڑے دنوں بعد سوڈانی حبشیوں کا ایک میلہ لگنے والا ہے جس میں لڑکیوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

فوج کو سلطان ایوبی نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ عورت کی عزت کی حفاظت کی جائے گی۔ ایک عورت کی عزت کو بچانے کے لیے ایک درجن آدمیوں کے قتل کی بھی اجازت تھی۔ سنتری نے یہ ساری باتیں سامنے رکھ کر فیصلہ کرلیا کہ اس لڑکی کو بچانا ہے۔ اس نے دو تیر چلائے اور دو حبشی مار ڈالے۔ اس نے غلطی یہ کی کہ باقی دو حبشیوں کو پکڑنے کے لیے نیچے اُتر آیا۔ اپنے اونٹ پر سوار ہوا، اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ بردہ فروشوں کا تعاقب کرنا ہے۔ وہ تینوں اونٹوں کو دوڑاتے دوسری طرف گئے مگر انہیں چٹان کا چکر کاٹ کر جانا پڑا۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ اونٹ گھوڑے کا تعاقب کرسکتا ہے یا نہیں۔ ان تینوں میں سے تیر کمان صرف اسی سنتری کے پاس تھا۔ باقی دو کے پاس برچھیاں اور تلواریں تھیں۔

وہ اس جگہ پہنچے جہاں لڑکی اور حبشیوں کو دیکھا گیا تھا تو وہاں دو لاشوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ سوڈانی حبشی، لڑکی کو بھی لے گئے تھے اور اپنے مرے ہوئے ساتھیوں کے گھوڑوں کو بھی۔ تینوں سواروں نے تعاقب میں اونٹ دوڑائے لیکن وہ ٹیلوں اور چٹانوں کا علاقہ تھا۔ راستہ گھومتا اور مڑتا تھا۔ انہیں بھاگتے گھوڑوں کے ٹاپ سنائی دے رہے تھے جو دور چلتے گئے اور خاموش ہوگئے۔ تینوں سواروں نے دونوں لاشیں اونٹوں پر لادیں اور واپس آگئے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ لاشیں کس کی ہیں۔ یہ عام قسم کے بردہ فروشوں کی بھی ہوسکتی تھیں۔ انہیں اٹھا لانا ضروری نہ تھا لیکن لڑکی خلیفہ کی معلوم ہوتی تھی۔ اس لیے لاشیں اٹھانا ضروری سمجھا گیا تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اغوا کرنے والے کون ہیں۔

☆

صلاح الدین ایوبی پریشانی اور غصے کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ کمرے میں اس کے مشیر اور معتمد بیٹھے تھے۔ یہ اس کے دوست بھی تھے۔ وہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ سلطان ایوبی اپنے آپ کو ہمیشہ قابو میں رکھتا تھا۔ وہ کبھی جذباتی نہیں ہوا تھا۔ غصہ پی جایا کرتا تھا اور ذہن کو پوری طرح قابو میں رکھ کر سوچا اور فیصلہ کیا کرتا تھا۔ ایسے حالات نے بھی اسے آزمایا تھا جن میں جابر جنگجو بھی ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔ وہ محاصروں میں بھی لڑا تھا اور اس حال میں بھی محاصرے میں رہا تھا کہ اس کے سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے، تھیلے میں کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہ رہا تھا اور سپاہیوں کے ترکش بھی خالی ہوگئے تھے۔ اس کے سپاہی اس انتظار میں تھے کہ وہ ہتھیار ڈال کر انہیں اس اذیت اور موت سے بچالے گا لیکن سلطان ایوبی نے صرف اپنا حوصلہ ہی مضبوط نہ رکھا بلکہ سپاہیوں میں بھی نئی روح پھونک دی۔ مگر اس روز سلطان ایوبی کو اپنے اوپر قابو نہیں رہا تھا۔ چہرہ پر غصہ بھی تھا، گھبراہٹ بھی۔ یہی وجہ تھی کہ سب خاموش بیٹھے تھے۔

"آج پہلی بار میرا دماغ میرا ساتھ چھوڑ گیا ہے"۔۔۔ اس نے کہا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ خلیفہ کے اس پیغام کو نظر انداز کردیں؟"۔۔۔ اس کے نائب سالار الناصر نے کہا۔

"میں اسی کوشش میں مصروف ہوں"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "لیکن الزام کی نوعیت دیکھو جو مجھ پر عائد کیا گیا ہے۔ میں نے اس کے حرم کی ایک لڑکی اغوا کروائی ہے۔ استغفراللہ۔ اللہ مجھے معاف کرے۔ اس نے میری توہین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پیغام بلکہ دھمکی قاصد کی زبانی بھیجی ہے۔ وہ مجھے بلا لیتا۔ میرے ساتھ براہ راست بات کرتا"۔

"میں پھر بھی یہی مشورہ دوں گا کہ اپنے آپ کو ٹھنڈا کیجئے"۔۔۔ بہاؤالدین شداد نے کہا۔

"میں سوچ یہ رہا ہوں، کیا واقعی حرم سے کوئی لڑکی اغوا ہوئی ہے؟"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "یہ جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ اسے پتہ چل گیا ہوگا کہ میں نے خفیہ طور سے اس کا نام اغوا کروایا ہے۔ اس کے جواب میں اس نے مجھ پر یہ الزام لگا کر کہ میں نے اس کے حرم کی ایک لڑکی اغوا کرائی ہے، انتقام لینے کی کوشش

ی ہے"۔ سلطان ایوبی نے حیلی الہکاری نقیمہ سے کہا۔ "ایک حکم نامہ مصر کی تمام مسجدوں کے نام جاری کردو کہ آئندہ کسی مسجد میں خطبے میں خلیفہ کا ذکر نہیں کیا جائے گا"

"آپ اس کے ہاں چلے جائیں اور اس سے بات کریں"۔ الناصر نے کہا۔ "اسے صاف الفاظ میں بتادیں کہ خلیفہ قوم کی عزت کا نشان ہوتا ہے لیکن اس کا حکم نہیں چل سکتا۔ خصوصاً اس صورتِ حال میں جب حالات جنگی ہیں اور دشمن کا خطرہ باہر سے بھی ہے اور اندر سے بھی موجود ہے۔ میں تو یہاں تک مشورہ دوں گا کہ اس کے محافظ دستے کی نفری کم کردیں۔ سوڈانی حبشیوں کی جگہ مصری رکھیں اور اس کے عمل کے اخراجات کم کریں۔ میں اس کے نتائج سے آگاہ ہوں۔ ہمیں مقابلہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہمیں اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے"

"میں نے ہمیشہ اپنے اللہ پر بھروسہ کیا ہے"۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "خدائے ذوالجلال مجھے اس وقت سے بھی بچالے گا"

دربان اندر آیا۔ سب نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا۔ "صحرا کے گشتی دستے کا کمانڈر اپنے تین سپاہیوں کے ساتھ آیا ہے۔ وہ دو سوڈانیوں کی لاشیں لائے ہیں"

سب نے دربان کی مداخلت کو اچھی نظر سے نہ دیکھا۔ اس وقت سلطان ایوبی بڑے ہی اہم اور خفیہ اجلاس میں مصروف تھا لیکن سلطان نے دربان سے کہا۔ "انہیں اندر بھیج دو"۔ سلطان ایوبی نے اپنے دربان سے کہہ رکھا تھا کہ جب بھی اسے کوئی ملنے آئے وہ اسے اطلاع دے اور اگر رات اسے جگانے کی ضرورت محسوس ہو تو فوراً جگالے۔ سلطان کوئی بات اور کوئی ملاقات التوا میں نہیں ڈالا کرتا تھا۔

محمد بیدار اندر آیا۔ اس کے پیچھے گرد سے اٹا ہوا اور تھکا تھکا نظر آتا تھا۔ سلطان ایوبی نے اسے بٹھایا اور دربان سے کہا کہ اس کے لیے پینے کے لیے کچھ لے آئے۔ محمد بیدار نے سلطان کو بتایا کہ اس کے گشتی سنتریوں نے پہاڑ سوڈانی حبشیوں سے ایک مخبوبہ لڑکی کو چھڑانے کی کوشش میں دو کو تیروں سے مار ڈالا ہے اور لڑکی کو اٹھا کر بھاگ گئے ہیں۔ محمد بیدار نے بتایا کہ سنتریوں کے بیان کے مطابق لڑکی خانہ بدوش یا کسی عام گھرانے کی نہیں تھی۔ وہ بہت ہی قیمتی لباس میں تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خلیفہ کی ملکیت ہے۔

"معلوم ہوتا ہے"۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "خدائے ذوالجلال نے ہماری مدد کو آگیا ہے"۔ وہ باہر نکل گیا۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے سب حاکم اس کے پیچھے چلے گئے۔

باہر زمین پر دو لاشیں پڑی تھیں۔ ایک حبشی پیٹ کے بل تھی۔ اس کی پیٹھ میں تیر اترا ہوا تھا۔ دوسری حبشی کی گردن میں تیر پیوست تھا۔ پاس تین سپاہی کھڑے تھے۔ انہوں نے امیرِ مصر کو جو اُن کا سالارِ اعلیٰ بھی تھا شاید پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ فوجی انداز سے سلام کرکے پرے ہٹ گئے۔ سلطان ایوبی نے ان کے سلام کا صرف جواب ہی نہیں دیا بلکہ ان سے ہاتھ ملایا اور کہا۔ "یہ شکار کہاں سے مار لائے ہو مومنو؟"۔ اس سنتری نے جس نے چٹان سے تیر چلا کر دو آدمیوں کو مارا تھا سلطان ایوبی کو سارا واقعہ پوری تفصیل سے سنادیا۔

"کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ لڑکی خلیفہ کی ہی داشتہ ہو؟"۔ سلطان ایوبی نے اپنے مشیروں سے پوچھا۔

"معلوم یہی ہوتا ہے"۔ علی بن سفیان نے کہا۔ "ان کے خنجر دیکھیے"۔ اس نے دو خنجر سلطان ایوبی کو دکھائے۔ جس وقت سپاہی واقعہ سنا رہا تھا علی بن سفیان لاشوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ انہوں نے سوڈان کا قبائلی لباس پہن رکھا تھا۔ کپڑوں کے اندر ان کے کمربند تھے جن کے ساتھ ایک ایک خنجر تھا۔ یہ خلیفہ کے حفاظتی دستے کے خاص ساخت کے خنجر تھے۔ ان کے دستوں پر قصرِ خلافت کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ علی بن سفیان نے کہا۔ "اگر انہوں نے یہ خنجر چوری نہیں کیے تو یہ دونوں قصرِ خلافت کے حفاظتی دستے کے سپاہی ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ لڑکی وہی ہے جو خلیفہ کے حرم سے اغوا ہوئی ہے اور اغوا کرنے والے خلیفہ کے محافظوں میں سے ہیں"

"لاشیں اٹھواؤ اور خلیفہ کے پاس لے چلو"۔ سلطان ایوبی نے کہا۔

"پہلے یقین کرلیا جائے کہ یہ واقعی خلیفہ کے محافظوں میں سے ہیں"۔ علی بن سفیان نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ علی بن سفیان کے ساتھ قصرِ خلافت کا ایک کمانڈر آگیا۔ اسے دونوں لاشیں دکھائی گئیں۔ اس نے فوراً پہچان لیا

اور کہا — "یہ دونوں محافظ دستے کے سپاہی ہیں۔ گزشتہ تین روز سے چھٹی پر تھے۔ ان کی چھٹی سات دن رہتی تھی۔"

"کوئی اور سپاہی بھی چھٹی پر ہے؟" سلطان ایوبی نے پوچھا۔

"دو اور ہیں۔"

"کیا وہ ان کے ساتھ چھٹی پر گئے تھے؟"

"اکٹھے گئے تھے۔" کماندار نے جواب دیا اور ایک ایسا انکشاف کیا جس نے سب کو چونکا دیا۔ اس نے کہا — "یہ سوڈان کے ایسے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جو خونخواری میں مشہور ہے۔ ان میں فرعونوں کے وقت کی کچھ رسمیں چلی آرہی ہیں۔ یہ قبیلہ ہر تین سال بعد ایک جشن مناتا ہے۔ یہ ایک میلہ ہوتا ہے جو تین دن اور تین راتیں رہتا ہے۔ دن ایسے مقرر کرتے ہیں کہ چوتھی رات چاند پورا ہوتا ہے۔ میلے میں وہ لوگ بھی جاتے ہیں جن کا اس قبیلے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ صرف عیاشی کے لیے جاتے ہیں۔ میلے میں لڑکیوں کی خرید و فروخت کے لیے باقاعدہ منڈی لگتی ہے۔ اس میلے سے ایک ماہ پہلے ہی ارد گرد بلکہ قاہرہ تک کے لوگ جن کی بیٹیاں جوان ہوگئی ہوں ہوشیار اور چوکس ہوجاتے ہیں۔ وہ لڑکیوں کو باہر نہیں جانے دیتے۔ ان دنوں خانہ بدوش بھی اس علاقے سے دور چلے جاتے ہیں۔ لڑکیاں اغوا ہوتی ہیں اور اس میلے میں فروخت ہوجاتی ہیں۔ یہ چاروں سوڈانی اسی میلے کے لیے چھٹی پر گئے تھے۔ میلہ تین روز بعد شروع ہورہا ہے۔"

"کیا ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ خلیفہ کے حرم کی لڑکی انہوں نے اغوا کی ہوگی؟" علی بن سفیان نے پوچھا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" کماندار نے جواب دیا — "یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان دنوں میں اس قبیلے کے لوگ جان کا خطرہ مول لے کر بھی لڑکیاں اغوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ خونخوار اتنے ہیں کہ اگر کسی لڑکی کے وارث میلے میں چلے جائیں اور اپنی لڑکی لینے کی کوشش کریں تو انہیں قتل کردیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کے گاہکوں میں مصر کے امیر، وزیر اور حاکم بھی ہوتے ہیں۔ میلے میں ایسے عارضی قحبہ خانے بھی کھل جاتے ہیں جہاں جوا، شراب اور عورت کے شیدائی دولت لٹاتے ہیں۔ اس جشن کی آخری رات بڑی پُراسرار ہوتی ہے۔ کسی مخفی جگہ پر ایک نوجوان اور غیر معمولی طور پر حسین لڑکی کو قربان کیا جاتا ہے۔ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ لڑکی کو کہاں اور کس طرح قربان کیا جاتا ہے۔ یہ کام ان کا ایک مذہبی پیشوا جسے حبشی خدا بھی کہتے ہیں کرتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت تھوڑے سے خاص آدمی اور چار پانچ لڑکیاں ہوتی ہیں۔ لوگوں کو لڑکی کا کٹا ہوا سر اور خون دکھایا جاتا ہے جسے دیکھ کر یہ قبیلہ پاگلوں کی طرح ناچتا اور شراب پیتا ہے۔"

☆

خلیفہ نے محافظ دستے کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ تمام تر محافظ دستہ رعب میں کھڑا تھا۔ سورج غروب ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ اس دستے کو صبح کھڑا کیا گیا تھا۔ کمانداروں اور عہدیداروں کو بھی کھانے کی اجازت دی گئی تھی نہ پانی پینے کی۔ رجب بار بار آتا اور اعلان کرتا تھا کہ لڑکی محافظوں کی مدد کے بغیر اغوا نہیں کی جاسکتی تھی۔ جس کسی نے اغوا میں مدد دی ہے وہ سامنے آجائے ورنہ تمہیں یہیں بھوکا اور پیاسا مار دیا جائے گا۔ اگر لڑکی خود باہر گئی ہوتی تو تم میں سے کسی نہ کسی نے ضرور دیکھی ہوتی۔۔۔۔ ان دھمکیوں کا کچھ اثر نہیں ہورہا تھا۔ سب کہتے تھے کہ وہ بے گناہ ہیں۔

خلیفہ رجب کو ٹکنے نہیں دے رہا تھا۔ اس نے رجب سے کہا تھا: "مجھے لڑکی کا افسوس نہیں، پریشانی یہ ہے کہ جو اتنے کڑے پہرے سے لڑکی کو اغوا کرسکتے ہیں وہ مجھے بھی قتل کرسکتے۔ مجھے یہ ثبوت چاہیے کہ لڑکی کو صلاح الدین نے اغوا کرایا ہے۔"

رجب نے ہی اغوا کا بہتان سلطان ایوبی کے سر تھوپا تھا مگر خلیفہ اُسے کہہ رہا تھا کہ ثبوت لاؤ۔ رجب ثبوت کہاں سے لاتا۔ اس کی جان پر بن گئی تھی۔ وہ ایک بار پھر محافظ دستے کے سامنے گیا۔ غصے سے وہ بڑا ہوا جارہا تھا۔ وہ کئی بار دی ہوئی دھمکی ایک بار پھر دینے ہی لگا تھا کہ دروازے پر کھڑے سنتریوں نے دروازے کھول دیئے اور اعلان کیا — "امیرِ مصر تشریف لارہے ہیں۔"

بڑے دروازے میں سلطان ایوبی کا گھوڑا داخل ہوا۔ اس کے آگے دو محافظ سواروں کے گھوڑے تھے۔ آٹھ سوار پیچھے تھے۔ ایک دائیں اور ایک بائیں تھا۔ ان کے پیچھے سلطان ایوبی کے حاکم اور مشیر تھے۔ ان میں علی بن سفیان بھی تھا۔ رجب نے خلیفہ کو اطلاع بھیج دی کہ صلاح الدین ایوبی آیا ہے۔ سب نے دیکھا کہ سلطان ایوبی

کے اس جلوس کے پیچھے چار پہیوں والی ایک گاڑی تھی جس کے آگے دو گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ گاڑی پر دو لاشیں پڑی تھیں۔ ایک سیدھی دوسری الٹی۔ تیر ابھی تک لاشوں میں اُترے ہوئے تھے۔ ان لاشوں کے ساتھ وہ تین شتر سوار تھے جنہوں نے ان حبشیوں کو مارا تھا۔

خلیفہ باہر آگیا۔ سلطان ایوبی اور اس کے تمام سوار گھوڑوں سے اُترے۔ سلطان ایوبی نے اسی احترام سے خلیفہ کو سلام کیا جس احترام کا وہ حقدار تھا۔ جُھک کر اس سے مصافحہ کیا اور اس کا ہاتھ چوما۔

"مجھے آپ کا پیغام مل گیا تھا کہ میں آپ کے حرم کی لڑکی واپس کر دوں۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "میں آپ کے دو محافظوں کی لاشیں لایا ہوں۔ یہ لاشیں مجھے بے گناہ ثابت کر دیں گی اور میں حضور کی خدمتِ اقدس میں یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ صلاح الدین ایوبی آپ کی فوج کا سپاہی نہیں ہے۔ جس خلافت کی آپ نمائندگی کر رہے ہیں وہ اس کا بھیجا ہوا ہے۔"

خلیفہ نے صلاح الدین ایوبی کے تیور بھانپ لیے۔ اس فاطمی خلیفہ کا ضمیر گناہوں کے بوجھ سے کراہ رہا تھا۔ وہ سلطان ایوبی کی بارعب اور پُرجلال شخصیت کا سامنا کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے سلطان ایوبی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ــــ "میں تمہیں اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں، صلاح الدین اندر آؤ۔"

"میری حیثیت ابھی ملزم کی ہے۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "مجھے ابھی صفائی پیش کرنی ہے کہ میں اغوا کا ملزم نہیں ہوں۔ خدائے ذوالجلال نے میری مدد فرمائی ہے اور دو لاشیں بھیجی ہیں۔ یہ لاشیں بولیں گی نہیں، ان کی خاموشی اور ان میں اُترے ہوئے تیر گواہی دیں گے کہ صلاح الدین ایوبی اس جرم کا مجرم نہیں ہے جو قصرِ خلافت میں سرزد ہُوا ہے۔ میں جب تک اپنے آپ کو بے گناہ ثابت نہ کر لوں گا اندر نہیں جاؤں گا۔" ــــ وہ لاشوں کی طرف چل پڑا۔

خلیفہ کھسیانا ہُوا اُس کے پیچھے پیچھے گیا۔ تھوڑی دُور چار ساڑھے چار سو نفری کا محافظ دستہ کھڑا تھا۔ سلطان ایوبی نے لاشیں اُٹھوا کر اس دستے کے سامنے رکھ دیں اور بلند آواز سے کہا ــــ "آٹھ آٹھ سپاہی آگے آؤ اور لاشوں کو دیکھ کر بتاؤ کہ یہ کون ہیں؟" ــــ پہلے کمانڈر اور عہدیدار آئے۔ انہوں نے لاشیں دیکھ کر ان کے



نام بتائے اور کہا ــــ "یہ ہمارے دستے کے سپاہی تھے۔" ــــ ان کے بعد آٹھ سپاہی آئے، انہوں نے بھی لاشوں کو دیکھ کر کہا کہ یہ ان کے ساتھی تھے۔ آٹھ اور سپاہی آئے۔ پھر آٹھ اور آئے۔ اس طرح آٹھ آٹھ سپاہی آتے رہے اور بتاتے رہے کہ یہ لاشیں ان کے فلاں فلاں ساتھیوں کی ہیں۔

"صلاح الدین!" خلیفہ نے کہا ــــ "میں نے مان لیا ہے کہ یہ لاشیں قصرِ خلافت کے دو محافظوں کی ہیں۔ میں اس سے آگے سننا چاہتا ہوں کہ انہیں کس نے ہلاک کیا ہے۔"

صلاح الدین نے اس گشتی سنتری سے جس نے انہیں ہلاک کیا تھا، کہا کہ اپنا بیان دہرائے۔ اُس نے سارا واقعہ خلیفہ کو سنا دیا۔ وہ ختم کر چکا تو سلطان ایوبی نے خلیفہ سے کہا ــــ "لڑکی میرے پاس نہیں لائی گئی۔ وہ سوڈانی حبشیوں کے قبیلے میں فروخت ہونے کے لیے گئی ہے۔"

خلیفہ کھسیانہ ہُوا جا رہا تھا۔ اس نے سلطان ایوبی سے کہا کہ وہ اندر چلے۔ سلطان ایوبی نے اندر جانے سے انکار کر دیا اور کہا ــــ "میں اس لڑکی کو زندہ یا مردہ برآمد کر کے آپ کے حضور حاضر کروں گا۔ ابھی میں اتنا ہی کہوں گا کہ حرم کی ایک ایسی لڑکی کا اغوا جو شخصے کے طور پر آئی تھی اور جو آپ کی منکوحہ بیوی نہیں داشتہ تھی، میرے لیے ذرہ بھر اہمیت نہیں رکھتی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے اس سے اہم فرائض سونپے ہیں۔"

"میری پریشانی یہ نہیں کہ ایک لڑکی اغوا ہو گئی ہے۔" خلیفہ نے کہا ــــ "اصل پریشانی یہ ہے کہ اس طرح لڑکیاں اغوا ہونے لگیں تو ملک میں قانون کا کیا حشر ہوگا۔"

"اور میری پریشانی یہ ہے کہ سلطنتِ اسلامیہ اغوا ہو رہی ہے۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ میرا شعبۂ سراغرسانی لڑکی کو برآمد کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔"

خلیفہ سلطان ایوبی کو ذرا پرے لے گیا اور کہا ــــ "صلاح الدین! میں ایک عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھ سے کھچے کھچے رہتے ہو۔ میں نجم الدین ایوب (سلطان ایوبی کے والد محترم) کا بہت احترام کرتا ہوں، مگر تمہارے دل میں میرے لیے ذرہ بھر احترام نہیں ہے اور مجھے آج بتایا گیا ہے کہ جامع مسجد کے خطیب امیر العالم نے یہ گستاخی کی ہے کہ خطبے سے میرا نام ہٹا دیا ہے۔ مجھے رجب نے بتایا ہے کہ میں اسے اس گستاخی

کی سزا دے سکتا ہوں۔ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے تمہاری شہہ پر تو ایسا نہیں کیا؟"

"میری شہہ پر نہیں، میرے حکم پر اس نے خلیفہ کا نام خطبے سے حذف کیا ہے۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "صرف آپ کا نام نہیں بلکہ ہر اس خلیفہ کا نام خطبے سے ہٹا دیا گیا ہے جو آپ کے بعد آئے گا اور جو اُس کے بعد آئے گا۔"

"کیا یہ حکم فاطمی خلافت کو کمزور کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے؟" خلیفہ نے پوچھا۔

"مجھے شک ہے کہ یہاں عباسی خلافت دفن کی جا رہی ہے۔"

"حضور بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "قرآن نے شراب کو اسی لیے حرام کہا ہے کہ اس سے دماغ ماؤف ہو جاتا ہے۔"... سلطان نے ذرا توقف کر کے کہا۔ "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کل سے آپ کے محافظ دستے میں تبدیل ہوگا اور رجب کو میں واپس لے کر آپ کو نیا کمانڈر دوں گا۔"

"لیکن میں رجب کو یہاں رکھنا چاہتا ہوں۔" خلیفہ نے کہا۔

"میں حضور سے درخواست کرتا ہوں کہ فوجی معاملات میں دخل دینے کی کوشش نہ کریں۔" سلطان ایوبی نے کہا اور علی بن سفیان کی طرف متوجہ ہوا جو پانچ حبشی محافظوں کو ساتھ لیے آ رہا تھا۔

"یہ پانچوں اُسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔" علی بن سفیان نے کہا۔ "میں نے اس دستے سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس قبیلے کے کوئی آدمی یہاں ہوں تو باہر آ جائیں۔ یہ پانچ صفوں سے باہر آ گئے۔ ان کے متعلق مجھے ان کے کمانڈر نے بتایا ہے کہ پرسوں سے چھٹی پر جا رہے تھے۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ لڑکی کے اغوا میں ان کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

صلاح الدین ایوبی نے رجب کو بلا کر کہا۔ "کل یہاں دوسرا کمانڈر آ رہا ہے۔ آپ میرے پاس آ جائیں گے۔ میں آپ کو منجنیقوں کی کمان دینا چاہتا ہوں۔"

رجب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

☆

اُمِ عمارہ کو گھوڑے پر ڈالے ہوئے جب وہ دو حبشی اتنی دُور نکل گئے جہاں انہیں تعاقب کا خطرہ نہ رہا تو انہوں نے گھوڑے روک لیے۔ لڑکی ایک بار پھر آزاد ہونے کو تڑپنے لگی۔ حبشیوں نے اسے کہا کہ اس کا تڑپنا بے کار ہے۔ اب اگر اسے وہ آزاد بھی کر دیں تو وہ اس ریگستان سے زندہ نہیں نکل سکے گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ اسے بے آبرو نہیں کرنا چاہتے۔ اگر اُن کی نیت ایسی ہوتی تو وہ اس کے ساتھ وحشیوں جیسا سلوک کر چکے ہوتے۔ اُمِ عمارہ حیران تھی کہ انہوں نے اسے چھیڑا تک نہیں تھا۔ انہیں تو جیسے احساس ہی نہیں تھا کہ اتنی دلکش لڑکی ان کے رحم و کرم پر ہے۔ ان میں سے ایک نے جو مارا جا چکا تھا، مرنے سے پہلے اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر التجا کی تھی کہ وہ تڑپ تڑپ کر اپنے آپ کو اذیت میں نہ ڈالے۔ اُمِ عمارہ نے ان سے پوچھا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے تو اسے جواب دیا گیا کہ وہ اسے آسمان کے دیوتا کی ملکہ بنانے کے لیے لے جا رہے ہیں۔

انہوں نے لڑکی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اس نے آزاد ہونے کی کوشش ترک کر دی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ کوشش بے سود ہے۔ گھوڑے چل پڑے اور اُمِ عمارہ ایک حبشی کے آگے گھوڑے پر بیٹھی ہچکولے کھاتی رہی۔ ایک جگہ رک کر اس کے منہ میں پانی ڈالا گیا اور گھوڑے چل پڑے۔ بہت دیر بعد خنکی سے اُمِ عمارہ نے محسوس کیا کہ رات ہو گئی ہے۔ گھوڑے رک گئے۔ اس وقت تک اس نازک لڑکی کا جسم مسلسل گھوڑ سواری سے ٹوٹ چکا تھا۔ دہشت سے اس کا دماغ بے کار ہو گیا تھا۔ اسے گھوڑے رکتے ہی اپنے اردگرد تین چار مردوں اور تین عورتوں کی ملی جلی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ زبان اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ یہی حبشی راستے میں اس کے ساتھ عربی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ ان کا لہجہ عربی نہیں تھا۔

ابھی اس کی آنکھوں سے پٹی نہیں کھولی گئی تھی۔ اس کی تو جیسے زبان بھی بند ہو گئی تھی۔ اُسے کسی نے اٹھا کر کسی نرم چیز پر بٹھا دیا۔ یہ پالکی تھی۔ پالکی اوپر کو اٹھی اور اس کا ایک اور سفر شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی دف کی ہلکی ہلکی گونجدار تھاپ سنائی دینے لگی اور عورتیں گانے لگیں۔ اس گانے کے الفاظ تو وہ نہ سمجھ سکتی تھی، اس کی لے میں جادو کا اثر تھا۔ یہ اثر ایسا تھا جس نے اُمِ عمارہ کے خوف میں اضافہ کر دیا لیکن اس خوف میں ایسا تاثر بھی پیدا ہونے لگا جیسے اس پر نشہ یا خمار طاری ہو رہا ہو۔ رات کی خنکی خمار میں لذت سی پیدا کر رہی تھی۔ اُمِ عمارہ نے یہ چاہتے ہوئے کہ وہ پالکی سے کود جائے اور بھاگ اٹھے اور یہ لوگ اُسے جان

سے مار دیں، اس نے ایسی جرأت نہ کی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ ان انسانوں کے قبضے میں نہیں بلکہ کوئی اور ہی طاقت ہے جس نے اس پر قابو پا لیا ہے اور اب وہ اپنی مرضی سے کوئی حرکت نہیں کر سکے گی۔

وہ محسوس کرنے لگی کہ پالکی بردار سیڑھیاں چڑھ رہے ہیں۔ وہ چڑھتے گئے۔ کم و بیش تیس سیڑھیاں چڑھ کر وہ ہموار چلنے لگے اور چند قدم چل کر رک گئے۔ پالکی زمین پر رکھ دی گئی۔ اُمِّ عزارہ کی آنکھوں سے پٹی کھول کر کسی نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ تھوڑی دیر بعد ان ہاتھوں کی انگلیاں کھلنے لگیں اور لڑکی کو روشنیاں دکھائی دینے لگیں۔ آہستہ آہستہ ہاتھ اُس کی آنکھوں سے ہٹ گئے۔ وہ ایک ایسی عمارت میں کھڑی تھی جو ہزاروں سال پرانی نظر آتی تھی۔ گول ستون اوپر تک چلے گئے تھے۔ ایک وسیع ہال تھا جس پر فرش روشنیوں میں چمک رہا تھا۔ دیواروں کے ساتھ ڈنڈے سے لگے ہوئے تھے اور ڈنڈوں کے سروں پر مشعلوں کے شعلے تھے۔ اندر کی فضا میں ایسی خوشبو تھی جس کی مہک اس کے لیے نئی تھی۔ دف کی ہلکی ہلکی تھاپ اور عورتوں کا گیت اسے سنائی دے رہا تھا۔ یہ تھاپ اور یہ لے ہال میں ایسی گونج پیدا کر رہی تھی جس میں خواب کا تاثر تھا۔

اُس نے سامنے دیکھا۔ ایک چبوترہ تھا جس کی آٹھ دس سیڑھیاں تھیں۔ چبوترے پر پتھر کے بُت کا منہ اور سر تھا۔ اس کی ٹھوڑی کے نیچے تھوڑی سی گردن تھی۔ ٹھوڑی سے ماتھے تک یہ پتھر کا چہرہ قد آور انسان سے بھی ڈیڑھ دو فٹ اونچا تھا۔ منہ کھلا ہوا تھا جو اتنا چوڑا تھا کہ ایک آدمی ذرا سا جھک کر اس میں داخل ہو سکتا تھا۔ منہ میں سفید دانت بھی تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ چہرہ قہقہے لگا رہا ہو۔ اس کے دونوں کانوں سے ڈنڈے نکلے ہوئے تھے جن کے باہر والے سروں پر مشعلیں جل رہی تھیں۔ اچانک اس کی آنکھیں جو کم و بیش گز گز بھر چوڑی تھیں چمکنے لگیں۔ ان سے روشنی پھوٹنے لگی۔ عورتوں کے گیت کی لے بدل گئی۔ دف کی تھاپ میں جوش پیدا ہو گیا۔ پتھر کے منہ کے اندر روشنی ہو گئی۔ لمبے لمبے سفید چغے پہنے ہوئے دو آدمی جھک کر منہ سے باہر آئے۔ منہ کے آگے تین سیڑھیاں تھیں۔ ان آدمیوں کے رنگ سیاہ اور سروں پر پرندوں کے لمبے لمبے اور رنگا رنگ پر بندھے ہوئے تھے۔ منہ سے باہر آ کر ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔



معاً بعد پتھر کے منہ میں ایک اور آدمی نمودار ہوا۔ وہ بھی جھک کر باہر آیا۔ وہ ذرا بوڑھا لگتا تھا۔ اس کا چغہ سرخ رنگ کا تھا اور اس کے سر پر تاج تھا۔ ایک سانپ جو مصنوعی تھا اس کے دائیں کندھے پر کنڈلی مارے اور پھن پھیلائے بیٹھا تھا اور ایک بائیں کندھے پر۔ دونوں سانپوں کے رنگ سیاہ تھے۔ اُمِّ عزارہ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ سُن ہو کے کھڑی رہی۔ یہ آدمی جو اس قبیلے کا مذہبی پیشوا یا پروہت تھا، چبوترے کی سیڑھیاں اُتر آیا۔ وہ آہستہ آہستہ اُمِّ عزارہ تک آیا اور دونوں گھٹنے فرش پر رکھ کر اس نے لڑکی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوم لیے۔ اس نے لڑکی سے عربی زبان میں کہا: "تم وہ خوش نصیب لڑکی ہو جسے میرے دیوتا نے پسند کیا ہے۔ ہم تمہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔"

اُمِّ عزارہ بیدار ہو گئی۔ اس نے روتے ہوئے کہا: "میں کسی دیوتا کو نہیں مانتی۔ اگر تم دیوتاؤں کو مانتے ہو تو میں تمہیں انہی کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"یہاں جو بھی آتی ہے یہی کہتی ہے۔" پروہت نے کہا۔ "لیکن اُس پر اس مقدس جگہ کا راز کھلتا ہے تو کہتی ہے کہ میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی۔ میں جانتا ہوں تم مسلمانوں کے خلیفہ کی محبوبہ ہو مگر جس نے تمہیں پسند کیا ہے اس کے آگے دنیا کے خلیفے اور آسمانوں کے فرشتے سجدے کرتے ہیں۔ تم جنت میں آگئی ہو۔" اس نے چغے کے اندر سے ایک پھول نکالا اور اُمِّ عزارہ کی ناک کے ساتھ لگا دیا۔ اُمِّ عزارہ حرم کی شہزادی تھی۔ اس نے ایسے ایسے عطر سونگھے تھے جو اُس جیسی شہزادیوں کے سوا اور کوئی خواب میں بھی نہیں سونگھ سکتا تھا۔ مگر اس پھول کی بُو اس کے لیے انوکھی تھی۔ یہ بُو اس کی روح تک اُتر گئی۔ اس کی سوچوں کا رنگ ہی بدل گیا۔ اس کی نظروں کے زاویے بدل گئے۔ پروہت نے کہا: "یہ دیوتا کا تحفہ ہے۔" اور اس نے پھول اس کی ناک سے ہٹا لیا۔

اُمِّ عزارہ نے ہاتھ آہستہ آہستہ آگے کیا اور پروہت کا پھول والا ہاتھ پکڑ کر اپنی ناک کے قریب لے آئی۔ پھول سونگھ کر خمار آلود آواز میں بولی: "کتنا دلنشین تحفہ ہے۔ آپ یہ مجھے دیں گے نہیں؟"

"کیا تم نے تحفہ قبول کر لیا ہے؟" پروہت نے پوچھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ہاں!" اُمِ عزارہ نے جواب دیا ــــ "میں نے یہ تحفہ قبول کرلیا ہے" ــــ اس نے پھول کو ایک بار پھر سونگھا اور اس نے آنکھیں بند کرلیں جیسے اس کی مہک کو اپنے وجود میں جذب کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"دیوتا نے بھی تمہیں قبول کرلیا ہے؟" پروہت نے کہا اور پوچھا "تم اب تک کہاں تھیں؟"

لڑکی سوچ میں پڑ گئی جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ سر ہلا کر بولی ــ "میں یہیں تھی ــ نہیں ــ میں ایک اور جگہ تھی .... مجھے یاد نہیں کہ میں کہاں تھی"

"تمہیں یہاں کون لایا ہے؟"

"کوئی بھی نہیں" ــ اُمِ عزارہ نے جواب دیا ــــ "میں خود آئی ہوں"

"تم گھوڑے پر نہیں آئی تھیں؟"

"نہیں" ــ لڑکی نے جواب دیا ــــ "میں اُڑتی ہوئی آئی ہوں"

"کیا راستے میں صحرا اور پہاڑ اور جنگل اور ویرانے نہیں تھے؟"

"نہیں تو!" ــ لڑکی نے بچوں کی سی شوخی سے جواب دیا ــــ "ہر طرف سبزہ زار اور پھول تھے"

"تمہاری آنکھوں پر کسی نے پٹی نہیں باندھی تھی؟"

"پٹی؟ .... نہیں تو" ــ لڑکی نے جواب دیا ــــ "میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور میں نے رنگ برنگے پرندے دیکھے تھے۔ پیارے پیارے پرندے"

پروہت نے اپنی زبان میں بلند آواز سے کچھ کہا۔ اُمِ عزارہ کے عقب سے چار لڑکیاں آئیں۔ انہوں نے اس کے کپڑے اتار دیئے۔ وہ مادر زاد ننگی ہوگئی۔ اُس نے مسکرا کر پوچھا ــــ "دیوتا مجھے اس حالت میں پسند کریں گے؟" پروہت نے کہا ــــ "نہیں تمہیں دیوتا کے پسند کے کپڑے پہنائے جائیں گے" ــــ لڑکیوں نے اس کے کندھوں پر چادر سی ڈال دی جو اتنی چوڑی تھی کہ کندھوں سے پاؤں تک اس کا جسم مستور ہوگیا۔ اس چادر کے کناروں پر رنگدار ریشوں کے ٹکڑے تھے۔ چادر آگے کرکے ان ٹکڑوں کو گانٹھیں دے دی گئیں اور چادر نہایت موزوں چغہ بن گئی۔ اُمِ عزارہ کے بال ریشم جیسے ملائم اور سیاہی مائل بھورے تھے۔ ایک لڑکی نے اس کے بالوں میں کنگھی کرکے اس کے شانوں پر پھیلا دیئے۔ اس کا حسن اور زیادہ بڑھ گیا۔

پروہت نے اسے مسکرا کر دیکھا اور گھوم کر پتھر کے مہیب چہرے کی طرف چل پڑا۔



دو لڑکیوں نے اُمِ عزارہ کے ہاتھ تھام لیے اور پروہت کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔ اُمِ عزارہ شہزادیوں کی طرح چل پڑی۔ اس نے ادھر اُدھر نہیں دیکھا کہ ماحول کیسا ہے۔ اس کی چال میں اور ہی شان تھی۔ عورتوں کا راگ اسے پہلے سے زیادہ نشاطی اور پُرسوز معلوم ہونے لگا۔ وہ پروہت کے پیچھے، دو لڑکیوں کے ہاتھوں پر رکھے چبوترے کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ پروہت پتھر کے پہاڑ جیسے چہرے کے منہ میں داخل ہوگیا۔ اُمِ عزارہ بھی تین سیڑھیاں چڑھ کر پتھر کے منہ میں جھک کر داخل ہوگئی۔ دونوں لڑکیاں وہیں ٹھہری رہیں۔ اُمِ عزارہ کا ہاتھ پروہت نے تھام لیا۔ منہ کی چھت اتنی اونچی تھی کہ وہ سیدھے چل رہے تھے۔ حلق میں پہنچے تو آگے سیڑھیاں تھیں۔ وہ سیڑھیاں اُتر گئے۔ یہ ایک تہہ خانہ تھا جہاں قندیلیں روشن تھیں۔ اس کمرے میں بھی مہک تھی۔ یہ کمرہ کشادہ نہیں تھا۔ چھت اونچی نہیں تھی۔ اس کی دیواریں اور چھت درختوں کے پتوں اور پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ فرش پر ملائم گھاس اور گھاس پر پھول بچھے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں خوشنما صراحی اور پیالے رکھے تھے۔ پروہت نے صراحی سے دو پیالے بھرے۔ ایک اُمِ عزارہ کو دیا۔ دونوں نے پیالے ہونٹوں سے لگائے اور خالی کردیئے۔

"دیوتا کب آئے گا؟" اُمِ عزارہ نے پوچھا۔

"تم نے ابھی اسے پہچانا نہیں؟" پروہت نے کہا ــــ "تمہارے سامنے کون کھڑا ہے؟"

اُمِ عزارہ اس کے پاؤں میں بیٹھ گئی اور بولی ــــ "ہاں! میں نے پہچان لیا ہے۔ تم وہ نہیں ہو جسے میں نے اوپر دیکھا تھا۔ تم نے مجھے قبول کرلیا ہے؟"

"ہاں!" پروہت نے کہا "آج سے تم میری دلہن ہو"

☆

میں آپ کو اور کچھ نہیں بتا سکتا۔ میرے باپ نے مجھے بتایا تھا کہ پروہت لڑکی کو پھول سونگھاتا ہے جس کی خوشبو سے لڑکی کے ذہن سے نکل جاتا ہے کہ وہ کیا تھی۔ کہاں سے آئی ہے اور کس طرح لائی گئی ہے۔ وہ پروہت کی لونڈی بن جاتی ہے اور اسے دنیا کی گندی چیزیں بھی خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ پروہت تین راتیں اسے اپنے ساتھ تہہ خانے میں رکھتا ہے"

یہ انکشاف ان پانچ سوڈانی حبشیوں میں سے ایک علی بن سفیان کے سامنے

کر رہا تھا جنہیں اس نے خلیفہ کے محافظ دستے میں سے نکالا تھا۔ یہ پانچوں اسی قبیلے میں سے تھے جس قبیلے کے وہ چاروں تھے جنہوں نے اُم عمارہ کو اغوا کیا تھا۔ اپنے ساتھ لے جا کر علی بن سفیان نے ان پانچوں سے کہا تھا کہ چونکہ وہ اسی قبیلے کے ہیں جو تیسرے سال کے آخر میں جشن مناتا ہے اور وہ چھٹی پر جا رہے تھے، اس لیے انہیں معلوم ہوگا کہ لڑکی کس طرح اغوا ہوتی ہے۔ ان پانچوں نے کہا کہ انہیں اغوا کا علم ہی نہیں۔ علی بن سفیان نے انہیں یہ لالچ بھی دیا کہ وہ سچ بتا دیں گے تو انہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ پھر بھی وہ لاعلمی کا اظہار کرتے رہے۔ یہ قبیلہ وحشیانہ مزاج اور خونخواری کی وجہ سے مشہور تھا۔ انہیں سزا کا ذرہ بھر ڈر نہ تھا۔ پانچوں بہت دلیری سے انکار کر رہے تھے۔ آخر علی بن سفیان کو وہ طریقے آزمانے پڑے جو پتھر کو بھی پگھلا دیتے ہیں۔

پانچوں کو الگ الگ کر کے علی بن سفیان انہیں اس جگہ لے گیا جہاں چیخیں اور آہ و بکا کوئی نہیں سنتا تھا۔ مسلسل اذیت اور تشدد سے کوئی ملزم مر جائے تو کسی کو پروا نہیں ہوتی تھی۔ یہ پانچوں سوڈانی بڑے ہی سخت جان معلوم ہوتے تھے۔ وہ رات بھر اذیت سہتے رہے۔ علی بن سفیان رات بھر جاگتا رہا۔ آخر انہیں اس امتحان میں ڈالا گیا جو آخری حربہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ تھا چکر تشکنجہ۔ رہٹ کی طرح چوڑے اور بہت بڑے پہیے پر ملزم کو اُلٹا لٹا کر ہاتھ رسیوں سے چکر کے ساتھ باندھ دیے جاتے اور پاؤں ٹخنوں سے رسیاں ڈال کر فرش میں گاڑے ہوئے کیلوں سے کس دیئے جاتے تھے۔ پہیے کو ذرا سا آگے چلایا جاتا تو ملزم کے بازو کندھوں سے اور ٹانگیں کولہوں سے الگ ہونے لگتی تھیں۔ بعض اوقات ملزم کو کھینچ کر پہیے کو ایک جگہ روک لیا جاتا تھا۔ اذیت کا یہ طریقہ ملزموں کو بیہوش کر دیتا تھا۔

سحر کے وقت ایک ادھیڑ عمر حبشی نے علی بن سفیان سے کہا "میں سب کچھ جانتا ہوں لیکن دیوتا کے ڈر سے نہیں بتاتا۔ دیوتا مجھے بہت بُری موت ماریں گے۔"

"کیا اس سے بڑھ کر کوئی بُری موت ہو سکتی ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں؟" علی بن سفیان نے کہا "اگر تمہارے دیوتا سچے ہوتے تو وہ تمہیں اس شکنجے سے نکال نہ لیتے؟ تم اگر مرنے سے ڈرتے ہو تو موت یہاں بھی موجود



ہے۔ تم بات کرو۔ میرے ہاتھ میں ایک ایسا دیوتا ہے جو تمہیں تمہارے دیوتا سے بچا لے گا۔"

یہ سوڈانی حبشی کئی بار بے ہوش ہو چکا تھا۔ اسے دیوتا تو نہیں موت یاد آ رہی تھی۔ علی بن سفیان نے اس کی زبان کھول لی۔ اسے شکنجے سے اتروا کر کھانا پلایا اور آرام سے لٹا دیا۔ اس نے اعتراف کیا کہ اُم عمارہ کو اُن کے قبیلے کے چار آدمیوں نے اغوا کیا تھا۔ وہ چاروں چھٹی پر چلے گئے تھے۔ انہوں نے اغوا کی رات اور وقت بتا دیا تھا۔ یہ پانچ حبشی جو علی بن سفیان کے قبضے میں تھے، اُس رات پہرے پر تھے۔ اغوا کرنے والوں میں سے دو کو اندر آنا تھا۔ انہیں بڑے دروازے سے داخل کرنے کا انتظام انہوں نے کیا تھا اور انہیں اغوا میں ذرا بھی دشواری پیش نہ آئی تھی۔ اس حبشی نے بتایا کہ اس لڑکی کو دیوتا کی زبان گود پر قربان کیا جائے گا۔ ہر تین سال بعد ان کا قبیلہ چار روزہ جشن مناتا ہے لیکن لڑکی اپنے قبیلے کی نہیں ہوتی۔ شرط یہ ہے کہ لڑکی غیر ملکی ہو، سفید رنگ کی ہو اور اچھے گھرانے کی ہو اور اتنی خوبصورت ہو کہ لوگ دیکھ کر ٹھٹک جائیں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر تین سال بعد تمہارا قبیلہ باہر سے ایک خوبصورت لڑکی اغوا کر کے لاتا ہے۔" علی بن سفیان نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ غلط ہے۔" سوڈانی حبشی نے جواب دیا۔ "تین سال بعد یہ میلہ لگتا ہے۔ لڑکی کی قربانی پانچ میلوں کے بعد یعنی ہر پندرہ سال بعد دی جاتی ہے۔ مشہور یہی ہے کہ ہر تین سال بعد لڑکی قربان کی جاتی ہے۔"

اس نے اپنے باپ کے حوالے سے وہ جگہ بتائی جہاں قربانی دی جاتی تھی۔ پروہت کو وہ دیوتا کا بیٹا کہتا تھا۔ جہاں میلہ لگتا تھا، اس سے ڈیڑھ ایک میل جتنی دُور ایک پہاڑی علاقہ تھا جہاں جنگل بھی تھا۔ یہ علاقہ زیادہ وسیع اور عریض نہیں تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہاں دیوتا رہتے ہیں اور ان کی خدمت کے لیے جن اور پریاں بھی رہتی ہیں۔ لوگ اس لیے یہ باتیں مانتے تھے کہ ہر طرف صحرا اور اس میں جزیرے کی طرح کچھ علاقہ پہاڑی اور سرسبز تھا جو قدرت کا ایک عجوبہ تھا۔ یہ دیوتاؤں کا مسکن ہی ہو سکتا تھا۔ اس علاقے میں فرعونوں کے زمانوں کے کھنڈر تھے۔ وہاں ایک جھیل بھی تھی جس میں چھوٹے مگرمچھ رہتے تھے۔

قبیلے کا کوئی آدمی سنگین جرم کرے تو اسے پروہت کے حوالے کر دیا جاتا

تھا۔ پروہت اسے زندہ جھیل میں پھینک دیتا جہاں مگرمچھ اسے کھا جاتے تھے۔ پروہت انہی کھنڈروں میں رہتا تھا۔ وہاں ایک بہت بڑا پتھر کا سردار منہ تھا جس پر وہ بت انہی کھنڈروں میں رہتا تھا۔ ہر پندرھویں سال کے آخری دنوں میں باہر سے ایک لڑکی اغوا کرکے لائی جاتی جو پروہت کے حوالے کردی جاتی تھی۔ پروہت لڑکی کو ایک پھول سونگھاتا تھا جس کی خوشبو سے لڑکی کے ذہن سے نکل جاتا تھا کہ وہ کیا تھی، کہاں سے آئی تھی اور اسے کون لایا تھا۔ اس پھول میں کوئی نشہ آور چیز ڈالی جاتی تھی، جس کے اثر سے وہ پروہت کو دیوتا اور اپنا خاوند سمجھ لیتی تھی۔ اسے وہاں کی گندی چیزیں بھی خوبصورت دکھائی دیتی تھیں۔

لڑکی کی قربانی انہی کھنڈرات میں دی جاتی تھی۔ لڑکی کو پروہت تہہ خانے میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس جگہ چار مرد اور چار خوبصورت لڑکیاں رہتی تھیں۔ ان کے سوا اور کسی کو پہاڑوں کے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لڑکی کو جب قربان گاہ پر لے جایا جاتا تو اسے احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ وہ فخر اور خوشی سے مرتی تھی۔ اس کا دھڑ مگرمچھوں کی جھیل میں پھینک دیا جاتا اور بال کاٹ کر قبیلے کے ہر گھر میں تقسیم کردیئے جاتے تھے۔ ان بالوں کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کا سر خشک ہونے کے لیے رکھ دیا جاتا تھا۔ جب گوشت ختم ہوکر صرف کھوپڑی رہ جاتی تو اُسے ایک غار میں رکھ دیا جاتا تھا۔ لڑکی کسی کو دکھائی نہیں جاتی تھی۔

"پندرہ سال پورے ہو رہے ہیں۔ اب کے لڑکی کی قربانی دی جائے گی"۔۔۔ حبشی نے کہا۔۔۔ "ہم نو آدمی مصر کی فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ ہمیں چونکہ نڈر اور وحشی سمجھا جاتا ہے اس لیے ہمیں خلیفہ کے محافظ دستے کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ دو مہینے گزرے ہم نے اس لڑکی کو دیکھا۔ ایسی خوبصورت لڑکی ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہم سب نے فیصلہ کرلیا کہ اس لڑکی کو اٹھالے جائیں گے اور قربانی کے لیے پیش کریں گے۔ ہمارے ایک ساتھی نے جو کل مارا گیا ہے، اپنے گاؤں جاکر قبیلے کے بزرگ کو بتا دیا تھا کہ اس بار قربانی کے لیے ہم لڑکی لائیں گے۔ ہم نے لڑکی کو اغوا کرلیا"۔

☆

یہ قصہ صلاح الدین ایوبی کو سنایا گیا تو وہ گہری سوچ میں کھو گیا۔ علی بن



نعمان اس کے حکم کا منتظر تھا۔ سلطان ایوبی نے نقشہ دیکھا اور کہا۔۔۔ "اگر جگہ یہ ہے تو یہ ہماری عملداری سے باہر ہے۔ تم نے شہر کے پرانے لوگوں سے جو معلومات حاصل کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرعون تو میدان سے بھاگ گئے ہیں لیکن فرعونیت ابھی باقی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم تو وہاں نہ پہنچ سکیں تو قریبی پڑوس سے تو کفر اور شرک کا خاتمہ کریں۔ آج تک معلوم نہیں کتنے والدین کی معصوم بیٹیاں قربان کی جاچکی ہیں اور اس میلے میں کتنی بیٹیاں گمشدہ ہوکر فروخت ہوجاتی ہیں۔ ہمیں دیوتاؤں کا تصور ختم کرنا ہے۔ لوگوں کو دیوتاؤں کا تصور دے کر نام نہاد مذہبی پیشوا لڑکیاں اغوا کروا کے بدکاری اور عیاشی کرتے ہیں"۔

"میرے مخبروں کی اطلاعوں نے یہ بھی وہ انکشاف کیا ہے کہ ہماری فوج کے کئی کمانڈر اور مصر کے پیسے والے لوگ اس میلے میں جاتے اور لڑکیاں خریدتے یا چند دنوں کے لیے کرائے پر لاتے ہیں"۔۔۔ علی بن سفیان نے کہا۔۔۔ "کردار کی تباہی کے علاوہ یہ خطرہ بھی ہے کہ سوڈانیوں کی بڑی فوج کے عسکری اس میلے میں زیادہ تعداد میں جاتے ہیں۔ ہماری فوج اور ہمارے دوسرے لوگوں کا سوڈانی سپاہیوں کے ساتھ ملنا جلنا اور جشن منانا ٹھیک نہیں۔ یہ مشترکہ تفریح ملک کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے"۔۔۔ علی بن سفیان نے ذرا جھک کر کہا۔۔۔ "اور لڑکی کو قربان ہونے سے پہلے بچانا اور خلیفہ کے حوالے کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسے معلوم ہوجائے کہ اس نے آپ پر اغوا کا جو الزام عائد کیا ہے وہ کتنا بے بنیاد اور جھوٹ ہے"۔

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں علی!"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "میری توجہ اپنی ذات پر نہیں۔ مجھے کوئی کتنا ہی حقیر کہے میں اسلام کی عظمت کے فروغ اور تحفظ کو نہیں بھول سکتا۔ میری ذات کچھ بھی نہیں اور تم بھی یاد رکھو علی! اپنی ذات سے توجہ ہٹا کر سلطنت کے استحکام اور فلاح و بہبود پر مرکوز کردو۔ اسلام کی عظمت کا امین خلیفہ ہوا کرتا تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خلیفہ اپنی ذات میں گم ہونے لگے اور اپنے نفس کا شکار ہوگئے۔ اب ہماری خلافت اسلام کی بہت بڑی کمزوری بن گئی ہے۔ صلیبی ہماری اس کمزوری کو استعمال کر رہے ہیں۔ اگر تم کامیابی سے اپنے فرائض نبھانا چاہتے ہو تو اپنی ذات اور اپنے نفس سے دست بردار ہوجاؤ۔۔۔۔ خلیفہ نے مجھ پر جو الزام عائد کیا ہے، اسے میں نے بڑی مشکل سے برداشت کیا ہے۔ میں اونچے درجے کا جواب دے سکتا تھا مگر میرا درجہ بھی اونچا ہوتا۔ پھر میں ذاتی سیاست بازی میں

اُلجھ جاتا۔ مجھے خطرہ یہی نظر آرہا ہے کہ فتحِ اسلام یہ کسی وقت میں جاکر اپنے ہی حکمرانوں کی ذاتی سیاست بازیوں، خود پسندی، نفس پرستی اور اقتدار کی ہوس کی نذر ہو جائے گی۔"

"گستاخی کی معافی چاہتا ہوں محترم امیر!" — علی بن سفیان نے کہا۔ "اگر آپ اس لڑکی کو قربان ہونے سے بچانا چاہتے ہیں تو حکم صادر فرمایئے۔ وقت بہت تھوڑا ہے۔ برسوں سے میلہ شروع ہو رہا ہے۔"

"فوج میں یہ حکم فوراً پہنچا دو کہ اس میلے میں کسی فوجی کو شریک ہونے کی اجازت نہیں۔" — سلطان ایوبی نے نائب سالار کو بلا کر کہا۔ "خلاف ورزی کرنے والے کو اس کے عہدے اور رتبے سے قطع نظر پچاس کوڑے سرِعام لگائے جائیں گے۔"

اس حکم کے بعد سکیم بننے لگی۔ متعلقہ حکام کو سلطان ایوبی نے بلا لیا تھا۔ اس نے سب سے کہا تھا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس طلسم کو توڑنا ہے۔ یہ جگہ فرعونیت کی آخری نشانی معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔ پہلے فوج کشی زیرِ بحث آئی جو اس وجہ سے خارج از بحث کر دی گئی کہ اسے اس قبیلے کے لوگ اپنے اوپر باقاعدہ حملہ سمجھیں گے۔ لڑائی ہوگی جس میں میلہ دیکھنے والے بے گناہ لوگ بھی مارے جائیں گے اور عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا خطرہ بھی ہے۔ یہ حل بھی پیش کیا گیا کہ اس سوڈانی حبشی کو رہنما کے طور پر ساتھ رکھا جائے اور اس جگہ چھاپہ مار بھیجے جائیں جہاں لڑکی کو قربان کیا جائے گا۔ سلطان ایوبی نے حبشی کو ساتھ لے جانا پسند نہیں کیا کیونکہ دھوکے کا خطرہ تھا۔ اس وقت تک سلطان ایوبی کے حکم کے مطابق چھاپہ ماروں اور شبخون مارنے والوں کا ایک دستہ تیار کیا جا چکا تھا۔ اسے مسلسل جنگی مشقوں سے تجربہ کار بنا دیا گیا تھا کہ وہ جانبازوں کا دستہ تھا جنہیں جذبے کے لحاظ سے اس قدر پختہ بنا دیا گیا تھا کہ وہ اس پر فخر محسوس کرنے لگے کہ انہیں جس مہم پر بھیجا جائے گا اس سے وہ زندہ واپس نہیں آئیں گے۔

نائب سالار الناصر اور علی بن سفیان کے مشوروں سے یہ طے ہوا کہ صرف بارہ چھاپہ مار اس پہاڑی جگہ کے اندر جائیں گے جہاں پر وہ رہتا ہے اور لڑکی قربان کی جاتی ہے۔ حبشی کی دی ہوئی معلومات کے مطابق اس رات میلے میں زیادہ رونق ہوتی ہے، کیونکہ وہ میلے کی آخری رات ہوتی ہے۔ قبیلے کے لوگوں کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں ہوتا کہ لڑکی قربان کی جا رہی ہے جسے معلوم ہوتا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ قربان گاہ کہاں ہے۔ ان معلومات کی روشنی میں یہ طے کیا گیا کہ پانچ سو



سپاہی میلہ دیکھنے والوں کے بھیس میں تلواروں وغیرہ سے مسلح ہو کر اس رات میلے میں موجود ہوں گے۔ ان میں سے دو سو کے پاس تیر کمان ہوں گے۔ اُس زمانے میں ان ہتھیاروں پر پابندی نہیں تھی۔ چھاپہ ماروں کے ذہنوں میں راستے کی صورت میں وہ جگہ نقش کر دی جائے گی۔ وہ براہِ راست حملہ نہیں کریں گے۔ چھاپہ ماروں کی طرح پہاڑی علاقے میں داخل ہوں گے۔ پہرہ داروں کو خاموشی سے ختم کریں گے اور اصل جگہ پہنچ کر اس وقت حملہ کریں گے جب لڑکی قربان گاہ میں لائی جائے گی۔ اس سے قبل حملے کا یہ نقصان ہو سکتا ہے کہ لڑکی کو تہہ خانے میں ہی غائب یا ختم کر دیا جائے گا۔

یہ معلوم ہو گیا تھا کہ قربانی آدھی رات کے وقت پورے چاند میں دی جاتی ہے۔ پانچ سو سپاہیوں کو اس وقت سے پہلے قربان گاہ والی پہاڑیوں کے اردگرد پہنچنا تھا۔ چھاپہ ماروں کے لیے گھیرے میں آجانے یا مہم ناکام ہونے کی صورت میں یہ ہدایت دی گئی کہ وہ فلیتے والا ایک آتشیں تیر اوپر کو چلائیں گے۔ اس تیر کا شعلہ دیکھ کر یہ پانچ سو نفری حملہ کر دے گی۔

اسی وقت بارہ جانباز منتخب کر لیے گئے اور اس فوج میں سے جو دو سال پہلے نورالدین زنگی نے سلطان ایوبی کی مدد کے لیے بھیجی تھی، پانچ سو زبین اور بے خوف سپاہی، عہدیدار اور کمانڈر منتخب کر لیے گئے۔ یہ لوگ عرب سے آئے تھے، مصر اور سوڈان کی سیاست بازیوں اور عقائد کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔ وہ صرف اسلام سے آگاہ تھے اور یہی ان کا عقیدہ تھا۔ وہ ہر اس عقیدے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ جسے وہ غیر اسلامی سمجھتے تھے۔ انہیں بتایا گیا کہ وہ ایک باطل عقیدے کے خلاف لڑنے جا رہے ہیں اور ہو سکتا ہے انہیں اپنے سے زیادہ نفری سے مقابلہ کرنا پڑے اور لڑائی خونریز ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کے سامنے کوئی ٹھہر ہی نہ سکے اور بغیر لڑائی کے مہم سر ہو جائے۔ انہیں سکیم سمجھا دی گئی اور ان کے ذہنوں میں پہاڑی علاقے کا اور ان پہاڑیوں کی بلندی، جو زیادہ نہیں تھی اور ان میں گھری ہوئی قربان گاہ کا تصور بٹھا دیا گیا۔ بارہ جانبازوں کو بھی ان کے ہدف کا تصور دیا گیا۔ انہیں ٹریننگ بڑی سختی سے دی گئی تھی۔ پہاڑیوں پر چڑھنا اور ریگستانوں میں دوڑنا، بھوک اور پیاس اونٹ کی طرح برداشت کرنا اُن کے لیے مشکل نہیں تھا۔

قربانی کی رات کو چھ روز باقی تھے۔ تین دن اور تین راتیں چھاپہ ماروں اور پانچ سو سپاہیوں کو مشق کرائی گئی۔ چوتھے روز چھاپہ ماروں کو اونٹوں پر روانہ کر دیا گیا۔ اونٹوں کی میانہ چال سے ایک دن اور آدھی رات کا سفر تھا۔ شتربانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ چھاپہ ماروں کو پہاڑی علاقے سے دُور جہاں وہ کہیں اتار کر واپس آ جائیں۔ پانچ سو کے دستے کو تماشائیوں کے بھیس میں دو دو چار چار کی ٹولیوں میں گھوڑوں اور اونٹوں پر روانہ کیا گیا۔ انہیں جانور اپنے ساتھ رکھنے تھے۔ ان کے ساتھ ۱۔ کے کمانڈر بھی اس بھیس میں چلے گئے۔

☆

میلے کی آخری رات تھی۔

پورا چاند اُبھرتا آ رہا تھا۔ صحرا کی فضا شیشے کی طرح شفاف تھی۔ میلے میں انسانوں کے ہجوم کا کوئی شمار نہ تھا۔ کہیں نیم برہنہ لڑکیاں رقص کر رہی تھیں اور کہیں گانے والیوں نے جمع لگا رکھا تھا۔ سب سے زیادہ بھیڑ اس چبوترے کے اردگرد تھی، جہاں لڑکیاں نیلام ہو رہی تھیں۔ ایک لڑکی کو چبوترے پر لایا جاتا۔ گاہک اسے ہر طرف سے دیکھتے۔ اس کا منہ کھول کر دانت دیکھتے بالوں کو الٹا پلٹا کر کے دیکھتے۔ جسم کی سختی اور نرمی محسوس کرتے اور بولی شروع ہو جاتی۔ وہاں جُوا بھی تھا، شراب بھی تھی۔ اگر وہاں نہیں تھا تو قانون نہیں تھا۔ پوری آزادی تھی۔ دُور دُور سے آئے ہوئے لوگوں کے خیمے میلے کے اردگرد نصب تھے۔ تماشائی مذہب اور اخلاق کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان سے تھوڑی ہی دُور جو پہاڑیاں ہیں ان میں ایک خوبصورت لڑکی کو ذبح کرنے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے اور وہاں ایک انسان دیوتا بنایا جا رہا ہے۔ وہ آتا ہی جانتے تھے کہ ان پہاڑیوں میں گھرا ہوا علاقہ دیوتاؤں کا پایۂ تخت ہے۔ جہاں جن اور بھوت پہرہ دیتے ہیں اور کوئی انسان وہاں جانے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔

انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ان کے درمیان اللہ کے پانچ سو سپاہی گھوم پھر رہے ہیں اور یہ انسان دیوتاؤں کے پایۂ تخت کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں... صلاح الدین ایوبی کے ان چھاپہ ماروں کو بتایا گیا تھا کہ پہاڑیوں کے اندرونی علاقے میں داخل ہونے کا راستہ کہاں ہے لیکن وہاں سے وہ داخل نہیں ہو سکتے تھے کیوں کہ وہاں پہرے کا خطرہ تھا۔ انہیں بہت دشوار راستے سے اندر جانا تھا۔ انہیں بتایا گیا



تھا کہ پہاڑیوں کے اردگرد کوئی انسان نہیں ہوگا مگر وہاں انسان موجود تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ اس حبشی نے علی بن سفیان کو غلط بتایا تھا کہ اس علاقے کے اردگرد کوئی پہرہ نہیں ہوتا۔ پہاڑیوں کا یہ خطہ ایک میل بھی لمبا نہیں تھا اور اسی قصبہ چڑھا تھا۔ وہ چونکہ تربیت یافتہ چھاپہ مار تھے اس لیے وہ بکھر کر اور احتیاط سے آگے گئے تھے۔ ایک چھاپہ مار کو اتفاق سے ایک درخت کے قریب ایک متحرک سایہ نظر آیا۔ چھاپہ مار چھپتا اور رینگتا اس کے عقب میں چلا گیا۔ قریب جا کر اس پر جھپٹ پڑا۔ اس کی گردن بازو کے شکنجے میں لے کر خنجر کی نوک اس کے دل پر رکھ دی۔ گردن ذرا سی چھوڑ کر اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو اور یہاں کس قسم کا پہرہ ہے؟

وہ حبشی تھا۔ چھاپہ مار عربی بول رہا تھا جو حبشی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اتنے میں ایک اور چھاپہ مار آ گیا۔ اس نے بھی خنجر حبشی کے سینے پر رکھ دیا۔ انہوں نے اشاروں سے پوچھا تو حبشی نے اشاروں میں جواب دیا جس سے شک ہوتا تھا کہ یہاں پہرہ نہیں ہے اس حبشی کی شہ رگ کاٹ دی گئی اور چھاپہ مار اور زیادہ محتاط ہو کر آگے بڑھے۔ یکلخت جنگل آ گیا۔ آگے پہاڑی تھی۔ چاند اوپر اٹھتا آ رہا تھا لیکن درختوں اور پہاڑیوں نے اندھیرا کر رکھا تھا۔ وہ پہاڑی پر ایک دوسرے سے ذرا دُور اوپر چڑھتے گئے۔

اندر کے علاقے میں جہاں لڑکی کو پروہت کے حوالے کیا گیا تھا کوئی اور ہی سرگرمی تھی۔ پتھر کے چہرے کے سامنے چبوترے پر ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ اس پر چوڑے پھل والی تلوار رکھی تھی۔ اس کے قریب ایک چوڑا برتن رکھا تھا۔ قالین پر پھول بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے قریب آگ جل رہی تھی۔ چبوترے کے چاروں کناروں پر دیئے جلا کر چراغاں کیا گیا تھا۔ وہاں چار لڑکیاں گھوم پھر رہی تھیں۔ ان کا لباس دو دو چوڑے پتے تھے اور باقی جسم برہنہ۔ یہ حبشی تھے جنہوں نے کندھوں سے ٹخنوں تک سفید چادریں لپیٹ رکھی تھیں۔ اُم عمارہ نے پروہت کے ساتھ تھی۔ پروہت اس کے بالوں سے کھیل رہا تھا اور وہ قہقہے لگا رہی تھی — "میں انگوک کی ماں ہوں۔ تم انگوک کے باپ ہو۔ میرے بیٹے مصر اور سوڈان کے بادشاہ بنیں گے۔ میرا خون انہیں پلا دو۔ میرے لمبے لمبے سنہری بال ان کے گلوں میں رکھ دو۔ تم مجھ سے دور کیوں ہٹ گئے ہو۔ میرے قریب آؤ" — پروہت اس کے جسم پر تیل کی طرح کوئی چیز ملنے لگا۔

انگوک غالباً اس قبیلے کا نام تھا۔ ایک عربی لڑکی کو فتنے کے خمار نے اس قبیلے کی ماں اور پروہت کی بیوی بنا دیا تھا۔ وہ قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ پروہت آخری رسوم پوری کر رہا تھا۔

بارہ چھاپہ مار رات کے کیڑوں کی طرح رینگتے ہوئے پہاڑیوں پر چڑھتے، اترتے اور ٹھوکریں کھاتے آ رہے تھے۔ بہت ہی دشوار گزار علاقہ تھا۔ بیشتر جھاڑیاں خاردار تھیں۔ چاند سر پر آ گیا تھا۔ انہیں درختوں میں سے روشنی کی کرنیں دکھائی دینے لگیں۔ ان کرنوں میں انہیں ایک حبشی کٹا نظر آیا جس کے ایک ہاتھ میں برچھی اور دوسرے میں لمبوتری ڈھال تھی۔ وہ بھی دیوتاؤں کے پایۂ تخت کا پہرہ دار تھا۔ اسے خاموشی سے مارنا ضروری تھا۔ وہ ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں اس پر عقب سے حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آمنے سامنے کا مقابلہ موزوں نہیں تھا۔ ایک چھاپہ مار جھاڑیوں میں لیٹ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے نے اس کے سامنے ایک پتھر پھینکا جس نے گر کر اور لڑھک کر آواز پیدا کی۔ حبشی بھڑکا اور اس طرف آیا۔ وہ جوں ہی جھاڑی میں چھپے ہوئے چھاپہ مار کے سامنے آیا اس کی گردن ایک بازو کے شکنجے میں آ گئی اور ایک خنجر اس کے دل میں اتر گیا۔ چھاپہ مار کچھ دیر وہاں رکے اور احتیاط سے آگے چل پڑے۔

اُم عزارہ قربانی کے لیے تیار ہو چکی تھی۔ پروہت نے آخری بار اسے اپنے سینے سے لگایا اور اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیوں کی طرف چل پڑا۔ باہر کے چار حبشی مردوں اور لڑکیوں کو پتھر کے سر اور چیتے کے منہ میں روشنی نظر آئی تو وہ منہ کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ پروہت نے اپنی زبان میں ایک اعلان کیا اور منہ سے اتر آیا۔ اُم عزارہ اس کے ساتھ تھی۔ اسے وہ قالین پر لے گیا۔ مرد اور لڑکیاں ان کے ارد گرد کھڑی ہو گئیں۔ اُم عزارہ نے عربی زبان میں کہا ــــ میں انگوک کے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے اپنی گردن کٹوا رہی ہوں۔ میں ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر رہی ہوں۔ میری گردن کاٹ دو۔ میرا سر انگوک کے دیوتا کے قدموں میں رکھ دو۔ دیوتا اس سر پر مصر اور سوڈان کا تاج رکھیں گے ــــ چاروں آدمی اور لڑکیاں ایک بار پھر سجدے میں گر گئیں۔ پروہت نے اُم عزارہ کو قالین پر دو زانو بٹھا کر اس کا سر آگے جھکا دیا اور وہ تلوار اٹھائی جس کا پھل پورے ہاتھ جتنا چوڑا تھا۔

ایک چھاپہ مار جو سب سے آگے تھا، رک گیا۔ اس نے سرگوشی کر کے پیچھے آنے



والے کو روک لیا۔ پہاڑی کی بلندی سے انہیں چبوترہ اور چھت کا سرا نظر آیا... چبوترے پر ایک لڑکی دو زانو بیٹھی تھی۔ جس کا سر جھکا ہوا تھا۔ شفاف چاندنی، چراغاں اور بڑی مشعلوں نے سورج کی روشنی کا سماں بنا رکھا تھا۔ لڑکی کے پاس کھڑے آدمی کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ دو زانو بیٹھی ہوئی لڑکی برہنہ تھی۔ اس کے جسم کا رنگ بتا رہا تھا کہ حبشی قبیلے کی لڑکی نہیں۔ چھاپہ مار رُکے۔ تھکے اور بلندی پر بھی تھے۔ وہاں سے تیر خطا جانے کا خطرہ تھا، مگر وہ جس پہاڑی پر تھے اس کے آگے ڈھلان نہیں تھی بلکہ سیدھی دیوار تھی جس سے اترنا ناممکن تھا۔ وہ جان گئے کہ لڑکی قربان کی جا رہی ہے اور اسے بچانے کے لیے وقت اتنا تھوڑا ہے کہ وہ اڑ کر نہ پہنچے تو اسے بچا نہیں سکیں گے۔ انہوں نے چوٹی سے نیچے دیکھا۔ چاندنی میں انہیں ایک جھیل نظر آئی۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ وہاں ایک جھیل ہے جس میں مگرمچھ رہتے ہیں۔

دائیں طرف ڈھلان تھی لیکن وہ بھی تقریباً دیوار کی طرح تھی۔ وہاں جھاڑیاں اور درخت تھے۔ انہیں پکڑ پکڑ کر اور ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر وہ ڈھلان اترنے لگے۔ ان میں سے آخری جانباز نے اتفاق سے سامنے دیکھا۔ چاندنی میں سامنے کی چوٹی پر اسے ایک حبشی کٹا نظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈھال تھی اور دوسرے ہاتھ میں برچھی جو اس نے تیر کی طرح پھینکنے کے لیے تان رکھی تھی۔ چھاپہ ماروں پر چاندنی نہیں پڑ رہی تھی۔ حبشی ابھی شک میں تھا۔ آخری چھاپہ مار نے کمان میں تیر ڈالا۔ رات کی خاموشی میں کمان کی آواز سنائی دی۔ تیر حبشی کی شہ رگ میں لگا اور وہ لڑھکتا ہوا نیچے آ رہا۔ چھاپہ مار ڈھلان اترتے گئے۔ گرنے کا خطرہ ہر قدم پر تھا۔

☆

پروہت نے تلوار کی دھار اُم عزارہ کی گردن پر رکھی اور اوپر اٹھائی۔ لڑکیوں اور مردوں نے سجدے سے اٹھ کر دو زانو بیٹھتے ہوئے پُرسوز اور دھیمی آواز میں کوئی گانا شروع کر دیا۔ یہ ایک گرجنے تھی جو اس دنیا کی نہیں لگتی تھی۔ پہاڑیوں میں گھری ہوئی اس تنگ سی وادی میں ایسا طلسم طاری ہوا جا رہا تھا جو باہر کے کسی بھی انسان کو یقین دلا سکتا تھا کہ یہ انسانوں کی نہیں دیوتاؤں کی سرزمین ہے... پروہت تلوار کو اوپر لے گیا۔ اب تو ایک دو سانسوں کی دیر تھی۔ تلوار نیچے کو آئے

ہی لگی تھی کہ ایک تیر پروہت کی بغل میں دھنس گیا۔ اس کا تلوار والا ہاتھ ابھی نیچے نہیں گرا تھا کہ تین تیر بیک وقت اس کے پہلو میں اتر گئے۔ لڑکیوں کی چیخیں سنائی دیں۔ مرد کسی کو آوازیں دینے لگے۔ تیروں کی ایک اور باڑ آئی جس نے دو مردوں کو گرا دیا۔ لڑکیاں جدھر منہ آیا دوڑ پڑیں۔ اُمّ عزارہ اس شور وغل اور اپنے اردگرد تڑپتے ہوئے اور خون میں ڈوبے ہوئے جسموں سے بے نیاز سر جھکائے بیٹھی تھی۔

چھاپہ مار بہت تیز دوڑتے آئے۔ چبوترے پر چڑھے اور اُمّ عزارہ کو ایک نے اٹھالیا۔ وہ ابھی تک نشے کی حالت میں باتیں کر رہی تھی۔ ایک جانباز نے اپنا کرتہ اتار کر اسے پہنا دیا۔ اسے لے کے چلے ہی تھے کہ ایک طرف سے بارہ تیرہ حبشی برچھیاں اور ڈھالیں اٹھائے دوڑتے آئے۔ چھاپہ مار بکھر گئے۔ ان میں چار کے پاس تیر کمانیں تھیں۔ انہوں نے تیر برسائے۔ باقی چھاپہ مار ایک طرف چھپ گئے اور جب حبشی آگے آئے تو عقب سے ان پر حملہ کر دیا۔ ایک تیر انداز نے کمان میں فلیتے والا تیر نکالا۔ فلیتے کو آگ لگائی اور کمان میں ڈال کر اوپر کو چھوڑ دیا۔ تیر دُور اوپر جا کر رکا تو اس کا شعلہ جو رفتار کی وجہ سے دب گیا تھا، رفتار ختم ہوتے ہی بھڑکا اور نیچے آنے لگا۔

میلے کی رونق ابھی ماند نہیں پڑی تھی۔ تماشائیوں میں سے پانچ سو تماشائی میلے سے الگ ہو کر اس پہاڑی خطے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں دُور فضا میں ایک شعلہ سا نظر آیا جو بھڑک کر نیچے کو جانے لگا۔ وہ گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوئے۔ ان کے کمانڈر ساتھ تھے۔ پہلے تو وہ آہستہ آہستہ چلے تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔ ذرا دُور جا کر انہوں نے گھوڑے دوڑا دیئے۔ تماشائی میلے میں شراب جوئے اور ناچنے گانے والی لڑکیوں اور عصمت فروش عورتوں میں اتنے مگن تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ ان کے دیوتاؤں پر کیا قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔

چھاپہ مار نے اس خطرے کی وجہ سے آتشیں تیر چلا دیا تھا کہ حبشیوں کی تعداد زیادہ ہوگی مگر فوج وہاں پہنچی تو وہاں بارہ تیرہ لاشیں حبشیوں کی اور دو لاشیں چھاپہ مار شہیدوں کی پڑی تھیں۔ وہ برچھیوں سے شہید ہوئے تھے۔ کمانداروں نے وہاں کا جائزہ لیا۔ پتھر کے منہ میں گئے اور تہہ خانے میں جا پہنچے۔ وہاں انہیں جو چیزیں ہاتھ لگیں وہ اٹھالیں۔ اُن میں ایک پھول بھی تھا جو قدرتی نہیں بلکہ کپڑے سے بنایا گیا تھا۔ احکام کے مطابق فوج کو وہیں رہنا تھا لیکن پہاڑیوں میں چھپ کر۔ چھاپہ ماروں نے اُمّ عزارہ کو گھوڑے پر ڈالا اور قاہرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔



صبح طلوع ہوئی۔

میلے کی رونق ختم ہو گئی تھی۔ بیشتر تماشائی رات شراب پی پی کر ابھی تک مدہوش پڑے تھے۔ دکاندار جانے کے لیے مال اسباب باندھ رہے تھے۔ لڑکیوں کے بیوپاری بھی جا رہے تھے۔ صحرا میں روانہ ہونے والوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ میلے کے قریب جو گاؤں تھا وہاں کے لوگ بے تابی سے اس لڑکی کے بالوں کا انتظار کر رہے تھے جسے رات قربان کیا گیا تھا۔ اس قبیلے کے لوگ جو دُور دراز دیہات کے رہنے والے تھے پہاڑی جگہ سے دور کھڑے دیوتاؤں کے مسکن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے بڑے بوڑھے انہیں بتا رہے تھے کہ ابھی پروہت آئے گا۔ وہ دیوتاؤں کی خوشنودی کا پیغام دے گا اور ان میں بال تقسیم کرے گا مگر ابھی تک کوئی نہیں آیا تھا۔ دیوتاؤں کے مسکن پر سکوت طاری تھا۔ اس منتظر ہجوم کو معلوم نہ تھا کہ وہاں فوج مقیم ہے اور اب وہاں سے دیوتاؤں کا کوئی پیغام نہیں آئے گا..... دن گزرتا گیا۔ قبیلے کے جن نوجوانوں نے قربانی کی باتیں سنی تھیں انہیں شک ہونے لگا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ دن گزر گیا۔ سورج انہی پہاڑیوں کے پیچھے جا کر ڈوب گیا۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہاں جا کر دیکھتا کہ پروہت کیوں نہیں آیا۔

☆

"طبیب کو بلاؤ"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "لڑکی پر نشے کا اثر ہے"

اُمّ عزارہ اس کے سامنے بیٹھی تھی اور کہہ رہی تھی۔۔۔ "میں انگوک کی ماں ہوں۔ تم کون ہو؟ تم دیوتا نہیں ہو۔ میرا شوہر کہاں ہے۔ میرا سر کاٹو اور دیوتا کو دے دو۔ مجھے میرے بیٹوں پر قربان کر دو"۔۔۔ وہ بولے جا رہی تھی مگر اب اس پر غنودگی بھی طاری ہو رہی تھی۔ اس کا سر ڈول رہا تھا۔

طبیب نے آتے ہی اس کی کیفیت دیکھی اور اسے کوئی دوائی دے دی۔ ذرا سی دیر میں اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اسے لٹا دیا گیا اور وہ گہری نیند سو گئی۔ سلطان ایوبی کو تفصیل سے بتایا گیا کہ پہاڑی خطے میں کیا ہوا اور وہاں کیا ملا ہے۔ اس نے اپنے نائب سالار الناصر اور بہاؤالدین شدادؒ کو حکم دیا کہ پانچ سو سوار لے جائیں۔ ضروری سامان لے جائیں اور اس بُت کو مسمار کر دیں مگر اس جگہ کو فوج کے گھیرے میں رکھیں۔ حملے کی صورت میں مقابلہ کریں۔ اگر وہ لوگ دب جائیں اور لڑ نہ سکیں تو انہیں وہ جگہ دکھا کر پیار اور محبت سے سمجھائیں کہ یہ محض ایک فریب تھا۔

شمدآو نے اپنی ڈائری میں جو عربی زبان میں لکھی گئی تھی اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ راہنمائی اس فوج کے کمانڈر نے کی جو پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ سینکڑوں سوڈانی حبشی دُور دُور کھڑے تھے۔ ان میں سے بعض گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار تھے۔ ان کے پاس برچھیاں، تلواریں اور کمانیں تھیں۔ ہم نے اپنے تمام تر سواروں کو اس پہاڑی جگہ کے ارد گرد اس طرح کھڑا کر دیا کہ ان کے منہ باہر کی طرف اور ان کی کمانوں میں تیر تھے اور جن کے پاس کمانیں نہیں تھیں ان کے ہاتھوں میں برچھیاں تھیں۔ خطرہ خونریز لڑائی کا تھا۔ میں الناصر کے ساتھ اندر گیا۔ بُت کو دیکھ کر میں نے کہا کہ فرعونوں کی یادگار ہے۔ حبشیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ ہر جگہ گھوم پھر کر دیکھا۔ دو پہاڑیوں کے درمیان ایک کھنڈر تھا، جو فرعونوں کے زمانوں کی خوشنما عمارت تھی۔ دیواروں پر اُس زمانے کی تحریریں تھیں۔ الفاظ تیکروں والی تصویروں کی مانند تھے۔ کوئی شبہ نہ رہا کہ یہ فرعونوں کی جگہ تھی .... دیوار جیسی ایک پہاڑی کے دامن میں جھیل تھی جس کے اندر اور باہر دو دو قدم لمبے مگرمچھ تھے۔ جھیل کا پانی پہاڑی کے دامن کو کاٹ کر پہاڑی کے نیچے چلا گیا تھا۔ پانی کے اوپر پہاڑی کی چھت تھی۔ جگہ خوفناک تھی۔ ہمیں دیکھ کر بہت سارے مگرمچھ کنارے پر آ گئے اور ہمیں دیکھنے لگے۔

میں نے سپاہیوں سے کہا، حبشیوں کی لاشیں جھیل میں پھینک دو، یہ بھوکے ہیں۔ وہ لاشیں گھسیٹ کر لائے اور جھیل میں پھینک دیں۔ مگرمچھوں کی تعداد کا اندازہ نہیں، پوری فوج تھی۔ لاشوں کے سر باہر رہے اور یہ سر پانی میں دوڑتے پہاڑی کے اندر چلے گئے۔ پھر پروہت کی لاش آئی۔ اس نے دوسرے انسانوں کو مگرمچھوں کے آگے پھینکا تھا۔ ہم نے اسے بھی جھیل میں پھینک دیا .... دو سپاہی چار سوڈانی لڑکیوں کو لائے۔ وہ کہیں چھپی ہوئی اور عریاں تھیں۔ کمر کے ساتھ ایک پتہ آگے ایک پیچھے بندھا ہوا تھا۔ میں نے اور الناصر نے منہ پھیر لیے۔ سپاہیوں سے کہا کہ انہیں مستعد کرو۔ جب ان کے جسم کپڑوں میں چھپ گئے تو دیکھا وہ بہت خوبصورت تھیں۔ روتی تھیں، ڈرتی تھیں۔ ہمارے ترجمان کو انہوں نے وہاں کا حال اپنی زبان میں بیان کیا جو بہت شرمناک تھا۔ مسلمان کو عورت ذات کا یہ حال برداشت نہیں کرنا چاہیے۔ عورت اپنی ہو، کسی اور کی ہو، کافر ہو، اسلام اسے بیٹی کہتا ہے۔ ان چار لڑکیوں کا بیان تھا کہ وہ فرعونوں کو خدا مانتی ہیں۔ ان کا قبیلہ انسان کو خدا مانتا ہے۔



یہ جگہ خوشنما تھی۔ سارے صحرا میں سرسبز تھی۔ اُمہ پانی کا چشمہ تھا جس نے جھیل بنائی۔ درخت تھے جنہوں نے سایہ دیا۔ کسی فرعون کو یہ مقام پسند آیا تو اسے تفریح کا مقام بنایا۔ اپنی خدائی کے ثبوت میں یہ بُت بنایا۔ اس میں [illegible] یہاں عیش کی۔ آسمان نے کوئی اور رنگ دکھایا۔ سینکڑوں برس ادھر یہ فرعون خدا کے ستارے ٹوٹ گئے اور مصر میں دوسرے باطل مذہب آئے۔ آخر میں حق کی فتح ہوئی اور مصر نے ثم لا الٰہ الا اللہ سنا اور خدا کے حضور سر خم کر دیا۔ لیکن کسی نے نہ جانا کہ باطل ان پہاڑیوں میں زندہ رہا۔ الحمد اللہ، جس نے خدا کے عزت دی سے رسوائی بھی۔ باطل کا یہ نقش بھی اکھاڑا اور اس ریگزار کو پاک کیا۔

☆

اس جگہ کو سواروں کے گھیرے میں لے کر فوج نے پتھر کے اس ہیبت ناک بت کو مسمار کر دیا۔ پیجوترہ بھی گرا دیا۔ تہہ خانہ ملبے سے بھر دیا۔ باہر سینکڑوں حبشی حیران اور خوف زدہ کھڑے تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ان سب کو بلا کر ہٹا لے جایا گیا کہ یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ چار دس لڑکیاں اُن کے حوالے کی گئیں۔ چاروں کے باپ اور بھائی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی لڑکی لے لی۔ انہیں بتایا گیا کہ یہاں ایک بدکار آدمی رہتا تھا، وہ مگرمچھوں کو کھلا دیا گیا ہے۔ ان سینکڑوں حبشیوں کو اکٹھا بٹھا کر ان کی زبان میں وعظ دیا گیا۔ وہ سب خاموش رہے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی گئی۔ وہ پھر بھی خاموش رہے۔ کبھی کبھی شک ہوتا تھا جیسے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے۔ انہیں یہ الفاظ دھمکی کے لہجے میں کہے گئے — "اگر تم سچے خدا کو دیکھنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں دکھائیں گے۔ اگر تم اسی جگہ کو جہاں تم بیٹھے ہو اپنے جھوٹے خداؤں کا گھر کہتے رہو گے تو ہم ان پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر کے ریت کے ساتھ ملا دیں گے۔ پھر تم دیکھو گے کہ کون سا خدا سچا ہے۔"

اُدھر فاہرہ میں ام عزارہ ہوش میں آ چکی تھی۔ وہ اپنی داستان سنا چکی تھی جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ کبھی وہ کہتی تھی کہ اس نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اُسے ساری باتیں یاد آ گئی تھیں۔ اس نے بتایا کہ پروہت اُسے دن رات بے آبرو کرتا تھا اور پھول کئی بار اس کی ناک کے ساتھ لگاتا تھا۔ ام عزارہ کو بتایا گیا کہ اس کی گردن کٹنے والی تھی۔ اگر چچا یہ ماربرداشت نہ پہنچ جاتے تو اس کا سر [illegible] اور جسم مگرمچھوں کے پیٹ میں ہوتا۔ نازک سی یہ حسین لڑکی خوف سے کانپنے لگی۔

اس کے آنسو نکل آئے۔ اس نے سلطان ایوبی کے ہاتھ چوم لیے اور کہا ۔۔۔ "خدا نے مجھے گناہوں کی سزا دی ہے۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔ خدا کے لیے مجھے پناہ میں لے لیں"۔۔۔ اس کی ذہنی کیفیت بہت بُری تھی۔

اس نے شام کے ایک دولت مند تاجر کا نام لے کر کہا کہ وہ اس کی بیٹی ہے۔ یہ مسلمان تاجر تھا۔ اس کا دوستانہ شام کے امیروں کے ساتھ تھا۔ اُس وقت کے امیر ایک ایک شہر یا تھوڑے تھوڑے رقبے کے خطّوں کے حکمران ہُوا کرتے تھے جو مرکزی امارت کے ماتحت تھے۔ مرکزی امارت مرکزی وزارت اور خلافت کے ماتحت ہوتی تھی۔ یہ امرار دسویں صدی کے بعد پوری طرح عیاشیوں میں ڈوب گئے تھے۔ بڑے تاجروں سے دوستی رکھتے تھے ان کے ساتھ کاروبار بھی کرتے اور رشوت بھی لیتے تھے۔ ان کے حرموں میں لڑکیوں کی افراط رہتی اور شراب بھی چلتی تھی۔

اُم عمارہ ایسے ہی ایک دولت مند تاجر کی بیٹی تھی جو اپنے باپ کے ساتھ بارہ تیرہ سال کی عمر میں امرار کی رقص و سرود کی محفلوں میں جانے لگی تھی۔ باپ غالباً دیکھ رہا تھا کہ لڑکی خوبصورت ہے، اس لیے وہ اسے لڑکپن میں ہی امرار کی سوسائٹی کا عادی بنانے لگا تھا۔ اُم عمارہ نے بتایا کہ وہ چودہ سال کی ہوئی تو امرار نے اس میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔ دو نے اسے بڑے قیمتی تحفے بھی دیئے۔ وہ گناہوں کی اسی دنیا کی ہو کے رہ گئی۔

عمر کے سولہویں سال وہ باپ کو بتائے بغیر ایک امیر کی در پردہ داشتہ بن گئی۔ مگر رہتی اپنے گھر میں تھی۔ وہ دولت میں جنی پلی تھی، شرم و حیا سے آشنا نہیں تھی۔ دو تین سال بعد وہ باپ کے ہاتھ سے نکل گئی اور آزادی سے دو اور امرار سے تعلقات پیدا کر لیے۔ اس نے خوبصورتی، چرب زبانی اور مردوں کو انگلیوں پر نچانے کا نام پیدا کر لیا۔ باپ نے اس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ گزشتہ چھ سال سے اُسے ایک اور ہی قسم کی ٹریننگ ملنے لگی تھی۔ یہ تین امرار نے مل کر سازش کی تھی جس میں اس کا باپ بھی شریک تھا۔ اسے خلافت کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ آگے چل کر اس سازش میں ایک صلیبی بھی شامل ہو گیا۔ یہ امرار خود مختار حاکم بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ صلیبیوں کی مدد کے بغیر یہ ممکن نہ تھا۔

اُم عمارہ کو نورالدین زنگی اور خلافت کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے بھی استعمال کیا گیا تھا۔ صلیبیوں نے اس مہم میں تین عیسائی لڑکیاں شامل کر کے



ایک زمین دوز محاذ بنا لیا۔

انہوں نے جب دیکھا کہ مصر میں صلاح الدین ایوبی نے نام پیدا کر لیا ہے اور اس نے وہ ایسے کارنامے کر دکھائے ہیں جس نے اسے مصر کا وزیر اور امیر نہیں بلکہ بادشاہ بنا دیا ہے تو اُم عمارہ کو خلیفہ العاضد کی خدمت میں تحفے کے طور پر بھیجا گیا۔ اسے مہم یہ دی گئی تھی کہ خلیفہ کے دل میں صلاح الدین ایوبی کے خلاف دشمنی پیدا کرے اور سابق سوڈانی فوج کے جو چند ایک حکام فوج میں رہ گئے ہیں انہیں العاضد کے قریب کر کے سوڈانیوں کو ایک اور بغاوت پر آمادہ کرے۔ اسے دوسری مہم یہ دی گئی تھی کہ خلیفہ العاضد کو آمادہ کرے کہ سوڈانی جب بغاوت کریں تو وہ انہیں ہتھیاروں اور ساز و سامان سے مدد دے اور اگر ممکن ہو سکے تو صلاح الدین ایوبی کی فوج کا کچھ حصہ باغی کر کے سوڈانیوں سے ملا دے۔ خلیفہ اور کچھ نہ کر سکے تو اپنا محافظ دستہ سوڈانیوں کے حوالے کر کے خود سلطان ایوبی کے پاس جا پناہ لے اور اسے کہے کہ اس کے محافظ باغی ہو گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ صلاح الدین ایوبی کے خلاف ایسا محاذ قائم کرنا تھا جو اسے مصر سے ہٹا گئے پر مجبور کر دے اور وہ باقی عمر گمنامی میں گزار جائے۔

اُم عمارہ نے سلطان ایوبی کو بتایا کہ وہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئی تھی لیکن باپ نے اسے مسلمانوں کی ہی جڑیں کاٹنے کی تربیت دی اور سلطنتِ اسلامیہ کے اُمرار نے اپنے دشمنوں کے ساتھ مل اپنی ہی سلطنت کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ اس لڑکی نے خلیفہ العاضد کا دماغ اپنے قبضے میں لے لیا اور سلطان ایوبی کے خلاف کر دیا تھا۔ رجب کو وہ اس سازش میں شریک کر چکی تھی۔ رجب نے دو اور فوجی حکام کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ رجب نے اس سلسلے میں یہ کام کیا کہ خلیفہ کے محافظ دستے میں وہ مصریوں کی جگہ سوڈانی رکھتا جا رہا تھا۔ اُم عمارہ کو خلیفہ کے پاس آئے ابھی دو اڑھائی مہینے ہوئے تھے۔ وہ قصرِ خلافت پر غالب آ گئی تھی اور حرم کی ملکہ بن گئی تھی۔ اس نے یہ انکشاف بھی کیا کہ خلیفہ سلطان ایوبی کو قتل کرانا چاہتا ہے اور رجب نے حشیشین سے مل کر قتل کا انتظام کر دیا ہے۔

یہ محض اتفاق کی بات ہے کہ سلطان ایوبی نے خلیفہ کے بیکار وجود اور عیش پرستی سے تنگ آ کر اس کے خلاف کارروائی شروع کر دی تھی، اور یہ بھی اتفاق تھا کہ اُم عمارہ کو وہی لوگ اغوا کر کے لے گئے جنہیں وہ سلطان ایوبی کے خلاف

لڑانا چاہتی تھی اور یہ اتفاق تو بڑا ہی اچھا تھا کہ سلطان ایوبی نے رجب سے محافظ دستے کی کمان لے لی اور وہاں اپنی پسند کا ایک نائب سالار بھیج دیا تھا، مگر ان اتفاقات نے حالات کا دھارا موڑ کر سلطان ایوبی کے لیے ایک خطرہ پیدا کر دیا۔ سلطان نے ام عمارہ کو اپنی پناہ میں رکھا۔ لڑکی بُری طرح پچھتا رہی تھی، اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ قدرت نے اسے ایک دھچکہ دے کر اس کا دماغ درست کر دیا تھا۔ سلطان ایوبی ٹھنڈے دل سے سوچنے لگا کہ اس سازش میں جو حکام شامل ہیں ان کے ساتھ وہ کیا سلوک کرے۔

دوسرے دن الناصر اور بہاؤالدین شدّاد فرعونوں کا آخری نشان مٹا کر فوج واپس لے آئے۔

☆

آٹھ دنوں بعد ——

رات کا پچھلا پہر تھا۔ سلطان ایوبی کے جاگنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ اُسے ملازم نے جگا دیا اور کہا کہ الناصر، علی بن سفیان اور دو اور نائب آئے ہیں۔ سلطان اچھل کر اٹھا اور ملاقات کے کمرے میں چلا گیا۔ ان حکام کے ساتھ ان دستوں میں سے ایک کا کمانڈر بھی تھا جو شہر سے دُور گشت کرتے رہتے تھے۔

سلطان ایوبی کو بتایا گیا کہ کم و بیش چھ ہزار سوڈانی جن میں برطرف سوڈانی فوج کے افراد ہیں اور اس وحشی قبیلے کے بھی جس کے عقیدے کو ملیا میٹ کیا گیا تھا مصر کی سرحد میں داخل ہو کر ایک جگہ پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔ اس کمانڈر نے یہ عقل مندی کی کہ عام لباس دو شتر سوار یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجے کہ اس لشکر کا کیا ارادہ ہے۔ ان شتر سواروں نے اپنے آپ کو مسافر ظاہر کیا اور یہ معلوم کر لیا کہ یہ لشکر قاہرہ پر حملہ کرنے جا رہا ہے۔ شتر سواروں نے لشکر کے سربراہوں سے مل کر صلاح الدین ایوبی کے خلاف باتیں کیں اور کہا کہ وہ بہت سے آدمیوں کو اس لشکر میں شامل کرنے کے لیے لائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہو آئے۔ ان کی اطلاع کے مطابق یہ لشکر اِدھر اُدھر سے مزید نفری کا منتظر تھا اور اسنے اگلے روز وہاں سے کوچ کرنا تھا۔

سلطان ایوبی نے پہلا حکم یہ دیا کہ خلیفہ کے محافظ دستے میں صرف پچاس سپاہی اور ایک کمانڈر رہنے دو۔ باقی تمام دستے کو چھاؤنی میں بلا لو۔ اگر خلیفہ



احتجاج کرے تو کہہ دینا کہ یہ میرا حکم ہے۔ سلطان نے علی بن سفیان سے کہا کہ اپنے شعبے کے کم از کم سو آدمی جو سوڈانی زبان اچھی طرح بول سکتے ہیں سوڈانی باغیوں کے بھیس میں اس کمانڈر کے ساتھ ابھی روانہ کر دو۔ کمانڈر سے کہا کہ یہ سو آدمی ان دو شتر سواروں کے ساتھ سوڈانیوں کے لشکر میں شامل ہوں گے۔ یہ دو شتر سوار سنتری بنائیں گے کہ وہ وعدے کے مطابق مدد لائے ہیں۔ ان کے لیے ہدایات یہ دیں کہ وہ لشکر کی پیش قدمی کے متعلق اطلاع دیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ رات کے وقت اس لشکر کے جانور اور رسد کہاں ہوتی ہے۔ سلطان ایوبی نے الناصر سے کہا کہ تیز رفتار گھوڑ سوار چھاپہ ماروں اور چھوٹی منجنیقوں کے دستے تیار رکھو۔

"میں نے سوچا تھا کہ سیدھی ٹکر لے کر سوڈانیوں کو شہر سے دور ہی ختم کیا جائے۔" الناصر نے کہا۔

"نہیں!" سلطان ایوبی نے کہا۔ "یاد رکھو الناصر! اگر دشمن کی تعداد کبھی تم سے تھوڑی ہو تو بھی براہ راست تصادم سے گریز کرو۔ رات کو چھاپہ مار استعمال کرو۔ شبخون مارو، دشمن کو پہلو سے لو۔ عقب سے لو۔ ضرب لگاؤ اور بھاگو۔ دشمن کی رسد تباہ کرو۔ جانور تباہ کرو۔ دشمن کو پریشان کرو۔ اس کے دستے بکھیر دو۔ اُسے آگے آنے کی مہلت نہ دو۔ اسے دائیں بائیں چلے جانے پر مجبور کر دو۔ اگر سامنے سے ٹکر لینا چاہتے ہو تو یہ نہ بھولو کہ یہ صحرا ہے۔ سب سے پہلے پانی کی جگہ پر قبضہ کرو۔ سورج اور ہوا کے رخ کو دشمن کے خلاف رکھو۔ اسے پریشان کر کے اپنی پسند کے میدان میں لاؤ۔ میں تمہیں عملی سبق دوں گا۔ اس لشکر کی یہ خواہش میں پوری نہیں ہونے دوں گا کہ وہ قاہرہ تک پہنچے یا میری فوج اس کے آمنے سامنے جا کر لڑے"۔۔۔ اس نے علی بن سفیان سے کہا۔ "تم جن ایک سو آدمیوں کو لشکر میں شامل ہونے کے لیے بھیجو گے انہیں کہنا کہ وہ سوڈانیوں میں یہ افواہ پھیلا دیں کہ چھ سات دنوں تک صلاح الدین ایوبی فلسطین پر حملہ کرنے کے لیے جا رہا ہے اس لیے قاہرہ پر حملہ اس کی غیر حاضری میں کیا جائے گا۔"

ایسی بہت سی ہدایات اور احکام دے کر سلطان ایوبی نے انہیں بتایا کہ وہ آج شام سے قاہرہ میں نہیں ہوگا۔ اس نے انہیں قاہرہ سے بہت دُور ایک جگہ بتائی۔ وہ اپنا ہیڈ کوارٹر دشمن کے قریب رکھنا چاہتا تھا تاکہ جنگ اپنی نگرانی میں لڑا سکے۔ سب نے ملاقات کے کمرے میں ہی صبح کی نماز پڑھی اور سلطان ایوبی کے احکام پر کارروائی شروع

ہو گئی۔

سلطان ایوبی تیاری کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆

سوڈانیوں کے لشکر میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ دو سال گزرے، ان کی ایک بغاوت بُری طرح ناکام ہو چکی تھی۔ وہ اس کوشش کی تیاریاں اسی وقت شروع ہو گئی تھیں۔ صلیبیوں نے مدد کا وعدہ کر رکھا تھا اور جاسوسوں کی بہت بڑی تعداد مصر میں داخل کر دی تھی۔ سوڈانیوں کا حملہ ایک نہ ایک روز آنا ہی تھا لیکن یہ اچانک آ گیا۔ وجہ یہ تھی کہ سلطان ایوبی نے ایک سوڈانی قبیلے کے مذہب پر فوجی حملہ کیا اور اس کے دیوتاؤں کا مسکن تباہ کر دیا تھا۔ یہ وجہ معمولی نہیں تھی۔ مصر میں جو سلطان ایوبی کے مخالفین تھے انہوں نے اس کے اس اقدام کو اس کے خلاف استعمال کیا۔ سوڈانی فوج کے برطرف کیے ہوئے باغی کمانداروں کو بھی موقع مل گیا۔ یہ سب فوراً حرکت میں آ گئے۔ ان میں مصری مسلمان بھی تھے۔ انہوں نے اُس قبیلے کے مذہبی جذبات کو بھڑکایا اور انہیں کہا کہ ان کا مذہب سچا ہے اور اگر وہ سلطان ایوبی کے خلاف اٹھیں گے تو ان کے دیوتا اپنی توہین کا انتقام لینے کے لیے ان کی مدد کریں گے۔ انہوں نے پانچ سات دنوں میں لشکر جمع کر لیا اور قاہرہ پر حملے کے لیے چل پڑے۔ جوں جوں اِدھر اُدھر کے لوگوں کو پتہ چلتا تھا، وہ اس لشکر میں شامل ہوتے جاتے تھے۔ دو سو سواروں کے ساتھ جب ایک موسلے آدمی اس لشکر میں شامل ہوئے یہ لشکر سرحد سے آگے آ گیا تھا اور ایک جگہ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ سلطان ایوبی رات کے وقت اتنا آگے چلا گیا جہاں اسے اس لشکر کی نقل و حرکت کی اطلاع جلدی مل سکتی تھی۔ ان موسلے آدمیوں نے حملہ آوروں کے سربراہوں کو بتایا کہ صلاح الدین ایوبی چند دنوں تک فلسطین کی طرف کوچ کر رہا ہے۔ سربراہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے یہ پڑاؤ دو دن اور بڑھا دیا۔ اگلی رات سلطان ایوبی کو اس لشکر کی پہلی اطلاعیں ملیں۔

اس سے اگلی رات اس نے پچاس سوار اور پانچ منجنیقیں بھیجیں جن کے ساتھ آتش گیر مادے والی ہانڈیاں تھیں۔ انہیں ایک گھوڑا کھینچتا تھا۔ آدھی رات کے وقت جب سوڈانی لشکر سویا ہوا تھا، ان کے اناج کے ذخیرے پر ہانڈیاں گرنے لگیں۔ معاً بعد آتشیں تیر آئے اور مہیب شعلے اٹھنے لگے۔ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ منجنیقوں کو وہاں سے فوراً پیچھے بھیج دیا گیا۔ پچاس سواروں نے تین چار حصوں میں تقسیم ہو



کر گھوڑے سرپٹ دوڑائے اور لشکر کے پہاروں کے آدمیوں کو کچلتے اور برچھیوں سے زخمی کرتے غائب ہو گئے۔ لشکریوں کو سنبھلنے کا موقعہ نہ ملا۔ آگ کے شعلوں سے جہاں اناج کا ذخیرہ جل رہا تھا وہاں اونٹ اور گھوڑے بدک کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ سلطان ایوبی کے سوار ایک بار پھر آئے اور تیر برساتے گزر گئے۔ وہ اس کے بعد نہیں آئے۔

دوسرے دن اطلاع ملی کہ سوڈانیوں کے کم و بیش چار سو آدمی آگ سے، گھوڑوں اور اونٹوں کی بھگدڑ سے اور چھاپہ مار سواروں کے حملوں سے مارے گئے ہیں۔ تمام تر اناج جل گیا اور تیروں کا ذخیرہ بھی نذرِ آتش ہو گیا تھا۔ لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور رات ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں اِدھر اُدھر مٹی کے ٹیلے تھے۔ اس جگہ شبخون کا خطرہ نہیں تھا۔ اب رات کو گشتی دستے بھی پڑاؤ سے دُور دُور تک گشت کرتے رہے مگر حملہ پھر بھی ہوا۔ اس کا انداز بھی گزشتہ رات جیسا تھا۔ لشکر کے سربراہوں کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے دو گشتی دستے سلطان ایوبی کے چھاپہ مار دستوں کی گھات میں آ گئے تھے اور مارے گئے ہیں۔ تیر اندازوں نے ٹیلوں سے آتشیں تیر چلائے اور غائب ہو گئے۔ سحر کا دھندلکا بکھرنے تک یہ شبخون جاری رہے۔ ان سے گزشتہ رات کی نسبت زیادہ نقصان ہوا۔

شام کو علی بن سفیان نے سلطان ایوبی کو اپنے جاسوسوں کی لائی ہوئی یہ اطلاع دی کہ کل دن کے وقت سوڈانی لشکر اس انداز سے پیشقدمی کرے گا کہ شبخون مارنے والوں کا ٹھکانہ معلوم کر کے اسے ختم کیا جائے۔ سلطان ایوبی نے اپنے قریب کچھ فوج رکھی ہوئی تھی۔ اس نے رات کے وقت حملہ نہ کرایا۔ اسے معلوم تھا کہ اب دشمن سچوکنا ہو گا۔ اگلے روز اس نے چار سو پیادہ سپاہی سوڈانیوں کے لشکر کے دائیں طرف نصف میل دور بھیج دیئے اور چار سو بائیں طرف۔ انہیں یہ ہدایت دی کہ وہ آگے کو چلتے جائیں۔ دونوں دستے جنگی ترتیب میں سوڈانیوں کے پہلو سے گزرے تو سوڈانیوں نے اس خطرے کے پیشِ نظر اپنے پہلو پھیلا دیئے کہ یہ دستے پہلو پر یا عقب سے حملہ کریں گے۔ سلطان ایوبی کی ہدایت کے مطابق اُس کے کمانداروں نے اپنے دستوں کو پرے ہٹاتے گئے۔ سوڈانی دھوکے میں آ گئے۔ انہوں نے اپنے لشکر کو دائیں بائیں پھیلا دیا۔ اچانک سلطان ایوبی کے پانچ سو سواروں نے ٹیلوں کی اوٹ سے نکل کر سوڈانیوں کے وسط میں ہلہ بول دیا۔ یہاں ان کا اعلیٰ

کمان تھی۔ گھوڑ سواروں کا یہ حملہ اچانک اور بے حد شدید تھا۔ سارے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ پہلوؤں سے پیادہ تیر اندازوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اس طرح صرف تیرہ سو نفری کی فوج نے کم و بیش چھ ہزار کے لشکر کو بھگدڑ میں مبتلا کر کے ایسی شکست دی کہ صحرا لاشوں سے اٹ گیا اور سوڈانی قید میں بھی آئے اور بھاگے بھی۔ بھاگنے والوں کی تعداد تھوڑی تھی۔

یہ سوڈانیوں کی دوسری بغاوت تھی جو سلطان ایوبی نے انہی کے خون میں ڈبو دی۔ اب کے سلطان ایوبی نے ڈپلومیسی سے کام نہیں لیا۔ اس نے جنگی قیدیوں سے معلومات حاصل کر کے ان تمام کمانداروں اور دیگر حکام کو قید میں ڈال دیا جو درپردہ بغاوت کی سازش میں شریک تھے۔ تخریب کاروں کی بھی نشاندہی ہو گئی۔ انہیں سزائے موت دی گئی۔ رجب جیسے نائب سالاروں کو ہمیشہ کے لیے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ سلطان ایوبی حیران اس پر ہوا کہ بعض ایسے حکام اس سازش میں شریک تھے جنہیں وہ اپنا وفادار سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے معتمد سالاروں اور دیگر حکام سے کہہ دیا کہ مصر کے دفاع اور سلطنت کے استحکام کے لیے سوڈان پر حملہ اور قبضہ ضروری ہو گیا ہے۔

اس نے خلیفہ العاضد سے محافظ دستہ واپس لے کر اسے معزول کر دیا اور اعلان کر دیا کہ اب مصر خلافتِ عباسیہ کے تحت رہے اور یہ بھی کہ خلافت کی گدی بغداد میں ہو گی۔ سلطان ایوبی نے اُمِ عزارہ کو آٹھ محافظوں کے ساتھ نور الدین زنگی کے حوالے کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔

# لڑکی جو فلسطین سے آئی تھی

سلطان صلاح الدین ایوبی نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے آہ بھری اور کہا ۔۔۔ "قوم متحد ہو سکتی ہے اور مٹ بھی جاتی ہے۔ قوم کا شیرازہ امراء اور حکام بکھیرا کرتے ہیں یا وہ خود ساختہ قائد جو امیر، وزیر یا حاکم بننا چاہتے ہیں۔ تم نے دیکھ لیا ہے علی! مصر کے لوگوں کی زبان پر ہمارے خلاف کوئی شکایت نہیں۔ غداری اور تخریب کاری صرف بڑے لوگ کر رہے ہیں۔ ان بڑے لوگوں کو میری ذات کے ساتھ کوئی عداوت نہیں۔ میں انہیں اس لیے بُرا لگتا ہوں کہ میں اس گدی پر بیٹھ گیا ہوں جس کے وہ خواب دیکھ رہے تھے۔"

سلطان ایوبی اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ علی بن سفیان اور بہاؤالدین شداد بیٹھے سن رہے تھے۔ وہ ستمبر کے پہلے ہفتے کی ایک شام تھی۔ جون اور جولائی میں سلطان ایوبی نے سوڈانیوں کی بغاوت کو کچلا اور اس کے فوراً بعد العاضد کو خلافت کی گدی سے ہٹایا تھا۔ اس سے پہلے اس نے سوڈانیوں کی بغاوت کو نہایت اچھی جنگی حکمتِ عملی سے دبا کر سوڈانی فوج توڑ دی تھی مگر بغاوت کرنے والے کسی بھی قائد، کمانڈر یا عسکری کو سزا نہیں دی تھی۔ ڈپلومیسی سے کام لیا تھا۔ اس طرح اس کی جنگی اہمیت کی بھی دھاک بیٹھ گئی تھی اور ڈپلومیسی کی بھی۔ اب کے سوڈانیوں نے پھر سر اٹھایا تو سلطان ایوبی نے اس سر کو ہمیشہ کے لیے کچل دینے کے لیے پہلے تو میدانِ جنگ میں سوڈانیوں کی لاشوں کے انبار لگائے، پھر جو بھی پکڑا گیا، اس کے عہدے اور رتبے کا لحاظ کیے بغیر اسے انتہائی سزا دی۔ اکثریت کو تو جلاد کے حوالے کیا، باقی جو بچے انہیں لمبی قیدیں ڈال دیا یا ملک بدر کر کے سوڈان کی طرف نکال دیا۔

"آج دو مہینے ہو گئے ہیں"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "میں سلطنت کے انتظام اور قوم کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ نہیں دے سکا۔ مجرم لائے جا رہے ہیں اور میں سوچ بچار کے بعد انہیں سزائے موت دیتا چلا جا رہا ہوں۔ یوں دل کو تکلیف تو

رہی ہے جیسے میں نقل عام کر رہا ہوں۔ میرے ہاتھوں مرنے والوں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔"

"محترم امیر!" — بہاؤالدین شداد نے کہا — "ایک کافر اور ایک مسلمان ایک ہی قسم کا گناہ کریں تو زیادہ سزا مسلمان کو ملنی چاہیے کیونکہ اس تک اللہ کے پیغمبر دین کی روشنی پہنچی پھر بھی اس نے گناہ کیا۔ کافر تو عقل کا بھی اندھا ہے مذہب کا بھی اندھا۔ آپ اس پر رحم نہ کریں کہ آپ نے مسلمانوں کو سزا دی ہے۔ وہ غدار تھے۔ سلطنت اسلامیہ کے باغی تھے، انہوں نے اسلام کا نام مٹی میں ملانے کے لیے کافروں سے اتحاد کیا۔"

"میرا اصل جرم یہ ہے شداد!" — سلطان ایوبی نے کہا — "کہ میں حکمران بن کے مصر نہیں آیا۔ اگر مجھے حکومت کرنے کا نشہ ہوتا تو مصر کی موجودہ فضا میرے لیے سازگار تھی۔ جنہیں سرت اندت کی گدی سے پیار ہوتا ہے، وہ سازشی ذہن کے حاکموں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ وہ قوم کو کچھ دیئے بغیر لوگوں کو دلکش مگر جھوٹے رنگوں کی تصویریں دکھاتے رہتے ہیں۔ اپنے ذاتی عملے میں شیطانی خصلت کے افراد کو رکھتے ہیں۔ وہ اپنے ماتحت حاکموں کو شہزادوں کا درجہ دیئے رکھتے ہیں اور خود شہنشاہ بن جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھ سے یہ گدی لے لو لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ میرے راستے میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کرنا۔ میں جو مقصد لے کر گھر سے نکلا ہوں وہ مجھے پورا کر لینے دو۔ نورالدین زنگی نے ہزاروں جانوں کی قربانی دے کر اور دریائے نیل کو عرب کے مجاہدوں کے خون سے سرخ کر کے شام اور مصر کا اتحاد قائم کیا ہے۔ مجھے اس متحدہ سلطنت کو وسعت دینی ہے۔ سوڈان کو مصر میں شامل کرنا ہے۔ فلسطین کو صلیبیوں سے چھڑانا ہے صلیبیوں کو یورپ کے وسط میں لے جا کر کسی گوشے میں گھٹنوں بٹھانا ہے اور مجھے یہ فتوحات اپنی حکمرانی کے لیے نہیں اللہ کی حکمرانی کے لیے حاصل کرنی ہیں مگر مصر میرے لیے دلدل بن گیا ہے۔ وہ کون سا گوشہ ہے جہاں سازش، بغاوت اور غداری نہیں؟"

"ان تمام سازشوں کے پیچھے صلیبی ہیں" — علی بن سفیان نے کہا — "میں حیران ہوں کہ وہ کس بے دردی سے اپنی جوان لڑکیوں کو بے حیائی کی تربیت دے کر یہ خوفناک استعمال کر رہے ہیں۔ ان لڑکیوں کی خوبصورتی کا اپنا جادو ہے، ان کا حملہ ان کی زبان میں ہے۔"

"زبان کا وار تلوار سے گہرا ہوتا ہے" — سلطان ایوبی نے کہا — "وہ قوم ناکام



کمزوریوں کو بھانپ سکتی ہے علی! وہ اپنی زبان سے اپنے [illegible] ایسے [illegible] پیدا ایسے الفاظ سنوائے گی کہ تم اپنی تلوار نیام میں ڈال کر دشمن کے [illegible] صلیبیوں کے پاس وہی تو ہتھیار ہیں الفاظ اور حیوانی جذبہ۔ جیسے انسانی جذبے پر غالب کرنے کے لیے وہ اپنی جوان اور خوبصورت لڑکیوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے مسلمان امراء اور حکام کے دلوں سے مذہب تک نکال دیا ہے۔"

"صرف حکام نہیں امیر محترم!" — علی بن سفیان نے کہا — "مصر کے عام لوگوں میں بھی بیکاری عام ہو گئی ہے۔ یہ صلیبیوں کا کمال ہے۔ دولت مند مسلمانوں کے گھروں میں بھی بے حیائی شروع ہو گئی ہے۔"

"یہی سب سے بڑا خطرہ ہے" — سلطان ایوبی نے کہا — "میں صلیبیوں کے سارے لشکر کا مقابلہ کر سکتا ہوں اور کیا ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ صلیبیوں کے اس وار کو نہیں روک سکوں گا اور جب میری نظریں مستقبل میں جھانکتی ہیں، تو میں کانپ اٹھتا ہوں۔ مسلمان بڑے نام مسلمان رہ جائیں گے۔ ان میں بے حیائی صلیبیوں والی ہو گی اور ان کے تہذیب و تمدن پر صلیبی رنگ چڑھا ہوا ہو گا۔ میں مسلمانوں کی کمزوریاں جانتا ہوں۔ مسلمان اپنے دشمن کو نہیں پہچانتے۔ اس کے بچھائے ہوئے خوبصورت جال میں پھنس جاتے ہیں۔ میں صلیبیوں کی کمزوریاں جانتا ہوں وہ بے شک مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے ہیں لیکن ان کے اندر سے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ فرانسیسی اور جرمن ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ برطانوی اور اطالوی ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔ وہ مسلمانوں کو مشترک دشمن سمجھ کر اکٹھے ہیں لیکن ان میں عداوت کی حد تک اختلافات ہیں۔ ان کا شاہ آگسٹس دوغلا بادشاہ ہے۔ باقی بھی ایسے ہی ہیں مگر انہوں نے مسلمان امراء کو عورت کے حسن اور زر و جواہرات کی چمک دمک سے اندھا کر رکھا ہے۔ اگر مسلمان امراء متحد ہو جائیں تو صلیبی چند دنوں میں بکھر جائیں۔ اب فاطمی خلافت کو ختم کر کے میں نے اپنے دشمنوں میں اضافہ کر لیا ہے۔ فاطمی اپنی گدی کی بحالی کے لئے سوڈانیوں اور صلیبیوں کے ساتھ ساز باز کر رہے ہیں۔"

"ان کے شاعر کو کل سزائے موت دے دی گئی ہے" — علی بن سفیان نے کہا۔

"جس کا مجھے بہت افسوس ہے" — سلطان ایوبی نے کہا — "عمارۃ الیمنی کی شاعری نے میرے دل پر بھی گہرا اثر کیا تھا۔ مگر اس نے الفاظ اور نظم کو چنگاریاں بنا کر اسلام کے نرمن کو جلانے کی کوشش کی ہے۔"

عمارۃ الیمنی اُس دور کا مشہور شاعر تھا۔ اس دور میں اور اس سے پہلے بھی لوگ شاعروں کو پیروں اور پیغمبروں جتنا درجہ دیتے تھے۔ شاعر الفاظ اور ترنم سے نوجوانوں میں جذبے کی نئی روح پھونک دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ اس مسلمان شاعر کو حاصل تھا۔ اس نے لوگوں میں جو مقام پیدا کر رکھا تھا، اسے اس نے اس طرح استعمال کرنا شروع کر دیا تھا کہ ایک طرف وہ لوگوں میں جہاد کا جذبہ پختہ کرتا تھا اور ساتھ ہی فاطمی خلافت کی عظمت کی دھاک لوگوں کے دلوں میں بٹھاتا تھا۔ اسے فاطمی خلافت کی اتنی پشت پناہی حاصل تھی کہ اس نے سلطان ایوبی کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے آخری اشعار یہ تھے ــــ "مجھے فاطمی خلافت کی محبت کا سبق دینے والو! مجھ پر لعنت بھیجو۔ میں تمہیں لعنت کے لائق سمجھتا ہوں .... فاطمی محلات کی ویرانی پر آنسو بہاؤ۔ ان میں رہنے والوں کو میرا پیغام دو کہ میں نے تمہارے لیے جو زخم کھائے ہیں وہ کبھی مندمل نہ ہوں گے۔"

اس کے گھر اچانک چھاپہ مارا گیا تھا۔ وہاں سے دستاویزی ثبوت ملا تھا کہ وہ صرف فاطمی خلافت کا ہی بہی خواہ نہیں بلکہ صلیبیوں کا وظیفہ خوار بھی ہے۔ صلیبی اسے اس مقصد کے لیے وظیفہ دیتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں پر فاطمی خلافت کو غالب کرے اور سلطان ایوبی کے خلاف نفرت پیدا کرتا رہے۔ اسے سزائے موت دے دی گئی تھی۔

"جس قوم کے شاعر بھی دشمن کے وظیفہ خوار ہوں، اس قوم کے لئے ذلت و رسوائی ہے" ــــ سلطان ایوبی نے کہا۔

دربان اندر آیا اور کہا کہ معزول خلیفہ العاضد کا قاصد آیا ہے۔ سلطان ایوبی کے ماتھے کے شکن گہرے ہو گئے۔ اس نے کہا ــــ "خلافت کے سوا یہ بوڑھا مجھ سے اور کیا مانگ سکتا ہے" ــــ دربان سے کہا ــــ "اسے اندر بھیج دو۔"

العاضد کا قاصد اندر آیا اور کہا ــــ "خلیفہ کا سلام پیش کرتا ہوں۔"

"وہ خلیفہ نہیں ہے" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "دو مہینے ہو گئے ہیں اسے معزول ہوئے۔ وہ اپنے محل میں قید ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں قابلِ صد احترام امیر!" ــــ قاصد نے کہا ــــ "عادت کے تحت منہ سے نکل گیا ہے۔ العاضد نے بعد از سلام کہا ہے کہ بیماری نے بستر پر ڈال دیا ہے اٹھنا محال ہے۔ ملنے کی خواہش ہے۔ اگر امیر محترم تشریف لا سکیں تو احسان ہوگا۔"



سلطان ایوبی نے بے قراری سے اپنی ران پر ہاتھ مارا اور کہا ــــ "وہ نہیں جانتا ہے کیونکہ وہ ابھی تک اپنے آپ کو خلیفہ سمجھتا ہے۔"

"نہیں امیرِ محترم!" ــــ قاصد نے کہا ــــ "ان کی حالت بہت خراب ہے۔ محل کے طبیب نے خطرے کا اظہار کیا ہے۔ یہ ان کا دیرینہ مرض ہے۔ دم اور غشی بھی تیز ہو جاتا ہے، اب تو وہ اٹھنے سے معذور ہو گئے ہیں" ــــ قاصد نے ذرا جھک کر کہا ــــ "انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ اکیلے تشریف لائیں۔ ان کی دو چار باتیں ہیں جو کسی دوسرے کے سامنے نہیں کی جا سکتیں۔"

"انہیں بعد از سلام کہنا صلاح الدین ایوبی راز کی سب باتیں جانتا ہے" ــــ سلطان ایوبی نے کہا ــــ "اب راز کی باتیں خدا سے کہنا۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔"

قاصد مایوس ہو کر چلا گیا۔ سلطان ایوبی نے دربان کو بلا کر کہا کہ طبیب کو بلاؤ۔ اس نے علی بن سفیان اور بہاؤ الدین شداد سے کہا ــــ "اس نے مجھے اکیلا آنے کو کہا ہے۔ کیا اس میں کوئی چال نہیں؟ کیا میرا خدشہ غلط ہے کہ مجھے محل میں بلا کر یہ اکام تمام کرنا چاہتا ہے؟ اسے بھی پورا وحشیانہ کام کرنا چاہئے۔ اسے حق حاصل ہے۔"

"آپ نے اچھا کیا نہیں گئے" ــــ شداد نے کہا اور علی بن سفیان نے تائید کی۔

طبیب آگیا تو سلطان ایوبی نے اسے کہا ــــ "آپ العاضد کے پاس چلے جائیں۔ میں جانتا ہوں وہ بہت وقت سے بیمار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا طبیب مایوس ہو گیا ہے۔ آپ جا کر دیکھیں اور اس کا علاج کریں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بیمار نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بتائیں۔"

☆

سابق خلیفہ العاضد کو اسی محل میں رہنے کی اجازت دے دی گئی تھی جو اس کی خلافت کی گدی تھی۔ اس محل کو اس نے جنت بنا رکھا تھا۔ حرم دیس دیس کی خوبصورت عورتوں سے پُر رونق تھا۔ لونڈیوں کا ہجوم الگ تھا۔ سینکڑوں محافظوں کا دستہ مستعد رہتا تھا۔ فوجی کمانڈر حاضری میں کھڑے رہتے تھے۔ سلطان ایوبی کے آئے ہوئے انقلاب نے اس محل کی دنیا ہی بدل ڈالی تھی۔ خلیفہ اب خلیفہ نہیں تھا۔ محل میں عیش و عشرت کا تمام سامان جوں کا توں رہنے دیا گیا۔ فوجی کمانڈروں اور محافظ دستے کو وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ فوج کا ایک دستہ اب بھی وہاں نظر آتا تھا مگر یہ العاضد کا محافظ نہیں پہرہ دار تھا۔ خلافت کا محل چونکہ سازشوں